کلیاتِ اقبال

(مرتبہ) عبدالرزاق

علامہ اقبال کے فکری و فنی ارتقاء کا جائزہ

ڈاکٹر محمد رمضان طاہر کاشمیری

کلیاتِ اقبال مرتبہ عبدالرزاق

کے تناظر میں

علامہ اقبال کے فکری و فنی ارتقا کا جائزہ

ڈاکٹر محمد رمضان طاہر کاشمیری

اقبال اکادمی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ

ناشر

پروفیسر ڈاکٹر بصیرہ عنبرین

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

حکومتِ پاکستان

قومی ورثہ وثقافت ڈویژن

چھٹی منزل، ایوانِ اقبال، ایجرٹن روڈ، لاہور
Tel: [+92-42] 36314510, 99203573
Fax: [+92-42] 36314496
Email: info@iap.gov.pk
Website: www.allamaiqbal.com

ISBN 978-969-416-578-3

طبع اوّل	:	۲۰۲۲ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	-/۶۸۰ روپے
مطبع	:	ایچ آئی ٹریڈرز، لاہور

محل فروخت: گراؤنڈ فلور، ایوانِ اقبال، ایجرٹن روڈ، لاہور

انتساب

اپنے والدگرامی

اور

بے جی کے نام

ترتیب

دیباچہ ۷

اقبال کی دو معاصر اشاعتوں کا تعارف و پس منظر ۱۹

اقبال کی دو معاصر اشاعتوں میں شامل کلام کا تقابلی مطالعہ ۴۳

متروکاتِ بانگِ درا کی روشنی میں اقبال کے فکری و فنی ارتقا کا جائزہ ۱۷۵

کتابیات ۲۰۹

نغمہ ام از زخمہ بے پرواستم
من نوائے شاعر فرداستم

(علامہ اقبال)

دیباچہ

علامہ اقبال کی زندگی میں اور بانگِ درا کی اشاعت سے پہلے بہت سے مضامین لکھے گئے لیکن اس دور میں اُن پر اُردو میں کوئی ایسی کتاب منظر عام پر نہیں آئی تھی جس میں اُن کے فکر و فن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہو یا اُن کے فکر و فن کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہو۔

اقبال اپنے اردو کلام کا مجموعہ شائع کرنے سے پہلے پورے کلام کی نظر ثانی کرنا چاہتے تھے حالانکہ وہ ۱۹۰۳ء سے اپنے اُردو کلام کا مجموعہ چھپوانے کے خواہاں تھے لیکن اس سلسلے میں انھیں کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آ جاتی۔ اس لیے اقبال اپنے اس خیال کو جلد عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ اُس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انگلستان چلے گئے۔ قیامِ یورپ کے زمانے میں اُردو نظموں کی تعداد بہت کم ہے۔ تقریباً ساڑھے تین سال کی مدت میں انھوں نے چھوٹی بڑی کل چوبیس نظمیں لکھی ہیں۔ ان نظموں میں کچھ اُن کی طبیعت اور کچھ شیخ عبدالقادر مدیر ''مخزن'' کی تحریک شامل رہی جو ''مخزن'' کے لیے اُن سے نظمیں لکھواتے تھے۔ قیامِ یورپ کے دوران اُن کا زیادہ تر وقت تحقیق اور علم و فن کے حصول میں گزرا۔

جولائی ۱۹۰۸ء کو اقبال یورپ سے واپس آئے۔ واپس آ کر آپ کو چند گھریلو مسائل کا سامنا رہا۔ اس کے علاوہ تدریسی اور قانونی مشاغل میں مصروف ہو گئے، اس کے بعد آپ کا زیادہ تر رجحان فارسی کی طرف رہا۔ اسی رغبت کے نتیجے میں ۱۹۱۵ء میں ''اسرارِ خودی'' منظر عام پر آئی جس کی وجہ سے آپ کا دھیان اُردو مجموعہ کی طرف نہیں گیا۔ ''اسرارِ خودی'' کی اشاعت کے ساتھ ہی انھی دنوں اقبال کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اقبال کے لیے یہ بہت بڑا سانحہ تھا جس کا اظہار انھوں نے بانگِ درا میں شامل نظم ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' کیا ہے۔

اس کے بعد اُن کی پوری توجہ مثنوی اسرارِ خودی کے دوسرے حصے رموزِ بے خودی کی جانب مبذول ہوگئی اور آخر کار اپریل ۱۹۱۸ء میں رموزِ بے خودی منظر عام پر آئی۔ رموزِ بے خودی کی اشاعت کے بعد بھی اقبال فارسیت کی طرف راغب رہے جس کے نتیجے میں ۱۹۲۲ء میں پیامِ مشرق کی اشاعت ہوئی۔ یہ وہ چیدہ چیدہ مسائل تھے جن کی وجہ سے اقبال اُردو کلام کے مجموعہ کی ترتیب کی طرف توجہ نہ دے سکے۔

علامہ اقبال نے بانگِ درا کی اشاعت کے وقت اپنے کلام کا کڑا انتخاب کیا اور اپنے کلام میں بہت کاٹ چھانٹ کی جس کے نتیجے میں ''ہمالہ'' سے بارہ اشعار، ''گلِ رنگین'' سے نو اشعار، ''عہدِ طفلی'' سے نو اشعار، ''مرزا غالب'' سے تین اشعار، ''ابرِ کہسار'' سے اٹھارہ اشعار، ''خفتگانِ خاک سے استفسار'' سے اٹھارہ اشعار، ''شمع و پروانہ'' سے چار اشعار، ''عقل و دل'' سے ستائیس اشعار، ''آفتابِ صبح'' سے چھ اشعار، ''صدائے درد'' سے بیس اشعار، ''شمع'' سے گیارہ اشعار، ''ایک آرزو'' سے بائیس اشعار'، ''سیّد کی لوحِ تربت'' سے بائیس اشعار، ''انسان اور بزمِ قدرت'' دوشعر، ''عشق اور موت'' تین اشعار، ''پیامِ صبح'' تین اشعار، ''زہد و رندی'' تین اشعار، ''طفل شیر خوار'' آٹھ اشعار، ''رخصت اے بزمِ جہاں'' چھ اشعار، ''تصویرِ درد'' باسٹھ اشعار، ''نالۂ فراق'' نو اشعار، ''چاند'' چار اشعار، ''بلال'' تین اشعار، ''سرگزشتِ آدم'' دس اشعار، ''جگنو'' ایک شعر، ''صبح کا ستارہ'' دوشعر، ''موجِ دریا'' تین اشعار، ''ہندوستانی بچوں کا گیت'' سے دوشعر، ''نیا شوالہ'' سے دس اشعار، ''داغ'' چار اشعار، ''ابر'' دس اشعار، ''التجائے مسافر'' سترہ اشعار، ''کنارِ وادی'' دوشعر، ''پیام'' پانچ اشعار، ''سوامی رام تیرتھ'' ایک شعر، ''پرندے کی فریاد'' نو اشعار، ''طلبہ علی گڑھ کے نام'' چھ اشعار، ''وصال'' ایک شعر، ''عاشق ہرجائی'' چار اشعار، ''پیامِ عشق'' ایک شعر، ''عبدالقادر کے نام'' پانچ اشعار جب کہ نظم ''صقلیہ'' سے دوشعر متروک کیے۔ اس کے علاوہ وہ نظمیں جو فکری وفنی اعتبار سے معیار پر پورا نہیں اتریں انھیں متروک کر دیا۔ ان نظموں میں سے ''فلاحِ قوم'' کے ستائیس اشعار، ''نالۂ یتیم'' ایک سو چھ اشعار، ''خدا حافظ'' اڑتیس اشعار، ''یتیم کا خطاب ہلالِ عید'' سے ایک سو چھیاسٹھ اشعار کو متروک کیا۔ اس طرح کل چار سو تہتر (۴۷۳) ایسے اشعار تھے جن کو اقبال نے اشاعت کے

قابل نہیں سمجھا۔

یاد رہے کہ کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق حیدر آباد دکن سے عماد پریس سے اُس وقت شائع ہوا، جب اقبال بانگِ درا کی ترتیب میں مصروف تھے۔ مولوی عبدالرزاق (۱۸۹۷ء۔۱۹۶۷ء) اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل سلطنتِ آصفیہ نے مختلف اخبارات و رسائل سے کلامِ اقبال کو جمع کر کے اقبال کی اجازت کے بغیر ۱۹۲۴ء میں کلیاتِ اقبال شائع کر دیا۔ انھیں اقبال اور کلامِ اقبال سے والہانہ عشق تھا اور یہی جذبہ اس اشاعت کا محرک بنا۔ عبدالرزاق راشد کو یہ اندیشہ تھا کہ یہ بے مثال کلام جو ایک مدت سے مختلف اخبارات و رسائل کی زینت بن رہا ہے لیکن ابھی تک اس کا با قاعدہ کوئی مجموعہ سامنے نہیں آیا، کہیں ضائع نہ ہو جائے۔

مولوی عبدالرزاق نہ صرف کلامِ اقبال کے عاشق تھے بلکہ وہ اقبال کے بہت سے کلام کے حافظ بھی تھے۔ انھوں نے بغیر کسی مالی منفعت کے یہ کلیات شائع کیا۔ یہ کلیات تین سو چھیانوے (۳۹۶) صفحات پر مشتمل ہے جن میں سے ایک سو چھتیس (۱۳۶) صفحات کا ایک نہایت وقیع دیباچہ ہے۔

جو تین ذیلی ابواب پر مشتمل ہے۔ مولوی عبدالرزاق نے دیباچے میں اقبال کے حالاتِ زندگی، اُن کی شاعری اور تصانیف پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ دیباچہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے ذیلی عنوانات اس طرح سے ہیں:

(الف) اقبال کے مختصر حالات (ب) اقبال کی شاعری (ج) اقبال کی تصانیف

جب کہ دوسرے باب کا عنوان ''مئے دو آتشہ'' ہے۔ اس حصے میں اقبال کی چھبیس (۲۶) غزلیات شامل ہیں جن کے اشعار کی تعداد تین سو پانچ (۳۰۵) ہے۔

کلیات کا تیسرا باب ''نکات'' کے عنوان کے تحت ہے۔ اس حصے میں اقبال کا ظریفانہ کلام بھی شامل ہے جس میں چھتیس قطعات ہیں اور اشعار کی تعداد ایک سو نو (۱۰۹) ہے، اسی حصے میں متفرقات کے عنوان کے تحت آٹھ قطعات شامل ہیں، ان کے اشعار کی تعداد انیس ہے۔

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق کا چوتھا باب ''نقشِ قدرت'' کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں اقبال کا وہ کلام شامل ہے جس میں مناظر قدرت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ پانچویں

باب کا عنوان ’’فانوسِ حیات‘‘ ہے اس میں ایسا کلام شامل ہے جس میں ’’حقائق و معارف‘‘ کے موضوعات ملتے ہیں۔

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق کا چھٹا باب ’’شمعِ طور‘‘ کے عنوان کے تحت ہے۔ اس میں ایسے کلام کو یکجا کیا گیا ہے جس کا تعلق اسلامی افکار سے ہے ان چھ ابواب میں اقبال کی ننانوے (۹۹) نظمیں شامل ہیں جن کے اشعار کی تعداد اکیس سو اڑتالیس (۲۱۴۸) ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر اس کلیات میں تقریباً پچیس سو اکیاسی (۲۵۸۱) اشعار شامل ہیں۔

مرتب نے چند نظمیں بطور حوالہ دیباچے میں درج کی ہیں جن میں ’’نالۂ فراق‘‘، ’’التجائے مسافر‘‘، ’’ایثارِ صدیق‘‘ اور ’’ہمدردی‘‘ شامل ہیں۔ دیباچہ اس کلیات کا ایک خاص حصہ ہے جو مرتب نے بڑی محنت، جستجو اور تحقیق سے لکھا ہے۔ ایک سو چھتیس (۱۳۶) صفحات کے طویل دیباچے میں کہیں عقیدت و محبت کارفرما ہے تو کہیں مبالغہ آرائی غالب آ جاتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ نادر معلومات کا خزینہ بھی ہے اور شعری پرکھ کا بہترین نمونہ بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق کے منظر عام پر آتے ہی اسے بے حد پذیرائی ملی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت تک اقبال کے اُردو کلام کا کوئی با قاعدہ مجموعہ منظر عام پر نہیں آیا تھا لیکن اقبال نے اس کلیات کی اشاعت کو پسند نہیں کیا۔ اس کی اہم وجہ یہ تھی کہ وہ اس زمانے میں بانگِ درا کی ترتیب میں مشغول تھے اور اپنے ابتدائی مشق کے کلام کو جوں کا توں شائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ اُس وقت اُن کے خیالات میں بہت سی تبدیلیاں آ چکی تھیں۔ اس لیے انھوں نے بانگِ درا کی اشاعت کے وقت بہت سی ترامیم و اضافے کیے۔ اس کاٹ چھانٹ کے عمل میں انھوں نے اپنی بعض نظموں کو خارج کر دیا، بعض اشعار میں تبدیلی لائی اور بعض مصرعوں کی نوک پلک درست کی۔ بانگِ درا اقبال کا ایک کڑا انتخاب ہے جس میں ایسے کلام کو جگہ دی جس میں مقامیت کی بجائے آفاقیت کو مدنظر رکھا گیا اور اس بات کا خیال رکھا گیا کہ اس اُردو مجموعے میں وہ کلام شامل کیا جائے جو حیاتِ انسانی کے لیے آبِ حیات کی تاثیر رکھتا ہو۔ ایسے پیغام کو جگہ دی جائے جو انسان کو جہدِ مسلسل کی ترغیب دلائے۔

اقبال اسی وجہ سے اس کلیات کی اشاعت سے ناخوش تھے کہ وہ جس کلام کے متروک کرنے کا ارادہ کر چکے تھے وہ بھی اس کلیات میں شامل ہوگیا تھا۔ اس سلسلے میں اُن کا خیال تھا کہ وہ ہندوستانی کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت اس کتاب کی اشاعت کو آسانی سے رکوالیں گے لیکن اس میں چند قانونی پیچیدگیاں حائل تھیں کیوں کہ برطانوی ہند کے قانون کے مطابق اس ایکٹ کا اطلاق ریاستوں پر نہیں ہوتا تھا۔ بالآخر سر اکبر حیدری (۱۹۴۵ء۔۱۸۶۹ء) نے خط و کتابت کے ذریعے یہ طے کروایا کہ اس کلیات کی اشاعت صرف حیدر آباد دکن تک محدود رہے گی اور یہ تجویز پیش کی گئی کہ علامہ اقبال، مولوی عبدالرزاق سے مبلغ ایک ہزار رائلٹی وصول کر کے ان کی معذرت قبول کرلیں گے اور اُن کو صرف ریاست حیدر آباد دکن کی حدود میں اس کتاب کو فروخت کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانوی ہند کا کاپی رائٹ کا قانون ریاست حیدر آباد دکن میں لاگو نہیں ہوتا تھا۔

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق اپنی اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے اقبالیات میں ایک اہم اور نادر دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے جس کی مدد سے ہمیں اقبال کی شاعری کے ابتدائی نقوش اور فکری وفنی ارتقا کا ادراک ہوتا ہے۔ اگر یہ کلیات نہ ہوتا تو ہم اقبال کے ابتدائی کلام سے ناواقف ہوتے۔ اس کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد ۱۹۲۴ء میں بانگِ درا منظر عام پر آئی لیکن دونوں اشاعتوں میں شامل کلام کا موازنہ کیا جائے تو یہ اعداد وشمار سامنے آتے ہیں:

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق، ۱۹۲۴ء

اصناف	تعداد	کل اشعار
نظمیں	۹۹	۲۱۴۸
غزلیات	۲۶	۳۰۵
متفرقات	۸	۱۹
نکات	۳۶	۱۰۹
	کل تعداد:	۲۵۸۱

بانگِ درا مرتبہ: علامہ اقبال، ۱۹۲۴ء

اصناف	تعداد	کل اشعار
نظمیں	۱۴۳	۲۰۲۲
غزلیات	۲۸	۲۲۱
ظریفانہ	۲۹	۱۹
	کل تعداد:	۲۳۳۷

ان اعداد و شمار کے مطابق کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق میں بانگِ درا سے دوسو چوالیس اشعار زیادہ ہیں لیکن اس میں بہت سے ایسے اشعار بھی ہیں جن کو تبدیل کیا گیا اور متعدد مصرعوں میں ترمیم کی گئی ہے، کئی مصرعوں اور اشعار کو بہتر کیا گیا ہے، اکثر بند خارج کر کے نئے بند شامل کیے گئے ہیں۔۱۹۰۱ء سے پہلے لکھی جانے والی کوئی نظم یا غزل بانگِ درا کا حصہ نہیں بنی اور زیادہ تر جو تراميم اور اضافے کیے گئے وہ ۱۹۰۸ء تک کے کلام میں ہیں۔

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق کی اہمیت و افادیت اس لحاظ سے بھی بہت زیادہ ہے کہ اس میں اقبال کا بہت سا کلام محفوظ ہے جو بانگِ درا کی اشاعت کے وقت متروک قرار دے دیا گیا۔ ورنہ اس کے علاوہ ہمیں کوئی اور کتاب نہیں ملتی جس میں اتنی تعداد میں ایک جگہ کلام کو جمع کیا گیا ہو۔

مولوی عبدالرزاق نے اس کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے کہ ۱۹۲۳ء کا نوبل پرائز علامہ اقبال کو ملنا چاہیے تھا لیکن اُن کی بجائے آئرلینڈ کے شاعر مسٹر ایٹس کے حصہ میں آیا جس کی خبر اخبار ''ٹائمز آف انڈیا'' میں شائع ہوئی۔ اس خبر کی اشاعت سے ہندوستان کے باسیوں کو مایوسی ہوئی کیوں کہ اس بات کا غالب امکان تھا کہ اس بار علامہ اقبال کو نوبل پرائز ملے گا اور وہی اس کے اصل مستحق سمجھے جاتے تھے۔

اس کلیات کے توسل سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس زمانے میں اقبال کا نام بھی نوبل پرائز کے لیے زیرِ غور رہا ہے۔

ایک عام تاثر یہ ہے کہ اقبال محض ایک فلسفی شاعر تھے۔ اُن کے خیالات فلسفیانہ موشگافیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ عبدالرزاق راشد نے کلیات کے دیباچے میں اس تاثر کی نفی کی ہے۔ اُن کے نزدیک اقبال محض فلسفی ہی نہیں بلکہ ایک حساس دل رکھنے والے شاعر بھی ہیں۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری میں تمام تر شعری اوصاف پائے جاتے ہیں۔

یہ کلیات اپنی افادیت اور اہمیت کے لحاظ سے انتہائی وقعت کا حامل ہے کیوں کہ اکثر بڑے شعراء اپنے کلام کی اشاعت کے وقت کچھ تبدیلیاں اور ترامیم کرتے ہیں تاکہ اگر کوئی فنی یا فکری خامی رہ گئی ہو تو اسے دور کیا جاسکے۔ صرف انبیاء کے سوا دنیا کے ہر انسان کی وقت کے ساتھ ساتھ سوچ میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، ہر انسان کا فکری ارتقا ہوتا ہے۔ انبیاء چونکہ وحی کے تابع ہوتے ہیں اُن کا ہر حکم ہر فرمان اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں ہوتا ہے لیکن عام انسان، شعراء، ادباء سب کا فکری ارتقا ہونا ضروری ہے۔ اس ارتقا کے نتیجے میں بہت سے لوگ اپنا ناپختہ (فنی و فکری اعتبار سے) کلام خارج کر دیتے ہیں۔ اُردو ادب میں اس کی بڑی مثال مرزا اسداللہ خان غالب کے یہاں ملتی ہے کہ اُن کے دیوان کی کاٹ چھانٹ کر کے مولوی فضل حق خیر آبادی (۱۸۶۱ء۔۱۷۹۷ء) نے انتخاب کیا تھا۔ جب دیوان کا ''نسخۂ حمیدیہ'' شائع ہوا تو اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ غالب کا محذوف کلام منتخب کلام کے معیار کا نہیں تھا۔ اسی وجہ سے علامہ اقبال نے اپنے ابتدائی زمانے کے کلام کو اس قابل نہ سمجھا کہ اُسے بانگِ درا میں شامل کیا جائے لہٰذا اُسے متروک قرار دے دیا۔ ابتدائی زمانے کے کلام کا اگر کچھ حصہ شامل بھی کیا تو اُس میں بے شمار ترامیم و اضافے کیے۔

یہ کلیات، اقبال فہمی کے باب میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی فروخت اور دوبارہ اشاعت پر اگرچہ پابندی رہی لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی اشاعت کے بعد پوری ادبی دنیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔

اقبالیات کی تاریخ میں اس کلیات کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ ہمیں اس کلیات کے توسل سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کا فنی و فکری ارتقا کن حالات اور اوقات میں ہوا، وہ کن واقعات کے زیر اثر رہے۔

اس کلیات کی اہمیت و افادیت اس لحاظ سے بھی مسلّم ہے کہ ہمیں اس کے ذریعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے کن کن نظموں کے عنوانات تبدیل کیے، عنوانات کی تبدیلی سے بھی فکری ارتقا کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً انھوں نے جن نظموں کے عنوانات تبدیل کیے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق		بانگِ درا، طبع اوّل
کوہستانِ ہمالہ		ہمالہ
ایثارِ صدیقؓ		صدیقؓ
غالب		مرزا غالب
ترانہ		ترانۂ ملّی
صبح		نویدِ صبح
زوالِ حمیت		غلام قادر روہیلہ
ہلالِ عید رمضان		غرّہ شوال
ترنم اقبال		میں اور تو
مسافرانِ حرم کو ظالم، رہ کلیسا بتا رہے ہیں		قطعہ
لامکاں کا مکاں		سلیمٰی
کنج تنہائی		فراق
حسن و زوال		حقیقتِ حسن
غم		فلسفۂ غم
خاموشی		ایک شام
بیراگ		رخصت بزمِ جہاں
شب و شاعر		رات اور شاعر
شجر ملت		پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ

خطاب بہ مسلم		خطاب بہ جوانانِ اسلام

اقبال نے جن عنوانات کو تبدیل کیا ہے اُن میں پہلے سے زیادہ ابلاغ ہے۔ عنوانات میں آفاقیت کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے، ان کی مدد سے ہمیں اقبال کے مافی الضمیر کو سمجھنے میں آسانی ہوئی ہے مثلاً انھوں نے نظم ''ایثارِ صدیق'' کا عنوان تبدیل کر کے ''صدیق'' کیا ہے لیکن نظم کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں صدیق اکبرؓ کی قربانی کے علاوہ وفا اور دیگر خصوصیات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اگر ''ایثارِ صدیقؓ'' عنوان ہو تو باقی تمام خصوصیات پس منظر میں چلی جاتی ہیں اس لیے نظم کا عنوان ''صدیقؓ'' حضرت ابوبکر صدیقؓ کا احاطہ کرتا ہے۔

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق سے ہمیں اقبال کی ابتدائی غزل گوئی کے بارے میں بھی کافی معلومات ملتی ہیں۔ اقبال کی نظمیہ شاعری کے ساتھ ساتھ غزلیہ شاعری کا مواد بھی اس کلیات میں محفوظ ہے جس سے ہمیں اقبال کی غزلیہ شاعری کے ارتقا کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ اقبال کی ابتدائی دور کی غزلوں کے مطالعہ سے ہمیں اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں کن غزل گو شعراء سے متاثر رہے۔

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق سے ہمیں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وقت کے ساتھ اقبال کے کونسے خیالات میں تبدیلی واقع ہوئی؟، اُن کے فکری زاویے کس مقام پر تبدیل ہوئے، وطنیت، قومیت اور تصوف کے حوالے سے اس کلیات میں ایسے بے شمار اشعار موجود ہیں جن سے ہمیں اُن کے فکری زاویوں کی تبدیلی کی نشان دہی ہوتی ہے۔

یہ کلیات اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اقبال نے فن کی جن بلندیوں کو چھوا اُس کی وجہ وہ مسلسل محنت ہے جو انھوں نے ہر دور میں برقرار رکھی۔ وہ اپنے کلام سے ایسے تمام اشعار نکالتے رہے جن میں مقامی، شخصی یا جز وقتی موضوعات تھے۔ انھوں نے وہ کلام بھی حذف کر دیا جس میں کہیں فرمائش کے طور پر شعر لکھے تھے۔ یہ کلیات قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ وہ کیا وجہ تھی کہ اقبال کا کلام تمام تر سرحدی پابندیوں کو پس پشت ڈال کر دنیا کے کونے کونے میں مقبول ہوا۔

جب ہم بانگِ درا، طبع اوّل اور کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق میں شامل کلام کے متون کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس کے ذریعے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے کس

انداز سے اپنے کلام کے نظریاتی اور فنی پہلوؤں کو دیکھا۔ شاعر کا شعری ذوق اور تنقیدی شعور قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے کیوں کہ وہ جتنے بڑے شاعر تھے اُن کا تنقیدی شعور بھی اتنا ہی وسیع تھا۔ انھوں نے نہ صرف اپنے کلام کے فکری پہلوؤں کو ملحوظ رکھا بلکہ فنی پہلوؤں سے بھی کبھی غافل نہیں ہوئے۔ اپنے کلام کو خوب سے خوب تر بنانے کی غرض سے تخلیق شعر سے لے کر مجموعے کی اشاعت تک وہ کلام کی نوک پلک سنوارتے رہے۔ اس کلیات کی مدد سے ہمیں اُن کی شعری پرکھ کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ اسی پرکھ کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے اپنے ابتدائی کلام میں سے پچپن فی صد کلام میں ترامیم واضافے کیے۔ یہ کلیات ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ انھوں نے کون سا کلام متروک کیا اور کہاں کہاں ترامیم کیں؟

جس زمانے میں بانگِ درا کی اشاعت ہوئی اُس زمانے میں اُن کا شعری ذوق بہت پختہ ہو چکا تھا۔ اُن کی فکر میں نمایاں تبدیلی واقع ہو چکی تھی اس لیے جو کلام اُن کے معیار پر پورا نہیں اُترا اُسے بانگِ درا میں شامل نہیں کیا۔ انھوں نے مقامیت کی جگہ آفاقیت کو جگہ دی، بے مقصدیت کی جگہ مقصدیت کو اوّلیت دی اور اُس کلام کو شامل کیا جو حیاتِ انسانی کے لیے آبِ حیات کی تاثیر رکھتا تھا۔

گیان چند جین اپنی تصنیف ابتدائی کلامِ اقبال کے صفحہ نمبر ۲۲ پر لکھتے ہیں کہ

> ''فنی اعتبار سے مجھے ''نالۂ یتیم'' میں کوئی سقم نہیں دکھائی دیتا، اس میں چستی اور پختگی ہے۔ اس کے ترک کی وجہ اس کا موضوع ہو سکتا ہے۔''

گیان چند جین کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ اس نظم کے بارے میں یہ کہنا کہ اس میں کوئی سقم نہیں ہے، بجا نہیں اور نہ ہی اس میں چستی اور پختگی ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نظم ۱۹۰۰ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے پندرھویں سالانہ جلسے میں پڑھی گئی تھی اور اُس وقت اقبال کی عمر تقریباً تیئس (۲۳) برس تھی۔ یہ عمر اُمنگوں، جوش و ولولوں اور تخلیقی صلاحیتوں سے بھرپور ہوتی ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ یہ نظم ۲۳ بند اور ۱۰۲ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں آمد کی بجائے ہر جگہ آورد نمایاں ہے۔ وہ پہلی بار عوامی سطح پر ایک بڑے مجمع میں سامنے آ رہے تھے جہاں نہ صرف لاہور بلکہ بیرونِ لاہور سے عوام و خواص، مہمانانِ گرامی اور بزرگان

شامل ہو رہے تھے۔ انھوں نے اپنی اس نظم کو مؤثر بنانے کے لیے مختلف شعری حربوں کا سہارا لیا جن میں فارسی تراکیب کی بھرمار واضح دکھائی دیتی ہے، جس کی وجہ معنی کا پلّہ ہلکا رہ گیا اور اضافتوں کی بھرمار غالب آ گئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ بے مصرف اور بے محل اضافتیں ہی اس نظم کا سب سے بڑا نقص ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ اقبال کی شاعری کا یہ وہ دور تھا جب وہ مرزا غالب اور داغ دہلوی کی شاعرانہ خوبیوں سے متاثر تھے چنانچہ اس نظم کی چند تراکیب میں مرزا غالب کی ترکیب کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ نظم اپنے عنوان کے تحت مربوط نہیں ہے بلکہ اس میں غزل کا رنگ نمایاں ہے اور ہر بند ایک غزل کا تاثر دیتا ہے۔ نظم کے ابتدائی چودہ بند میں یتیم کی حرمان نصیبی کا تذکرہ انتہائی پُرتکلف انداز میں کیا گیا ہے جس میں خوب مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے لیکن آخری حصے میں پُرخلوص جذبات کی وجہ سے حسنِ کلام میں اضافہ ہوا اور زبان و بیان میں روانی اور صفائی پیدا ہوئی ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اقبال نے اس نظم کو مکمل متروک قرار دے دیا۔

کلیات کے مرتب کو یہ احساس تھا کہ اقبال جو ایک طویل مدت سے اُردو شاعری کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ اُن کا ابھی تک باقاعدہ اُردو مجموعۂ کلام منظر عام پر نہیں آیا ہے تو مبادا یہ کلام کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ اس خیال کی بنا پر اس کلیات کو ترتیب دیا گیا۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اقبالیات میں باقیاتِ اقبال، سرودِ رفتہ، کلیاتِ باقیاتِ شعر اقبال'' اور ابتدائی کلامِ اقبال جیسی جتنی بھی کتب منظر عام پر آئی ہیں اُن سب کے مصنفین اور محققین نے اِس کلیات سے استفادہ کیا ہے کیوں کہ یہ واحد ایسا ذریعہ ہے جس سے ہمیں اقبال کا زیادہ سے زیادہ ابتدائی زمانے کا اُردو کلام ملتا ہے۔ اگر یہ کلیات نہ ہوتا تو شاید ہمارے لیے یہ ممکن نہ ہوتا کہ ہم ابتدائی کلامِ اقبال پر اتنی کتابیں سامنے لا سکتے۔ اگر چہ احمد دین کی کتاب اقبال بھی اس سلسلے کی ایک کڑی تھی لیکن اُس میں کلام کی مقدار کم ہے۔ وہ بنیادی طور پر تاثراتی تنقید کے موضوع پر ایک اہم کتاب ہے اور اس زمانے میں تحریر کی گئی ہے جب تنقید کا فریضہ محض یہ تھا کہ کسی فن کار کے فن پارے کو محض زبان و بیان کے حوالے سے پرکھا جاتا تھا لیکن احمد دین نے

اپنی اس کتاب میں فن کار کو اُس کی ذات، اُس کی نفسیات اور اُس کے نظریات کو مدِ نظر رکھ کر اُس کے شعری محاسن کو اُجاگر کیا تھا۔ اگرچہ وہ ایک سوانح عمری نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اس میں ہمیں بعض ایسی نادر معلومات ملتی ہیں جو اقبالیات کی دیگر کتب میں موجود نہیں۔ مثلاً اس کتاب سے ہمیں اقبال کی تاریخ پیدائش، ابتدائی زندگی، لاہور کی ادبی محفلوں کا احوال، انجمن حمایتِ اسلام کے جلسوں کا تذکرہ اور اقبال کے فکری وفنی محاسن پر سیر حاصل تبصرے ملتے ہیں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ مشفق خواجہ (۲۰۰۵ء۔۱۹۳۵ء) نے اپنے بسیط مقدمے کے ساتھ انجمن ترقیٔ اُردو پاکستان کراچی سے ۱۹۸۹ء میں شائع کرایا لیکن اس میں انھوں نے مولوی عبدالرزاق کے مرتبہ کلیاتِ اقبال کا ذکر تک نہیں کیا اور نہ ہی اُس کا کہیں حوالہ دیا ہے حالانکہ کلیاتِ اقبال مرتبہ :عبدالرزاق مولوی احمد دین کی کتاب اقبال سے کئی درجے اہم ہے کیوں کہ اس میں اقبال کے کلام کی مقدار اقبال از احمد دین اور بانگِ درا سے زیادہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اُن کی رسائی اس کلیات تک نہ ہوئی ہو۔ اقبال از احمد دین پر مشفق خواجہ نے کام کیا تھا میں نے کلیاتِ اقبال پر کام مکمل کر کے ان کا ذکر ضروری سمجھا۔

حاصلِ بحث یہ کہ یہ کتاب کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق اقبالیات کے مطالعے کے باب میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اقبال کے فکری وفنی ارتقا، ابتدائی زندگی کے حالات اور شعری محاسن کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ اگرچہ اپنے زمانے میں ان کی اشاعت کو تحسین کی نظر سے نہیں دیکھا گیا لیکن اس کے باوجود یہ ہمیں اتنا ادبی سرمایہ فراہم کرتی ہیں کہ ان سے آئندہ نسلیں بھی استفادہ کرتی رہیں گی۔ یہ اشاعت بغیر کسی سود وزیاں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے منظر عام پر لائی گئی اور ان کو تحسین کی نگاہ سے نہ دیکھنا بھی کسی مالی منفعت کی بنا پر نہیں بلکہ یہ امر ملحوظ تھا کہ اقبال جو کلام متروک کرنا چاہتے تھے وہ کہیں عوام الناس تک نہ پہنچ پائے۔ اس کلیات میں شامل مواد انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مواد کو نظر انداز کر کے تفہیم اقبال کا باب مکمل نہیں ہوسکتا۔

ڈاکٹر محمد رمضان طاہر کاشمیری
شعبہ اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اقبال کی دو معاصر اشاعتوں کا تعارف و پس منظر

''کلیاتِ اقبال'' از: مولوی عبدالرزاق: (حیدرآباد دکن)

علامہ اقبال کا پہلا اُردو مجموعۂ کلام ابھی منظر عام پر نہیں آیا تھا کہ ۱۹۲۴ء میں حیدرآباد دکن سے مولوی عبدالرزاق (اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل، سلطنتِ آصفیہ) نے مختلف اخبارات و رسائل سے اقبال کا کلام جمع کرکے اُن کی اجازت کے بغیر ایک مجموعہ کلیاتِ اقبال کے نام سے شائع کر دیا۔ اپنے دلچسپ پس منظر، دیباچے اور نظموں کی ترتیب اور تعداد کے لحاظ سے یہ کلیات بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

مولوی عبدالرزاق راشد ۱۸۹۷ء میں حیدرآباد (دکن) میں پیدا ہوئے۔ ۹؍سال کی عمر میں مڈل کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ انھیں ابتدائی تعلیم کے زمانے سے ہی زبانوں کے علم سے خاص لگاؤ تھا۔ اسی شوق کی وجہ سے انھوں نے عربی، فارسی اور انگریزی میں قابلیت حاصل کی۔ مقامی زبانوں میں تلنگی اور مرہٹی پر عبور حاصل تھا۔ ''نظام کالج'' سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ''مدرستہ العلوم'' علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۱۷ء میں حیدرآباد سول سروس سے منسلک ہوئے اور اس کا امتحان (۱۹۱۸ء) امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ محکمانہ تربیت ''ناگ پور'' سے حاصل کرنے کے بعد ۱۹۱۹ء سے ریاست حیدرآباد (دکن) میں مددگار صدرِ محاسب (اسسٹنٹ ڈائریکٹر فنانس) کی ملازمت کا آغاز اور ترقی کرتے ہوئے ڈپٹی ڈائریکٹر فنانس کے عہدے تک پہنچے۔ بعدازاں وہ ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے ''صدرِ محاسب'' (اکاؤنٹنٹ جنرل) کے عہدے پر معمور ہوئے۔ عبدالرزاق راشد اپنی اعلیٰ

منصبی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھانے کے ساتھ ساتھ ایک عمدہ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے۔ انھیں علامہ اقبال سے خاص لگاؤ تھا۔ اقبال کے علاوہ غالب اور اکبرالہ آبادی کے کلام سے بھی شغف رکھتے تھے۔ انھیں حیدر آباد (دکن) میں نظم طبا طبائی (۱۹۳۳ء-۱۸۵۲ء) سے بھی قرب رہا۔ اقبال کے حیدر آباد (دکن) کے سفر کے دوران نظم طبا طبائی سے ملاقات عبدالرزاق راشد کے توسل سے ہوئی تھی۔ وہ ایک منکسر المزاج شخص تھے۔ شہرت سے بے نیاز تھے۔[۱]

مولوی عبدالرزاق کو شعر و ادب سے گہری دلچسپی تھی۔ اقبال کی شاعری نے اُن کے فکر و خیال پر گہرا اثر ڈالا جس کے نتیجے میں انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ رسائل، اخبارات اور یاد داشتوں سے اقبال کی نظمیں اپنی بیاض میں محفوظ کرلیں۔ جب اقبال کا بہت سا کلام اُن کی بیاض میں جمع ہوگیا تو لوگ اس کو مانگ کر لے جانے لگے۔ مولوی عبدالرزاق نے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی خاطر اس میں کبھی اعتراض نہیں کیا۔ کچھ عرصہ بعد اُن کی بیاض گم ہو گئی۔ انھوں نے دوبارہ اقبال کی نظموں کو جمع کرنا شروع کیا، تھوڑی مدت بعد تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد نظمیں جمع ہوگئیں۔ جمع شدہ نظموں اور غزلوں کو انھوں نے ایک مجموعے کی صورت میں طبع کرادیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کرسکیں۔ مولوی عبدالرزاق کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ یہ بے مثال کلام کہیں ضائع نہ ہوجائے۔ اُس زمانے میں کلامِ اقبال جس ذوق وشوق سے پڑھا جاتا تھا اُس کا اظہار مرتب نے دیباچے میں اِن الفاظ میں کیا ہے:

> ''لوگوں کو عام طور پر شاید یہ بات معلوم نہ ہو کہ ہندوستان کے ہر خطے میں چند اصحاب ایسے موجود ہیں جو یا تو حافظ اقبال ہیں یا نہایت شوق سے اقبال کا کلام جمع کرتے ہیں۔ میں بھی مدت سے ایک بیاض میں اُن کی نظمیں جمع کررہا تھا، اس بیاض کو لوگ مانگ کر لے جاتے تھے اور اُن کو فائدہ پہنچانے کی خاطر میں اس کے مستعار دینے میں کبھی تامل نہ کرتا تھا لیکن یہ اتفاق سے گم ہوگئی۔ عجب نہیں جو کسی نے درکعبہ بدزداگر بیابی پر عمل کیا ہو، اس میں تقریباً دوسو نظموں کے علاوہ جن میں غزلیں بھی شامل تھیں بہت سا بکار آمد مواد تھا۔ مثلاً:
>
> ۱) کون سی نظم کس سن میں لکھی گئی کب کس موقع پر اور کہاں پڑھی گئی۔
>
> ۲) کون سی نظم ہندوستان سے گزر کر دنیا کے کس کس ملک میں پہنچی۔

وہاں اس کا ترجمہ کس زبان میں اور کس رسالے یا اخبار میں شائع ہوا اور اس پر کس نے تنقید کی۔''[۲]

مولوی عبدالرزاق کے مطابق مداحانِ اقبال کی بڑی تمنا تھی کہ یہ نظمیں ایک مجموعہ کی شکل میں چھپ جائیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ:

''مولانا عمادی، مولوی نصیر احمد، ایم۔اے پروفیسر عثمانیہ یونی ورسٹی اور بہت سے دوستوں کی خواہش اور اصرار پر میرے قیامِ والٹیر کے تاثرات اور چند ایسے اسباب جن کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے خصوصیت کے ساتھ اس مجموعے کی طباعت کے محرک تھے۔ چنانچہ اس کے لیے میں نے مقدمہ لکھنے کا قصد کرتو لیا مگر اس خیال سے ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اقبال پر اُس شخص کو قلم اُٹھانا چاہیے جو اُس کی مانند بڑا شاعر اور مشرق و مغرب کے قدیم و جدید فلسفہ سے یکساں واقفیت رکھتا ہو۔ اُن پر لکھنا ہر کسی کا کام نہیں۔ الحمدللہ کلیاتِ اقبال زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے اتنا بھی کوئی اور مجموعہ نہیں نکلا لوگ متعجب تھے کہ آخر اقبال کا کلام یک جا کیوں نہیں چھپا۔ غالباً اس کا سبب اقبال کی وہ بے حد حیا ہے جس نے اُن کو اپنی نظموں کی اشاعت کی اجازت دینے سے باز رکھا۔ یہ کلیات اُن کے اُس مجموعہ کا پیش خیمہ ہوگا جو ایک نہ ایک روز خود اُن کے اہتمام سے چھپے گا۔''[۳]

اس اقتباس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرزاق نے کسی لالچ کے بغیر کلامِ اقبال کو جمع کیا اور اس کی اشاعت کے سلسلہ میں محنت، جانفشانی کے ساتھ ساتھ ایک خطیر رقم بھی خرچ کی۔ یہ کلیات دو سو چھبیس (۲۲۶) صفحات پر مشتمل ہے جس میں ایک سو چھتیس (۱۳۶) صفحات کا الگ سے ایک تحقیقی و تنقیدی دیباچہ بھی شامل ہے۔

کلیات کا پہلا باب دیباچہ ہے جو تین ذیلی ابواب پر مشتمل ہے۔ مرتب نے دیباچے میں اقبال کے حالاتِ زندگی، اُن کی شاعری اور تصانیف پر بحث کی ہے۔ دیباچے کے ذیلی عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

الف) اقبال کے مختصر حالاتِ زندگی

ب) اقبال کی شاعری

ج) اقبال کی تصنیفات

دوسرا باب ''مے دو آتشہ'' کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں اقبال کی چھبیس (۲۶) غزلیات شامل ہیں جن کے اشعار کی کل تعداد تین سو پانچ (۳۰۵) ہے۔

تیسرا باب ''نکات'' کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں اقبال کا ظریفانہ کلام شامل ہے۔ یہ چھتیس (۳۶) قطعات ہیں جن کے اشعار کی تعداد ایک سو نو (۱۰۹) جب کہ متفرقات کے عنوان سے آٹھ قطعات بھی شامل ہیں جن کے اشعار کی تعداد اُنیس (۱۹) ہے۔

چوتھا باب ''نقشِ قدرت'' کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں اقبال کی وہ نظمیں شامل ہیں جن میں مناظر قدرت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

پانچواں باب ''فانوسِ حیات'' کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں ایسی نظموں کو شامل کیا گیا ہے جن کا تعلق افکارِ اسلامی سے ہے۔ اس طرح نظموں کے اس حصے میں ننانوے (۹۹) نظمیں شامل ہیں۔ ان نظموں کے اشعار کی تعداد تقریباً دو ہزار ایک سو اڑتالیس (۲۱۴۸) ہے۔ اس طرح مذکورہ کلیاتِ اقبال میں تقریباً کل دو ہزار پانچ سو اکیاسی (۲۵۸۱) اشعار شامل ہیں۔ دیباچہ تحریر کرتے وقت مرتب نے وضاحت کے لیے چند نظمیں جن میں ''نالۂ فراق''، ''التجائے مسافر''، ''ہمدردی''، ''ایک مکڑا اور مکھی''، ''ایک گائے اور بکری'' اور ''ایثارِ صدیق'' دیباچے میں شامل کی ہیں۔ ان نظموں کو دوبارہ کسی حصے میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

کتاب کے آغاز میں علامہ عبداللہ العمادی نے تمہید کے طور پر پانچ صفحات بہ عنوان ''تقریظ'' لکھے ہیں۔ ان کے مضمون کی ابتداء اِن جملوں سے ہوتی ہے:

''آج جب کہ ہماری شاعری گرفت و گیر کی نزاکت میں عیارانہ مشاقی پیدا کرنے کے لیے ''اس طرح کہ گھنگھرو کوئی چھاگل کا نہ بولے'' پر زور دیتی رہی ہے اور جب چھم سے چلیں گود میں چپکے سے اُٹھا لو' کے فلسفے کی عملی تعلیم دینے پر آمادہ ہے۔ سخن سنجی کو دعویٰ ہے کہ مونھ پر مہر لگا دوں کباب کی'' اور سخن سنج یہ مستزاد الاپ رہا ہے کہ داڑھی کو دیا اُس کے لگا بز رقطونا اور بجنے لگی گت'' اس وقت یہ عرض کرنا شاید بے محل نہ ہو کہ ہماری یہی شاعری ملکی وقومی اغراض کے تابع تھی۔''[۴۲]

مولانا عبداللہ العمادی نے اسی اسلوب میں عربی اور فارسی شاعری اور آخر میں اُردو شاعری کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے اس کلیات کا مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔اس کلیات کا دیباچہ بہت مفصل ہے جو مرتب نے بڑی تحقیق و جستجو سے تحریر کیا ہے۔اس کی ضخامت ایک سو چھتیس صفحات ہے۔اس کی طوالت میں کہیں کہیں مبالغہ آرائی بھی موجود ہے۔اس کے بعد اقبالیات پر جتنا بھی لکھا گیا اس سلسلہ میں حیاتِ اقبال اور تفہیم اقبال کی جو شان دار عمارت تیار ہوئی یہ اُس کی خشتِ اوّل ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے منظرِ عام پر آتے ہی اسے بے حد پذیرائی ملی اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت تک اقبال کے اُردو کلام کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا تھا۔لوگ اس انتظار میں تھے کہ جو بے مثل کلام ایک مدت سے اخبارات و جرائد کی زینت بن رہا ہے اُسے کتابی صورت میں منظرِ عام پر آنا چاہیے۔ چنانچہ کلیاتِ اقبال کے شائع ہونے کی خوش خبری مہاراجہ کشن پرشاد ۱۸ر شوال ۱۳۴۳ھ کے ایک خط میں ان الفاظ میں دیتے ہیں:

سٹی پیلس پیش کاری، حیدر آباد، دکن

مائی ڈیئر سر اقبال!

مولوی عبدالرزاق صاحب ایچ۔سی۔ایس اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل اس ریاست کے عہدہ داروں میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔انھوں نے آپ کی اُردو نظموں کو یک جا کر کے ان پر ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے اور یہ مجموعہ خاص کر اہلِ دکن کے لیے مرتب کیا ہے۔اس کو چھپے ہوئے آٹھ دس مہینے ہو چکے ہیں۔دکن کے علمی حلقے میں اس کی اشاعت ضروری سمجھی گئی ہے۔ بانگِ درا کے ساتھ اس کے شائع ہونے کی خواہش ہے۔مولوی صاحب نے مجموعہ چھپوانے سے پہلے اجازت کے لیے آپ کو خط لکھا تھا لیکن وہ ڈاک میں نہیں ڈالا گیا کہ مولوی صاحب علیل ہو گئے۔اگر دیکھا جائے تو انھوں نے ایک مفید کام کیا ہے۔آپ اپنے مُصالح کے خلاف نہ سمجھیں تو کیا عجب ہے کہ ان کی تمنا پوری ہو۔اجازت دیں۔کتاب چھپ چکی ہے اور محتاجِ اشاعت ہے۔

فقط

فقیر شاد[۵]

اقبال کو جب اس کلیات کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس پر خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ابتدائی مشق کے کلام کو شائع نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ کچھ نظمیں اور غزلیں نظر ثانی کی محتاج تھیں۔ اقبال کی مصروفیات اتنی زیادہ تھیں کہ اس کام پر کبھی توجہ دیتے تو کبھی غافل ہو جاتے تھے۔ اخبارات اور رسائل میں شائع ہونے والے کلام میں کتابت کی غلطیاں موجود تھیں۔ بعض نظمیں اور اشعار ایسے تھے جنھیں اقبال حذف کرنا چاہتے تھے۔ مولوی عبدالرزاق کی (ترتیب) کلیاتِ اقبال اور بانگِ درا کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے اپنے بیشتر کلام میں ترامیم کی ہیں۔ بعض نظموں کو خارج کیا گیا، بعض اشعار میں ردو بدل کیا اور بعض مصرعے قلم زد کر دیے اور اُن کی جگہ نئے مفاہیم اور نئے مضامین کو جگہ دی۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے بارے میں خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں کہ:

''عرصے سے احباب مصر تھے کہ اپنا مجموعۂ کلام چھپواؤ، لیکن وہ سن کر ٹال دیتے تھے۔ اس بارے میں یہاں تک ٹال مٹول ہوئی کہ حیدر آباد میں ایک صاحب نے اخباروں اور رسالوں سے اُن کی تمام مطبوعہ نظمیں جمع کر کے اُن کی اجازت کے بغیر اور بغیر اُن کو خبر کیے ایک مجموعہ چھپوا کر فروخت کرنا شروع کر دیا جس سے وہ بہت برہم ہوئے۔ کوئی اچھا شاعر اپنے مختلف زمانوں کا کلام جوں کا توں شائع نہیں کرنا چاہتا۔ بعض نظموں کے متعلق وہ چاہتا ہے کہ دنیا انھیں فراموش کر دے، بعض اشعار میں ردو بدل کرتا ہے، کہیں کچھ مٹاتا ہے، کہیں کچھ اضافہ کرتا ہے۔ کچھ نہ پوچھیے کہ ان صاحب نے کیا غضب کیا اور اقبال کو ان پر کس قدر غصہ آیا۔''[۶]

علامہ اقبال نے اپنے کلام پر نظر ثانی کرتے وقت بہت سی ترامیم کر لی تھیں۔ اس لیے انھیں یہ مجموعہ پسند نہیں آیا اور اس کی فروخت پر پابندی لگا دی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب:

''اقبال اپنے پہلے اُردو مجموعہ بانگِ درا کی اشاعت کا اہتمام کر رہے تھے جب اُن کو صورتِ حال معلوم ہوئی تو خیال آیا کہ اس کلیات کی فروخت ایک محدود علاقے میں متعین کرا دی جائے ورنہ بانگِ درا کی فروخت متاثر ہوگی۔ اقبال کو اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ راشد صاحب سر اکبر حیدری کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں اس لیے اس سلسلے میں اقبال نے سر اکبر حیدری کو ثالث بنایا اور اس کلیات کی فروخت رکوا دی۔''[۷]

اقبال نے بانگِ درا کی ترتیب میں اپنے کلام کا کڑا انتخاب کیا۔ کئی نظموں کے ڈھیلے ڈھالے بند اور کئی اشعار منسوخ کر دیے اور کئی ایک میں ترامیم واصلاح کی۔ گیان چند جین کا

کہنا ہے کہ:

''انھیں حذف کرنے کی واحد وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ بانگِ درا کی تدوین کے وقت وہ شاعر کے ذہن ونظر سے اوجھل تھیں۔''[۸]

اس ضمن میں سیّد عبدالواحد معینی لکھتے ہیں کہ:

''مدتوں علامہ مرحوم کا یہ دستور رہا کہ جب کوئی نظم لکھتے تو اُسے کسی رسالے میں اشاعت کے لیے بھجوا دیتے یا کسی دوست کو دے دیتے۔ جب علامہ کو اُردو کلام کے پہلے کلیات کے شائع کرنے کا خیال آیا تو جو نظمیں با آسانی دستیاب ہوسکیں یا جو اُن کو یاد تھیں صرف وہی نظمیں اس میں شامل کر دی گئیں۔''[۹]

حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے بانگِ درا میں اُس کلام کو جگہ دی جس میں آفاقیت، پختگی اور حیاتِ انسانی کے لیے لافانی پیغام تھا جو اُن کی اجتماعی اور انفرادی صلاحیتوں کو بیدار کرتے ہوئے انھیں جہدِ مسلسل کی طرف راغب کرے، جہاں کہیں جز وقتی، علاقائی اور مقامی رنگ دکھائی دیا اقبال نے اُس کلام کو منسوخ کر دیا۔ کلیاتِ اقبال کی اشاعت سے اس لیے بھی وہ ناخوش تھے کہ انھیں خدشہ تھا کہ اس کلیات میں وہ کلام بھی شامل ہو جائے گا جس کو انھوں نے محذوف کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ ہندوستانی کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت اس کتاب کی اشاعت کو آسانی سے رکوا دیں گے لیکن معلوم یہ ہوا کہ برطانوی ہند کے قانون کے مطابق اس ایکٹ کا نفاذ ریاستوں پر نہیں ہوتا۔ دوسری طرف مولوی سیّد ممتاز علی کے ادارے ''دارالاشاعت پنجاب'' نے جن کو علامہ اقبال نے بانگِ درا کا پورا دو ہزار کا ایڈیشن فروخت کرنے کے لیے دیا تھا یہ زور دینا شروع کر دیا کہ کلیاتِ اقبال کی اشاعت سے بانگِ درا کی فروخت کی رفتار سست پڑ جائے گی۔

اقبال نے اپنے دوست سر اکبر حیدری کی طرف رجوع کیا۔ سر اکبر حیدری نے فوراً اس معاملے کی تحقیق کے لیے ایک تو مولوی عبدالرزاق کو لکھا کہ وہ علامہ اقبال کی نظمیں بغیر اجازت چھاپنے کے الزام کی حقیقت بیان کریں اور دوسری جانب ہوم سیکرٹری کو کہا کہ وہ یہاں سے فروخت ہونے والے کلیات کے سلسلہ میں علامہ اقبال کے حقوق کے تحفظ کی کوئی راہ تجویز فرمائیں۔ علامہ اقبال نے سر اکبر حیدری سے خط و کتابت کے ذریعے یہ طے کروالیا کہ کلیات

کی اشاعت صرف حیدر آباد (دکن) تک ہی محدود رہے گی۔ سر اکبر حیدری نے اپنے دوست کی خاطر ثالث کا کردار ادا کیا اور معاملے کے حل کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ علامہ اقبال، مولوی عبدالرزاق سے مبلغ ایک ہزار روپے رائلٹی وصول کر کے ان کی معذرت قبول کر لیں اور اُن کو صرف حیدر آباد (دکن) کی حدود میں کلیات فروخت کرنے کی اجازت دیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانوی ہند کی کاپی رائٹ کا قانون حیدر آباد (دکن) پر لاگو نہ تھا۔ سر اکبر حیدری کی کوششوں سے مولوی عبدالرزاق نے یہ تجویز منظور کر لی۔ فریقین کے درمیان خطوط کا تبادلہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۷ء تک جاری رہا۔

یہ خطوط ایک تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے انھیں یہاں شامل کیا جاتا ہے۔

۱۰/اگست ۱۹۲۵ء کو سر اکبر حیدری نے علامہ اقبال کو لکھا کہ:

حیدر آباد، دکن

۱۰/اگست ۱۹۲۵ء

میرے پیارے اقبال!

مختصراً آپ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ کے دو خط مجھے مل چکے ہیں اور میں نے فوری طور پر آپ کی نظموں کی طباعت کے الزام کے بارے میں عبدالرزاق صاحب سے دریافت کیا ہے نیز ہوم سیکرٹری سے بھی استفسار کیا ہے کہ اس جگہ آپ کے مطبوعہ کلام کی فروخت کے سلسلہ میں آپ کے حقوق کی بہترین صورت کیا ہوسکتی ہے۔ ان حضرات کے جوابات موصول ہونے پر میں آپ کو مطلع کر دوں گا۔

آپ کا مخلص،

اکبر حیدری [۱۰]

مولوی عبدالرزاق کی طرف سے جواب موصول ہونے کے بعد سر اکبر حیدری نے علامہ اقبال کو لکھا:

حیدر آباد، دکن

۲۰/ستمبر ۱۹۲۵ء

میرے پیارے اقبال!

آپ کا ۱۴ر ستمبر کا خط ملا۔ میں اس خط کے ہمراہ عبدالرزاق صاحب کے نام اپنا خط اور اُن کا جواب منسلک کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے آپ کو تشفی ہو جائے گی۔ جہاں تک حیدر آباد میں کتاب کی رجسٹری کرانے کا تعلق ہے میں نے سیکرٹری محکمہ قانون کو لکھ دیا ہے۔ اُن کا جواب موصول ہونے پر آپ کو مطلع کر دوں گا لیکن انھوں نے فرمایا ہے کہ اس موضوع پر آپ سے براہِ راست مراسلت کر کے انھیں خوشی ہوگی۔

آپ کا مخلص،

اکبر حیدری[11]

درج بالا خط میں اکبر حیدری نے مولوی عبدالرزاق کے جس خط کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

۷ر ستمبر ۱۹۲۵ء

عبدالرزاق گارڈنز

جناب والہ! میں اپنے ۶ر ستمبر کے خط میں وضاحت کر چکا ہوں کہ میں اپنی کتاب کا دوسرا ایڈیشن نکالنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ سر اقبال نے اپنی نظموں میں کافی ترمیم کر لی ہے۔ نظر ثانی شدہ نظموں اور اُن کے اپنے منتخب کلام کا جائزہ ایڈیشن کی موجودگی میں مجھے اپنا مجموعہ دوبارہ چھاپنے کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ مزید برآں آپ کو معلوم ہی ہے کہ کلیات کی طباعت سے مجھے مالی منفعت مقصود نہیں۔ لہٰذا میں یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے مجموعے کا دوسرا ایڈیشن نہیں چھپواؤں گا۔ ہاں اگر کوئی شخص مقدمہ چھاپنا چاہے تو بڑی خوشی سے اس کی اجازت دے دوں گا۔ مجھے توقع ہے کہ آپ سر اقبال سے کہیں گے کہ وہ اس قضیے کو جلد ختم کر دیں گے۔

آپ کا خادم،

ایم۔اے رزاق[12]

اسی اثناء میں امین جنگ نواب احمد حسین نے بھی علامہ اقبال کو اسی سلسلہ میں ایک خط لکھا جو حسب ذیل ہے:

کنگ کوٹھی، حیدر آباد، دکن

۱۸/ جولائی ۱۹۲۵ء

میرے پیارے سر اقبال!

عبدالرزاق صاحب کو باقاعدہ اجازت دینے کے سلسلے میں آپ کی دشواری کو میں خوب سمجھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ انھوں نے آپ کی نظمیں چھاپنے میں فرنچ لیو(کھلی چھٹی) لے لی ہے۔

میرے خیال میں انھوں نے برطانوی ہند کے کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کی ہے جو ریاست حیدر آباد میں لاگو نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ریاست حیدر آباد اور برطانوی ہند کے مابین کوئی معاہدہ یا سمجھوتا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ انھیں اس لیے معاف کر دیں گے کہ آپ ایک آفاقی شاعر ہیں اور آپ کا کلام ساری دنیا کا ورثہ ہے۔ میں عبدالرزاق صاحب کو ذاتی طور پر اُس وقت تک نہیں جانتا تھا جب تک انھوں نے اپنے کلام کا نسخہ نہیں بھیجا اور میں نے اُن کو شکریہ کا خط نہیں لکھا۔

میں اُن کا خط منسلک کر رہا ہوں، آپ کو اس خط کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

آداب وتسلیمات کے ساتھ

آپ کا مخلص

احمد حسین

امین جنگ[۱۳]

اس کے بعد سر اکبر حیدری کے ذریعے مولوی عبدالرزاق کی ایک اور درخواست موصول ہوئی جسے بھیجتے ہوئے سر اکبر حیدری نے اقبال کو لکھا:

حیدر آباد، دکن

۵/ اکتوبر ۱۹۲۵ء

میرے پیارے اقبال!

میں اس کے ساتھ آپ کو عبدالرزاق کا وہ خط بھیج رہا ہوں جو ابھی، ابھی موصول ہوا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اس سے یہ قضیہ بغیر کسی مزید پیچیدگی کے ختم ہو جائے گا۔

آپ کا مخلص،
اکبر حیدری[۱۴]

حیدرآباد دکن سے مولوی عبدالرزاق نے اکبر حیدری کی طرف جو خط لکھا وہ یہ ہے:

۴/ اکتوبر ۱۹۲۵ء

عبدالرزاق گارڈنز

جناب عالی!

آپ کے گزشتہ والا نامے کا بے حد شکریہ۔ میرا خیال ہے کہ سر اقبال کا رویہ عام طور پر بہت اچھا ہے، لیکن بعض معمولی جزئیات میں وہ میرے ساتھ سخت گیری کر رہے ہیں۔ اُن کا اصرار ہے کہ میری کتاب برطانوی ہند میں طبع نہ ہو۔ اس طرح اُن کی ضد کے سامنے میرا اس معاملے میں کچھ اور کہنا لاحاصل ہے۔ ایک بات میرے خیال میں حق بجانب معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ چونکہ کتاب کی فروخت کا دائرہ بہت محدود ہوگا اس لیے سر اقبال کو موجودہ رقم کی ادائیگی کے لیے کوئی میعاد مقرر نہیں کرنی چاہیے۔ میں اس امر کا خیال رکھوں گا کہ رقم انھیں ضرور ادا کی جائے لیکن اس وقت جب کافی کتابیں فروخت ہوچکیں تاکہ میرے ناشرین وہ رقم ادا کرنے کے قابل ہوسکیں۔

مجھے توقع ہے کہ اب کوئی مزید پیچیدگی پیدا نہیں ہوگی اور آپ اور سر اقبال میرے موقف کی تائید فرمائیں گے۔ اس معاملے میں آپ کی مسلسل دلچسپی باعثِ تشکر ہے۔

آپ کا مخلص،
ایم۔ عبدالرزاق[۱۵]

اس خط کے بعد اقبال نے سر اکبر حیدری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا:

ڈیئر مسٹر حیدری!

آپ کے خط کا شکریہ جس کے ساتھ عبدالرزاق کا خط ملفوف ہے بہت شکریہ مجھے رقم کی ادائیگی کے سلسلہ میں اُن کی مہلت منظور ہے۔ افسوس کہ مجھے اس کی برطانوی ہندوستان سے باہر فروخت پر اصرار کرنا پڑا۔ میرا مطلب سلطنتِ نظام سے ہے کیوں کہ جن لوگوں سے مجھے

معاملہ کرنا ہے وہ اس شرط کے بغیر معاہدے کے لیے تیار نہ ہوں گے اور میں ان کے نقطۂ نظر سے درست جانتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ اب وہ لوگ معاہدہ کی تکمیل کر دیں گے حالانکہ مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ مجھے ذاتی طور پر ایک ہزار روپے کی ادائیگی کا بھی ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔

مجھے اُمید ہے کہ عبدالرزاق صاحب نے یہ محسوس کرلیا ہوگا کہ میں اس فیصلے، سے جو آپ کی مہربانی سے طے پایا ہے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ان تمام تکلیفوں کا جو آپ نے اُٹھائی ہیں میں شکرگزار ہوں۔

آپ کا مخلص،
اقبال[۱۶]

معاملات کی افہام وتفہیم کے باوجود یہ معاملہ ختم نہ ہوا بلکہ اس کے بعد بھی فریقین میں خط وکتابت جاری رہی۔ مولوی عبدالرزاق نے شرائط کی تکمیل میں کچھ غفلت برتی جس پر سر اکبر حیدری نے علامہ اقبال کے یاد دلانے پر انھیں اس طرح مخاطب کیا۔

حیدر آباد، دکن

۲۱ راگست ۱۹۲۶ء

ڈیئر مسٹر عبدالرزاق!

مجھے سر اقبال کی طرف سے ایک مراسلہ موصول ہوا ہے جس کی نقل منسلک ہے۔ میں انھیں کیا جواب دوں۔ میرا خیال تھا کہ آپ نے اب تک تمام بقیہ اختلافات کا تصفیہ کرلیا ہوگا اور اُن کی تکمیل کر رہے ہوں گے۔

آپ کا مخلص،
اکبر حیدری[۱۷]

اس خط کے جواب میں مولوی عبدالرزاق نے لکھا:

اے۔جی آفس

۱۷۔۱۱۔۳۵۔فصلی

میرے محترم!

آپ کے کل والے خط کا بے حد شکریہ! میں آپ کے فیصلے پر عمل کر رہا ہوں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سر اقبال کو اس معاملے میں کوئی غلط فہمی ہے۔ میں جلد ہی مفصل لکھوں گا۔

آپ کا بے حد مخلص،
عبدالرزاق[۱۸]

سر اکبر حیدری نے مولوی عبدالرزاق کا جواب اقبال کو ان الفاظ میں لکھا:

حیدر آباد، دکن

۲۳/اگست ۱۹۲۶ء

میرے پیارے دوست سر اقبال!

آپ کے ۱۵/اگست کے خط کے مطابق میں نے عبدالرزاق صاحب کو لکھ دیا تھا اور اُن کا جواب حاضر ہے۔ جونہی اُن سے کوئی اور بات معلوم ہوئی میں آپ کو مطلع کر دوں گا۔

آپ کا مخلص،
اکبر حیدری[۱۹]

اس خط کے موصول ہونے کے بعد سر اکبر حیدری نے علامہ اقبال کو مطلع کیا کہ:

حیدر آباد، دکن

۲۷/ستمبر ۱۹۲۶ء

میرے پیارے اقبال!

آپ کا ۲۴/ستمبر کا خط ملا۔ میں آپ کے خط کے پیرا گراف نمبر ۹ کے حوالے سے آپ کو فوراً مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ شروع ہی سے میرا نقطۂ نظر وہی رہا ہے جو آپ کا ہے۔ میرے خیال میں عبدالرزاق صاحب کو آپ کا کلام طبع کرانے سے پہلے دیانت دارانہ طور پر آپ سے اجازت حاصل کرنی چاہیے تھی اور جب آپ نے اعتراض کر ہی دیا تو اُن کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مطبوعہ کتب آپ کے حوالے کر دیتے کہ آپ انھیں جس طرح چاہیں استعمال کریں۔ میں شروع سے آخر تک ایک ثالث کا کردار ادا کرتا رہا ہوں کہ سمجھوتے کی کوئی مناسب صورت نکل آئے۔ میں آپ کے ایک خط کی نقل عبدالرزاق صاحب کو بھیج رہا ہوں کہ اُن کے مندرجات

سے جہاں تک اُن کا تعلق ہے اس کی مکمل طور پر فوری تعمیل کریں۔

اُمید ہے کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔نہایت احترام کے ساتھ۔

آپ کا مخلص،
اکبر حیدری[۲۰]

اس خط کے بعد ساری کش مکش ختم ہوگئی اور سر اکبر حیدری کی فہمائش پر مولوی عبدالرزاق نے اپنا پہلا ایڈیشن صرف حیدر آباد تک ہی محدود رکھا۔ دوسرے ایڈیشن کی نوبت اس لیے نہیں آئی کہ اقبال نے اپنے کلام میں بہت سی ترامیم کر لی تھیں دوسری اہم بات یہ تھی کہ مولوی عبدالرزاق کی یہ کاوش کسی مالی فائدے کے لیے نہیں تھی بلکہ اقبال اور کلامِ اقبال سے گہری محبت کی وجہ سے تھی۔ انھوں نے اس کلیات کی ترتیب پر بے حد محنت کی اور اس کی طباعت اور اشاعت پر ایک کثیر رقم بھی خرچ کی۔ فریقین کے درمیان خط و کتابت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرزاق نے کلیات کی اشاعت کے وقت اجازت نہیں لی تھی۔ مولوی عبدالرزاق کا بیان ہے کہ:

۱) کلیاتِ اقبال میں علامہ اقبال کی تحریری اجازت کے بعد شائع کی تھی۔

۲) میں نے ایک ہزار روپے علامہ اقبال کو بطور رائلٹی دیے تھے۔ خلیفہ عبدالحکیم کے ذریعے رقم کی ادائیگی کی گئی تھی۔ خلیفہ علی گڑھ میں میرے ہم جماعت تھے اور ہم کمرہ تھے اور حیدر آباد میں میرے مخلص دوستوں میں سے تھے۔

۳) میں نے پانچ سو جلدیں چھپوائی تھیں مگر مالک مطبع نے بددیانتی سے ایک ہزار جلدیں الگ طبع کر لی تھیں جس کا مجھے بروقت علم نہ ہوسکا۔

۴) کوئی دو سو جلدیں مفت تقسیم کی گئیں باقی تین سو پبلشر کو دے دی گئی تھیں جو وہ فروخت کرتا رہا۔

۵) علامہ کی خواہش کے احترام میں بیرون ریاست فروخت نہ کرنے پر میں رضامند ہوگیا تھا۔[۲۱]

مولوی عبدالرزاق کے بیان اور خطوط کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولوی عبدالرزاق نے کلیاتِ اقبال کی طباعت تو علامہ اقبال کی اجازت کے بغیر ہی کرائی

تھی مگر جب یہ معاملہ علامہ کے علم میں آیا تو انھوں نے ایک ہزار روپیہ لے کر عبدالرزاق کو باقاعدہ اجازت دے دی کہ وہ یہ کلیات فروخت کریں مگر یہ اجازت مشروط تھی کہ کلیات کی فروخت محض حیدرآباد دکن تک ہی محدود ہو جائے۔ اگرچہ یہ کلیات حیدرآباد دکن تک ہی محدود رہا لیکن اس کا دیباچہ نہایت مفصل اور وقیع ہے۔ دیباچہ پڑھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرزاق کا شعری ذوق نہایت پختہ اور اعلیٰ تھا۔

علامہ اقبال کی شاعرانہ خصوصیات کے تحت مولوی عبدالرزاق نے نہایت بصیرت افروز بحث کی ہے۔ اس ضمن میں وہ دیباچے میں لکھتے ہیں کہ:

''اقبال کے کلام کا بغور مطالعہ کیجیے تو آپ محسوس کریں گے کہ ایک شعر کی دیبی نغمہ خواں ہے۔ میر کا سوز و گداز، غالب کی جدت و اجتہاد، مومن کی نازک خیالی، ذوق کی روانی اور صفائی، درد کی تاثیر و دل آویزی، شیکسپیئر کی فطرت نگاری، ملٹن کی پروازِ فکر، شیلی کی شیریں کلامی، ورڈز ورتھ کی نیچر پسندی، ٹیسن کی فصاحت، کولرج کی موسیقی، کوپر کی تخیل اور گوئٹے کی حکمت شعاری یہ سب اُن کے کلام میں جمع ہیں۔ یہ اُن کے کمالِ فن کی دلیل ہے کہ وہ باہمہ اور بے ہمہ ہیں یعنی وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تاہم دوسرے اساتذہِ فن کے رنگ میں شعر کہنے پر ایسی ہی قدرت رکھتے ہیں جیسی اپنے طرزِ کلام پر۔''[۲۲]

مولوی عبدالرزاق نے کلامِ اقبال پر جو رائے دی ہے اگرچہ وہ تاثراتی ہے مگر مشرق و مغرب کی شاعری پر اُن کی وسیع النظری کا ثبوت دیتی ہے۔ مرتب نے بڑی تحقیق و جستجو کے بعد سے ملک کے کونے کونے سے اخبارات و رسائل سے اقبال کے کلام کو جمع کیا، اُس کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں اقبال کے کلام پر کسی نے رائے دی یا کسی اخبار یا رسالے میں کلامِ اقبال، فن شخصیت یا کسی دیگر پہلو پر کوئی مضمون شائع ہوا اُسے مرتب نے بڑی محنت سے محفوظ کر کے اسے کلیات کے دیباچے میں شامل کیا ہے۔ اس دیباچے میں اقبال کی زندگی اور شاعری سے متعلق چند ایسے ماخذات کی نشان دہی کی ہے جو انھی کی کوششوں اور توجہ سے سب سے پہلے سامنے آئے ہیں اور بعد میں اقبال شناسی کی جو سربلند عمارت کھڑی ہوئی اس کی بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ مثلاً دیباچے میں شامل سر ذوالفقار علی خان کے یہ تاثرات جو اس کلیات کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتے:

''اگر ایران تختِ طاؤس پر نازاں ہے اور اگر تاجِ برطانیہ اپنے کوہِ نور پر فخر کرتا ہے تو بے شبہ

اقبال بھی ہر ملک کے دربارِ علم کا درخشاں گوہر ہے۔ ان کا کلام مستقبل کے لیے ایک اُمید ہے۔ خصوصاً زوال یافتہ اور درماندہ قوموں کے دوبارہ زندہ کرنے کے لیے وہ بہ منزل سنگِ بنیاد ہے۔ پژمردہ اقوام کے لیے اُن کے پاس اکسیر ہے اور جارحانہ شہنشاہی کے لیے ایک تنبیہ۔ اُن کی نظموں نے اہلِ ہند کے دلوں کو تڑپا دیا ہے جب ساری کی ساری قوم گہری نیند سو رہی تھی اور اخلاقی ترقی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ نوجوانانِ وطن نے یہ محسوس کرلیا کہ پست ہمتی عظمت کے منافی ہے چنانچہ انھوں نے شاعر کی طرح اس بات کا ارادہ کرلیا کہ بجائے زمانے کا ساتھ دینے کے خود زمانے کو اپنے ساتھ لے لینا چاہیے۔''[۲۳]

علمی، ادبی اور عوامی حلقوں میں اس کلیات کو بے حد پسند کیا گیا اگرچہ ریاست حیدرآباد دکن سے باہر اس کلیات کی فروخت پر پابندی تھی لیکن اس کے باوجود مولوی عبدالرزاق نے بطور تحفہ کلیات کے نسخے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر اہلِ ذوق کو بھجوائے۔ اکثر احباب نے کلیات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار بھی کیا۔ پروفیسر نکلسن نے کیمرج سے لکھا:

''آپ کے انتخابات اقبال کی ہمہ گیر تنقید زندگی کی ایک عمدہ تصویر پیش کرتے ہیں اور ان کی ترتیب میں آپ کے ذوقِ سلیم کا پتہ چلتا ہے۔''[۲۴]

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے کلیات کے مطالعے کے بعد اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

''قابل مرتب نے اپنے دیباچے میں اقبال کی شاعری پر بہت طولانی بحث کی ہے اور بعض جگہ مبالغے سے کام لیا ہے مگر کوئی خاص بات پیدا نہیں کی تاہم اس میں بہت سی معلومات اور حالات جمع کردیے ہیں جن کا علم عام طور پر نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے بہت محنت کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ابتداء سے اقبال کے کلام سے عشق تھا اور ان کی نظموں کو سینت سینت کر رکھا تھا اور اس شوق کا نتیجہ ہے کہ یہ مجموعہ مرتب ہوا۔''[۲۵]

کلیاتِ اقبال پر سردار امراؤ سنگھ جو علامہ اقبال کے بڑے مداح تھے اقبال سے اُن کے دیرینہ اور دوستانہ مراسم تھے۔ اُن کے ایک مضمون کا اقتباس مولوی عبدالرزاق نے دیباچے میں شامل کیا ہے، لکھتے ہیں:

''اقبال کا کلام بھگوات گیتا سے کم نہیں جس کا لب لباب یہ ہے کہ جماعتِ انسانی کی بقاء اور ترقی کے لیے اُس مذہبی فلسفے سے کام لینا چاہیے جس سے علیحدہ ہوکر اور جس کو نظر انداز کرکے سوسائٹی یکسر برباد و تباہ ہوجاتی ہے اور اسی میں برہمنوں کی اصلاح کا راز مضمر مانا گیا تھا۔ شاعر کی

دور بین نظروں نے پہلے ہی سے اس ابتری اور زوال کو دیکھ لیا تھا جو یورپ کی مادہ پرستی، دنیا کے لیے پیدا کرنے والی تھی جس کو شروع شروع میں ترقی وتمدن کا نقیب سمجھا گیا تھا۔''[۲۶]

علامہ اقبال ۱۹۲۹ء میں خطباتِ مدارس کے سلسلے میں حیدر آباد دکن گئے تو مولوی عبدالرزاق نے اُن سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں علامہ اقبال اور مولوی عبدالرزاق کے مابین بات چیت ہوئی۔ علامہ اقبال نے کہا:

''آپ نے جو میری نظموں کا دیباچہ لکھا ہے آپ کے کلچر اور نصب العین کا پتہ دیتا ہے میں اس کے لیے کما حقہٗ شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔''

اس کے جواب میں مولوی عبدالرزاق نے کہا:

''آپ نے کلیاتِ اقبال کی اشاعت کی جو اجازت عطا کی اس کے لیے میں سراپا سپاس ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ کلیات شعرائے دکن کے حق میں اکسیر ثابت ہوئی ہے اور انھوں نے اس سے کما حقہٗ استفادہ کیا ہے۔ اس کے مطالعے سے شعرائے دکن کی کایا پلٹ گئی ہے اور شاعری کی پگڈنڈی ہی بدل گئی ہے۔''[۲۷]

مولوی عبدالرزاق نے ۱۹۲۳ء میں کلیاتِ اقبال کا دیباچہ تحریر کیا تھا۔ اُس وقت علامہ اقبال کے فکر و فن پر بہت کم تصانیف منظر عام پر آئی تھیں۔ اس لیے کلیاتِ اقبال علامہ اقبال کے فکری اور فنی ارتقاء کو سمجھنے میں ہماری معاونت کرتا ہے۔ اس کلیات کی بدولت ہم اقبال کے ابتدائی کلام کی اصل شکل سے متعارف ہوئے ہیں۔

اس کلیات میں شامل اصناف اور اشعار کے اعداد و شمار اس طرح ہیں:

اصناف	تعداد	کل اشعار تقریباً
نظمیں	۹۹	۲۱۴۸
غزلیات	۲۶	۳۰۵
متفرقات	۸	۱۹
نکات	۳۶	۱۰۹
		۲۵۸۱

''بانگِ درا'' از: اقبال:

مولوی عبدالرزاق کا ترتیب دیا ہوا کلیاتِ اقبال اور دیگر چند بغیر اجازت چھپنے والے کلام کے انتخابات ایسے واقعات تھے جنھوں نے اقبال کو سنجیدگی کے ساتھ بانگِ درا کی اشاعت کی طرف متوجہ کیا۔ اقبال اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے کبھی اس طرف توجہ دیتے اور کبھی غافل ہو جاتے تھے۔ اقبال کے اُردو کلام کو عوام الناس میں بے حد مقبولیت حاصل تھی۔ اُن کا کلام مختلف اخبارات اور رسائل میں چھپ رہا تھا جسے لوگ نقل کر لیتے تھے۔ اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے کلام میں کتابت کی غلطیاں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ بہت سے اشعار، الفاظ اور نظمیں ایسی تھیں جنھیں اقبال شائع نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن اُن کے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ وہ اس طرف توجہ دے سکیں کہ اُردو کلام کا مجموعہ مرتب ہو سکے۔ اس کے باوجود اُن کے دل میں یہ خواہش موجود تھی کہ جلد از جلد یہ کام مکمل ہو۔ دوست اور مداح بھی مسلسل خطوط کے ذریعے تقاضا کر رہے تھے کہ وہ اپنا مجموعۂ کلام مرتب کریں۔

۱۱؍ مارچ ۱۹۰۳ء کے ایک خط میں منشی سراج الدین کو لکھتے ہیں:

''ترتیبِ اشعار کی خود مجھے فکر ہو رہی ہے مگر یہ خیال ہے کہ ابھی کلام کی مقدار تھوڑی ہے۔ بہر حال جب یہ کام ہوگا تو آپ کے صلاح مشورے کے بغیر نہ ہوگا۔''[۲۸]

اُردو کلام کے مجموعے کی ترتیب کے سلسلہ میں ایک اور خط شاطر مدراسی کے نام ہے جو اقبال نے ۲۹؍ اگست ۱۹۰۸ء کو تحریر فرمایا۔ اس خط میں اقبال نے نہ صرف اُردو مجموعۂ کلام کی ترتیب سے انکار کیا بلکہ شعر گوئی کو ترک کرنے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''آپ میرے مجموعے کی نسبت دریافت کرتے ہیں میں کیا اور کلام کیا، نہ مجھے اِن اوراقِ پریشان کے جمع کرنے کی فرصت ہے اور نہ حقیقت میں ان کی ضرورت ہے۔ محض دوستوں کے دل بہلانے کے لیے کبھی کبھی کچھ لکھتا ہوں اور وہ بھی گزشتہ تین سال سے بہت کم اتفاق شعر گوئی کا ہوتا ہے اور اب تو میں پیشہ ہی اس قسم کا اختیار کرنے (کو) ہوں جس کو شعر گوئی سے کوئی نسبت نہیں۔''[۲۹]

عطیہ بیگم کے نام علامہ اقبال کے دو خط ملتے ہیں جن میں اقبال نے ایک شخص کا ذکر کیا ہے جس نے مجموعہ کی اشاعت کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کی ہیں کہ وہ خود مقدمہ لکھ کر

اسے ہندوستان کے بہترین مطبع سے شائع کروائے گا، لکھتے ہیں:

''نظموں کی اشاعت کے لیے مختلف حصص ملک سے تقاضے آ رہے ہیں۔ ایک صاحب جنھیں آپ سے ملاقات حاصل ہے، اپنی خدمات اس سلسلہ میں پیش کی ہیں کہ وہ مقدمہ خود لکھیں گے۔ ہندوستان کے بہترین مطبع میں اسے زیورِ طبع سے آراستہ کرائیں گے اور جرمنی میں اس کی جلد بندھوائیں گے لیکن مجھ میں اب شاعری کے لیے کوئی ولولہ باقی نہیں رہا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے میری شاعری کا گلہ گھونٹ دیا ہے اور محرومِ تخیل کر دیا گیا ہوں۔''[۳۰]

عطیہ فیضی کے نام ہی ایک اور خط جو اقبال نے ۷/جولائی ۱۹۱۱ء کو تحریر کیا اس خط میں انھوں نے اپنے ایک دوست کے متعلق بتایا ہے کہ جس نے ایک بیاض بھیجی ہے اور ایک کاتب کو نظمیں اور غزلیں خوش خط لکھنے کے لیے مقرر کیا ہے، لکھتے ہیں کہ:

''ایک دوست نے میری نظموں کی بیاض ارسال فرمائی ہے۔ کاتب انھیں خوش خط لکھ رہا ہے۔ جب کتابت ختم ہو چکے گی تو نظرثانی کروں گا جو نظمیں اشاعت کے قابل سمجھی جائیں گی انھیں دوبارہ لکھواؤں گا اور ایک نقل آپ کی خدمت میں بھی پیش کروں گا۔ ممنونیت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ کی مسرت ہی میرا اصل ہے۔''[۳۱]

اسی خط میں آگے لکھتے ہیں کہ وہ اپنی اشاعت کا انتخاب کس طرح چاہتے ہیں:

''اشاعت کے لیے انتخاب میرے لیے ایک مشکل مرحلہ ہے۔ گزشتہ پانچ چھ سال سے میری نظمیں زیادہ تر پرائیویٹ نوعیت کی حامل ہیں اور میں سمجھتا ہوں پبلک کو انھیں پڑھنے کا حق نہیں، بعض تو میں نے تلف کر ڈالی ہیں تا کہ کوئی انھیں چرا کر شائع نہ کر دے۔ بہر حال دیکھوں گا اس سلسلہ میں کیا کیا جا سکتا ہے۔''[۳۲]

اقبال کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے مجموعہ کی ترتیب کا کام تقریباً ۱۹۱۱ء سے شروع کیا لیکن فرصت نہ ملنے کے باعث وہ اس کام پر مکمل توجہ مرکوز نہ رکھ سکے۔

۳/اپریل ۱۹۱۹ء کو مولانا سیّد سلیمان ندوی کے نام آپ نے اپنے ایک مکتوب میں اُردو کلام کا مجموعہ شائع نہ ہو سکنے کی وجہ بیان کی، لکھتے ہیں:

''مجموعہ اب تک مرتب نہ ہو سکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اب ان تمام نظموں پر نظرثانی کرنا چاہتا ہوں جس کے لیے فرصت نہیں ملتی۔ ان شاء اللہ بعد از نظرثانی شائع کر دوں گا۔''[۳۳]

علامہ اقبال کو اُردو مجموعۂ کلام کی اشاعت کے سلسلے میں مالی اعانت کی پیش کش بھی ہوئی

لیکن اُن کی غیرتِ فقر نے اسے قبول نہ کیا۔ ۲۳/دسمبر ۱۹۲۰ء کے ایک مراسلہ میں لاہور ضیاء الدین برنی کے نام اپنے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں

''میں مجموعہ مرتب کر رہا ہوں کچھ نظموں کی نظر ثانی باقی ہے۔ بعض دولت مند دوستوں نے اسے نہایت عمدہ کاغذ پر چھاپنے کا تہیہ کیا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ روپیہ وہ خرچ کریں اور فائدے تمام و کل میں اُٹھاؤں، دل اس کے قبول کرنے میں بھی متامل نہیں ہے۔''[۳۴]

کلامِ اقبال کی اشاعت کے سلسلہ میں چودھری محمد حسین نے روزنامہ ''زمیندار'' کے ایڈیٹر کو تحریر کیا کہ علامہ کا اُردو مجموعۂ کلام زیرِ ترتیب ہے اور تقریباً ۱۹۲۴ء کے نصف اوّل میں منظرِ عام پر آ جائے گا۔ انھوں نے تحریر کیا کہ:

''علامہ ممدوح کا اُردو کلام اس وقت مرتب ہو رہا ہے اور قوّی اُمید ہے کہ ۱۹۲۴ء کے نصف اوّل میں طبع ہوکر پبلک تک پہنچ جائے گا۔ حسن کلام، حسن ترتیب و تدوین کا اتنا محتاج ضرور ہے کہ تھوڑا عرصہ مسلسل ممدوح کو اپنی طرف متوجہ رکھے۔ جس طرح آپ سالہا سال سے سن رہے تھے اُردو کلام شائع ہوگا اور اب تک شائع نہ ہوا۔ یہ آپ کا سننا اور سنانا بھی اسی سلسلہ میں ہے۔ اُردو کلام اب واقعی مرتب ہو رہا ہے اور واقعی تھوڑے عرصے تک شائع ہو جائے گا۔''[۳۵]

بانگِ درا کی اشاعت اور دیباچے کی تصانیف کی اطلاع علامہ اقبال نے خان نیاز الدین کو ۱۳/جولائی ۱۹۲۴ء کے ایک خط میں اِن الفاظ میں دی:

''اُردو مجموعہ چھپ گیا ہے۔ قریباً دو ہفتہ تک بالکل تیار ہو جائے گا۔ شیخ عبدالقادر صاحب اس کا دیباچہ لکھ رہے ہیں جو کل ان شاء اللہ ختم ہو جائے گا۔ اس کی لکھائی، چھپائی میں ایک ہفتہ لگ جائے گا۔''[۳۶]

بالآخر بانگِ درا شیخ عبدالقادر کے تحریر کردہ مفصل دیباچے کے ساتھ پہلی بار ستمبر ۱۹۲۴ء کو کریمی پریس لاہور کی جانب سے شائع ہوئی۔ اس کی ضخامت ۳۳۶ صفحات تھی۔ اس کی اشاعت پر کافی خرچہ ہوا تھا۔ اس رقم کی وصولی میں کافی عرصہ لگا۔ اس کے علاوہ فروخت کے جھنجھٹ کے لیے علامہ اقبال کے پاس وقت نہیں تھا لہٰذا انھوں نے پورے دو ہزار نسخے شمس العلماء مولوی ممتاز علی کی فرم کے سپرد کر دیے تھے۔ مولوی ممتاز علی نے اپنا کمیشن وضع کر کے کتابوں کی قیمت یک مشت ادا کر دی تھی۔[۳۷]

بانگِ درا کی اشاعت کا مرحلہ طے ہوا اور اقبال نے شیخ مبارک علی کے نام خط جو ۲۶ راگست ۱۹۲۴ء کو تحریر کیا اُس میں انھوں نے بتایا کہ:

بانگِ درا کی طباعت وغیرہ کا بل کریمی پریس کی طرف سے میرے پاس آ گیا ہے جس کو میں ادا کروں گا۔ آپ اسے ادا کرنے کی زحمت گوارا نہ کرنا لیکن عبدالمجید صاحب کاتب کا ''بل'' ابھی تک میرے پاس نہیں آیا۔ اگر آپ نے ادا کر دیا تو بہتر اگر ابھی تک ادا نہیں ہوا تو اطلاع دیجیے کہ اس سے بل منگوا کر ادا کر دیا جائے۔''[۳۸]

بانگِ درا کا پہلا ایڈیشن جو چھپا تھا اسے میسرز ممتاز علی اینڈ سنز ریلوے روڈ لاہور نے فروخت کیا جس سے اقبال کو ۶۶ فی صد آمدنی ہوئی اور ۳۳ فی صد کتب فروش نے کمایا۔ معاہدے کی رو سے منشی ممتاز علی اس کی فروخت کے ذمہ دار تھے اور آمدنی کا تخمینہ ۸۵۰۰ روپے لگا تھا۔[۳۹] بانگِ درا کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اس زمانے میں علامہ اقبال کو سب سے زیادہ آمدنی اسی کتاب سے ہوئی۔ مثال کے طور پر ۲۵۔۱۹۲۴ء کے مالی سال میں بانگِ درا کی فروخت سے ۵۵۰۰ روپے آمدنی ہوئی اور پانچ سو روپے رائلٹی ملی۔[۴۰] بانگِ درا کی مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس سے پہلے اقبال کا فارسی کلام ہی یک جا ہو کر کتابی شکل میں آیا تھا اور فارسی کلام سے صرف اہلِ علم ہی استفادہ کر سکتے تھے لیکن اُردو کلام سے ہر ایک مستفیض ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے مطابق:

''بانگِ درا ہماری قومی اور سیاسی تاریخ کے ایک پورے ربع میں عوام کے جذبات و احساسات کی ترجمان تھی اور اقبال عوام میں جانے پہچانے گئے اور ان کے محبوب بنے تو اصلاً اُردو کلام کی وجہ سے۔ پھر اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ کلام کی ترتیب تاریخ وار ہوئی۔ اس طرح عوام اس قابل ہوئے کہ علامہ کے فکری ارتقاء سے آگاہ ہو سکیں۔''[۴۱]

بانگِ درا جب منظرِ عام پر آئی تو عوام الناس نے خوب پذیرائی بخشی اور اہلِ علم و دانش نے اس پر اپنی رائے کا اظہار بھی کیا۔ مولوی عبدالحق نے رسالہ ''اُردو'' اکتوبر ۱۹۲۴ء کی اشاعت میں بانگِ درا پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ مولوی عبدالحق نے لکھا:

''اقبال اس وقت اُردو کے سب سے مقبول اور اعلیٰ شاعر ہیں۔ ان کا کلام اب تک متفرق تھا اور ایک جا جمع ہو کر شائع نہیں ہوا تھا۔ ان کے کلام کے دلدادہ اس سے مطمئن نہ تھے اور ایک مدت سے منتظر اور مشتاق تھے کہ سارا مجموعہ کتاب کی صورت میں شائع ہو جائے کس قدر

مسرت کی بات ہے کہ وہ آب دار موتی جو اب تک بکھرے ہوئے تھے ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہمارے سامنے موجود ہیں جن کی جوت سے آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔ کتاب کھولتے ہی پہلی نظم جس پر نظر پڑتی ہے وہ ''ہمالہ'' ہے۔ کوہِ ہمالہ ہندوستان کی شان وشوکت کا نشان اوراس کے حفظ و امن کا پاسبان ہے۔ ہندوستان کا بچہ بچہ اسے جانتا ہے اوراس پر فخر کرتا ہے۔ جس شاعر کی ابتداء ''کوہِ ہمالہ'' ہو اُس کی انتہا کیا ہوگی۔ اقبال کے لیے اس میں نیک شگون پاتا ہوں۔''[۴۲]

مولانا غلام رسول مہر نے بانگِ درا پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا:

''اقبال کی اُردو شاعری نے جس کے مجموعہ نے بانگِ درا کا نام پایا اتنا کیا کہ سوتوں کو جگایا اور ان کو بتایا کہ تم مقیم نہ تھے مسافر تھے، کارواں تھے۔ منزلِ مقصود کہاں اور تم طویل و دشوار گزار راہ کے اس ابتدائی مقام پر دم لینے کے بہانے بیٹھے، لیٹے اور پھر سو ہی گئے اور ایسے سوئے کہ کروٹ نہ لی۔''[۴۳]

اقبال کا کلام مختلف اوقات میں مختلف رسائل وجرائد کی زینت بنتا رہا۔ عبدالرزاق کے ترتیب کردہ کلیاتِ اقبال اور بانگِ درا میں شامل کلام کے متون کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اقبال نے اپنے کلام میں بہت سی ترامیم کی ہیں۔ یہ ترامیم کہیں الفاظ کا ردوبدل ہے تو کہیں خیالات کی تبدیلی ہے، کہیں اشعار ومصرعوں میں تبدیلیاں ہیں تو کہیں پوری پوری نظمیں متروک کر دی گئی ہیں۔

اقبال نے بانگِ درا کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ یہ تین حصے اُن کے فکری ارتقاء کو سمجھنے میں معاون ہیں۔ پہلے حصے میں ۱۹۰۵ء تک کا کلام شامل ہے۔ دوسرے حصے میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء اور تیسرے حصے میں ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۲۴ء تک کے کلام کو جگہ دی گئی ہے۔

بانگِ درا کی ترتیب میں جو اصناف شامل ہیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اصناف	تعداد	کل اشعار تقریباً
نظمیں	۱۴۳	۲۰۲۴
غزلیات	۲۸	۲۲۱
ظریفانہ	۲۹	۹۴
		۲۳۳۷

☆☆☆☆☆

حوالے، حواشی وتعلیقات

۱۔ تفصیل کے لیے خالد ندیم، (مرتب) ارمغانِ رفیع الدین ہاشمی، صفحہ ۳۹ تا ۴۷ ملاحظہ کیجیے۔
۲ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، عماد پریس، حیدر آباد دکن)، ۱۹۲۴ء، صفحہ ۱۲
۳۔ ایضاً، ص ۲۳
۴۔ ایضاً، ص ۷
۵۔ عبداللہ قریشی، محمد، (مرتب) اقبال بنام شاد، بزمِ اقبال، لاہور، جون ۱۹۶۰ء، صفحہ ۳۸۶
۶۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، سرگزشتِ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۷۷ء، صفحہ ۱۸۲
۷۔ عبدالرؤف عروج، رجالِ اقبال، نفیس اکیڈمی اُردو بازار، کراچی، ۱۹۸۷ء، صفحہ ۲۴۰
۸۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، ابتدائی کلامِ اقبال، اُردو ریسرچ سنٹر، حیدر آباد، طبع دوم، ۱۹۹۳ء، صفحہ ۲
۹۔ عبدالواحد معینی، سیّد، (مرتب) باقیاتِ اقبال، آئینۂ ادب انارکلی، لاہور، ۱۹۷۸ء، صفحہ ۷
۱۰۔ عبداللہ قریشی، محمد، (مرتب) اقبال بنام شاد، صفحہ ۳۹۳
۱۱۔ ایضاً، ص ۳۹۴
۱۲۔ ایضا، صفحہ ۳۹۵
۱۳۔ ایضاً، ص ۳۹۶
۱۴۔ ایضاً
۱۵۔ ایضاً، ص ۳۹۷
۱۶۔ عبدالواحد معینی، سیّد، نقشِ اقبال، آئینۂ ادب چوک مینار انارکلی، لاہور، ۱۹۶۹ء، صفحہ ۷۷
۱۷۔ عبداللہ قریشی، محمد، (مرتب) اقبال بنام شاد، بزمِ اقبال، لاہور ۱۹۸۶ء، صفحہ ۳۹۹
۱۸۔ ایضاً، ص ۲۹۹
۱۹۔ ایضاً، ص ۴۰۱
۲۰۔ ایضاً
۲۱۔ عبدالواحد معینی، سیّد، نقشِ اقبال، صفحہ ۷۸
۲۲۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۸۹
۲۳۔ ایضاً، ص ۶۴
۲۴۔ عبدالواحد معینی، سیّد، نقشِ اقبال، صفحہ ۷۸
۲۵۔ ممتاز حسن، ڈاکٹر، (مرتب) اقبال اور عبدالحق، صفحہ ۱۰۰
۲۶۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۲۷
۲۷۔ عبدالواحد معینی، سیّد، نقشِ اقبال، صفحہ ۸۳

۲۸۔ مظفرحسین برنی، سیّد، (مرتب) کلیاتِ مکاتیب اقبال، جلد اوّل، اُردو اکادمی، دہلی، ۱۹۹۳ء، صفحہ ۲۷
۲۹۔ ایضاً، ص ۱۵۱
۳۰۔ عطاء اللہ، شیخ، (مرتب) اقبال نامہ، مجموعہ ''مکاتیبِ اقبال''، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۵ء، صفحہ ۴۴۵۔۴۴۴
۳۱۔ ایضاً، ص ۴۴۵
۳۲۔ ایضاً، ص ۴۴۶
۳۳۔ مظفرحسین برنی، (مرتب) کلیاتِ مکاتیب اقبال، جلد دوم، صفحہ ۷۷
۳۴۔ بشیر احمد ڈار، انوارِ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء، طبع دوم، صفحہ ۱۴۵
۳۵۔ حنیف شاہد، محمد، مفکرِ پاکستان، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۲۷۴
۳۶۔ مظفرحسین برنی، سیّد، (مرتب) کلیاتِ مکاتیب اقبال، جلد دوم، صفحہ ۵۲۰
۳۷۔ گوہر نوشاہی، (مرتب) مطالعہ اقبال، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۴۶۲
۳۸۔ بشیر احمد ڈار، (مرتب) انوارِ اقبال، صفحہ ۱۷۱
۳۹۔ حنیف شاہد، محمد، مفکرِ اقبال، صفحہ ۲۷۶
۴۰۔ ایضاً، ص ۲۷۶
۴۱۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، سرگزشتِ اقبال، صفحہ ۱۸۳
۴۲۔ ممتاز حسن، ڈاکٹر، (مرتب) اقبال اور عبدالحق، صفحہ ۲۳
۴۳۔ حمزہ فاروقی، محمد، (مرتب) حیاتِ اقبال کے چند مخفی گوشے، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان دانش گاہ پنجاب، لاہور، طبع اوّل، مارچ ۱۹۸۸ء، صفحہ ۸۵

☆☆☆☆☆

اقبال کی دو معاصر اشاعتوں میں شامل کلام کا تقابلی مطالعہ

(اختلافِ نسخ، حواشی و تعلیقات)

''کلیاتِ اقبال'' (مرتبہ: عبدالرزاق):

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کا آغاز غزلیات سے ہوتا ہے۔ غزلیات کے اس حصے کو مرتب نے ''مے دو آتشہ'' کا عنوان دیا ہے۔ ''مے دو آتشہ'' میں اقبال کی چھبیس غزلیات شامل ہیں جن کے اشعار کی تعداد تقریباً ۳۵۰ ہے۔ اس کلیات میں کلام کی ترتیب زمانی اعتبار سے نہیں ہے۔ مرتب کو جس ترتیب سے کلام موصول ہوتا رہا اُسی ترتیب سے اُس نے اس کلیات میں شامل کیا ہے جب کہ بانگِ درا کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا دور: ابتدائی مشق سے لے کر ۱۹۰۵ء تک

دوسرا دور: ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک

جب کہ تیسرا دور: ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک پھیلا ہوا ہے۔

بانگِ درا میں غزلیات کو بھی زمانی لحاظ سے انھی ادوار میں شامل کیا گیا ہے۔ جو غزلیات جس دور میں کہی گئیں اُس لحاظ سے انھیں بانگِ درا میں شامل کیا گیا ہے۔ بانگِ درا میں غزلیات کی کل تعداد اٹھائیس ہے جن کے اشعار کی تعداد تقریباً ۲۲۱ ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں جو غزلیات شامل ہیں ان میں سے ہر غزل کا مصرعہ اولیٰ درج کیا جاتا ہے:

۱- زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہوگا
۲- زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اُٹھے کا گفتگو کا
۳- عاشق دیدارِ محشر کا تمنائی ہوا
۴- کیا کہوں اپنے وطن سے میں جدا کیونکر ہوا
۵- سن اے طلب گارِ درد پہلو میں ناز ہوں تو نیاز ہوجا
۶- ہو شگفتہ ترے دم سے چمن دہر تمام
۷- زندگی دنیا کی مرگِ ناگہانی اہلِ درد
۸- نگاہِ عشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اُٹھا کر
۹- پردہ چہرے سے اُٹھا انجمن آرائی کر
۱۰- چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں
۱۱- کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں
۱۲- سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے غافل ہوں میں
۱۳- جنھیں ڈھونڈا تھا میں نے آسمانوں میں زمینوں میں
۱۴- انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
۱۵- ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
۱۶- بلا کشانِ محبت کی یادگار ہوں میں
۱۷- محبت کو دولت بڑی جانتے ہیں
۱۸- ہے کلیجا فگار ہونے کو
۱۹- ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی
۲۰- نگاہ پائی ازل سے جو نکتہ بین میں نے
۲۱- کوئی یوں گیا ہے ادھر سے نکل کر
۲۲- کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے
۲۳- نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی

۲۴- مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
۲۵- چاہیں اگر تو اپنا کرشمہ دکھائیں ہم
۲۶- کیوں کر نہ وہ جہاں کو پیغام بزمِ راز دے

بانگِ درا کی غزلیات کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بانگِ درا میں شامل غزلیات کے مطلع کا مصرعہ اولیٰ حسبِ ذیل ہے:

حصہ اوّل ۱۹۰۵ء

۱- گلزار ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ
۲- نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
۳- عجب واعظ کی دین داری ہے یارَبّ
۴- لاؤں وہ تنکے کہاں سے آشیانے کے لیے
۵- کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا؟
۶- انوکھی وضع ہے سارے جہاں سے نرالے ہیں
۷- کہوں کیا آرزوئے بے دلی مجھ کو کہاں تک
۸- ظاہر کی آنکھ سے تماشا کرے کوئی
۹- جنھیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
۱۰- ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
۱۱- کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
۱۲- سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں
۱۳- مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے

حصہ دوم ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء

۱۴- زندگی انساں کی ایک دم کے سوا کچھ بھی نہیں
۱۵- الٰہی عقل خجستہ پا کو ذرا سی دیوانگی سکھا دے

۱۶- زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اُٹھے گا گفتگو کا
۱۷- یوں تو اے بزمِ جہاں! دل کش تھے ہنگامے ترے
۱۸- مثالِ پر تو مے، طوفِ جام کرتے ہیں
۱۹- زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہوگا

حصہ سوم ۱۹۰۸ء کے بعد

۲۰- اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
۲۱- یہ سرودِ قمری و بلبل فریبِ گوش ہے
۲۲- نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
۲۳- پردہ چہرے سے اُٹھا انجمن آرائی کر
۲۴- پھر بادِ بہار آئی، اقبال غزل خواں ہو
۲۵- کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں
۲۶- تہِ دام بھی غزل آشنا رہے طائرانِ چمن تو کیا
۲۷- گرچہ تو زندانیٔ اسباب ہے

اقبال کی دو معاصر اشاعتوں میں شامل کلام کا تقابلی مطالعہ کرتے وقت ایسے اشعار جو کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں موجود ہیں لیکن بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل دوسری غزل جس کا مصرعہ اولیٰ ہے:

؎ زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اُٹھے گا گفتگو کا

یہ غزل بانگِ درا کے دوسرے حصے میں شامل ہے۔ اس غزل کا ایک شعر جو بانگِ درا میں شامل نہیں ہے مگر کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں موجود ہے۔ حذف شدہ شعر یہ ہے:

؎ اُڑایا ذوقِ تپش پتنگے سے شمع سے شوقِ اشکباری
کہیں سے سیکھی نماز میں نے لیا کہیں سے سبق وضو کا [1]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ عبدالرزاق) میں یہ غزل تیسرے نمبر پر درج ہے۔اس غزل کا کوئی بھی شعر بانگِ درا میں موجود نہیں ہے۔منسوخ غزل کے آٹھ اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

عاشق دیدارِ محشر کا تمنائی ہوا   وہ سمجھتے ہیں کہ جرمِ ناشکیبائی ہوا
غیر سے غافل ہوا میں اے نمودِ حسن یار   عرصہ محشر میں پیدا کنج تنہائی ہوا
میری بینائی ہی شاید مانع دیدار تھی   بند جب آنکھیں ہوئیں تیرا تماشائی ہوا
ہائے میری بدنصیبی وائے ناکامی مری   پانوں جب ٹوٹے تو شوقِ دشت پیمائی ہوا
میں تو اُس عاشق کے ذوقِ جستجو پر مر مٹا   ما غرفنا کہہ کے جو تیرا تمنائی ہوا
تجھ میں کیا اے عشق وہ اندازِ معشوقانہ تھا   حسن خود لولاک کہہ کر تیرا شیدائی ہوا
دیکھ ناداں امتیاز شمع و پروانہ نہ کر   حسن بن کر عشق اپنا آپ سودائی ہوا

اب مری شہرت کو سوجھی ہے انھیں دیکھے کوئی
پس کہ میں جس دم غبارِ کوئے رسوائی ہوا[۲]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) میں شامل چوتھی غزل جس کے مطلع کا مصرعہ اولیٰ ہے:

کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیوں کر ہوا؟

اس غزل کے چھ اشعار کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہیں۔ بعد میں چار اشعار کا اضافہ کیا گیا ہے۔ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد دس ہے۔ بانگِ درا میں یہ پہلے حصے کی پانچویں غزل ہے اس کے جو اشعار کلیاتِ اقبال اور بانگِ درا میں شامل ہیں ان کی ترتیب یہ ہے۔۱،۲،۴،۶،۹،۱۰۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر پانچ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔آٹھ اشعار پر مشتمل حذف شدہ غزل مندرجہ ذیل ہے:

سن اے طلب گارِ درد پہلو میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا
میں غزنوی سومناتِ دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا

نہیں ہے وابستہ زیر گردوں کمال شانِ سکندری سے
تمام ساماں ہے تیرے سینے میں تو بھی آئینہ ساز ہو جا

غرض ہے پیکار زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا
جہاں کا فرض قدیم ہے تو ادا مثالِ نماز ہو جا

دیارِ خاموش دل میں ایسا ستم کش دردِ جستجو ہو
کہ اپنے سینہ میں آپ پوشیدہ صورتِ حرفِ ناز ہو جا

نہ ہو قناعت شعار گلچیں اسی سے قائم ہے شان تیری
وفورِ گل ہے اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہو جا

گئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوردیوں کا
جہاں میں مانند شمع سوزاں میان محفل گداز ہو جا

وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی
فدائے ملت ہو یعنی آتش زن طلسم مجاز ہو جا

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آذری کر رہے ہیں گویا
بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبار راہ حجاز ہو جا[۳]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر چھ جس کے صرف پانچ اشعار ہیں۔ مگر یہ پوری غزل بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ غزل حسبِ ذیل ہے:

ہو شگفتہ ترے دم سے چمن دہر تمام
سیر اس باغ کی کر بادِ سحر کی صورت

نام روشن تو رہے عمر ہو گو برق خرام
زندگی چاہیے دنیا میں شرر کی صورت

یہ تو بتلا دے موذّن کہ تری آنکھوں سے
کیا مروّت بھی گئی خوابِ سحر کی صورت

جوش زن بحرِ محبت تھا مگر دل اپنا
صاف نکلا نگہِ دیدۂ تر کی صورت

لطف جب آتا ہے اقبال سخن گوئی کا
شعر نکلے دل سے گہر کی صورت[۴]

بارہ اشعار پر مشتمل یہ غزل کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں موجود ہے جب کہ یہ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) میں یہ غزل اس متن کے ساتھ درج ہے:

زندگی دنیا کی مرگِ ناگہاں اہلِ درد
موت پیغامِ حیاتِ جاودانِ اہلِ درد

بند ہو کر اور کھلتی ہے زبان اہلِ درد
بولتا ہے مثلِ نے ہر استخوانِ اہلِ درد

آپ بائع آپ ہی نقد و متاع و مشتری
ساری دنیا سے نرالی ہے دکانِ اہلِ درد

اس خموشی اور گویائی کے صدقے جایئے
عین بیداری نہ ہو خواب گردنِ اہلِ درد

کہہ رہی ہے ہر کلی گلزارِ ابراہیم کی
آگ سے ہوتا ہے پیدا گلستانِ اہلِ درد

پا لیا موسیٰ نے آخر بندۂ اللہ کو
درد والوں ہی کو ملتا ہے نشانِ اہلِ درد

درد ہی کے دم سے ہے ان دل جلوں کی زندگی
درد سے پیدا ہوئی روحِ رواں اہلِ درد

کیا اُجڑ جانے کو آبادی سمجھتے ہیں مگر
ڈھونڈتا ہے راہزن کو کاروانِ اہلِ درد

ارتجالاً ہم نے اے اقبال کہہ ڈالے یہ شعر
تھی نوازش کو جو فکر امتحان اہلِ درد[۵]

سولہ اشعار پر مشتمل کلیاتِ اقبال میں شامل غزل نمبر آٹھ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ منسوخ شدہ غزل کے اشعار حسبِ ذیل ہیں:

نگاہ عاشق کو دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اُٹھا کر
وہ بزمِ یثرب میں آ کر بیٹھیں ہزار منہ چھپا چھپا کر

وہ تیرے کوچے کے ساکنوں کو قضائے جنت میں دل نہ بہلا
تسلیاں دے رہی ہیں حوریں خوشامدوں سے منا منا کر

بہار جنت کو کھینچتا تھا ہمیں مدینے سے آج رضواں
ہزار مشکل سے اُس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر

لحد میں سوتے ہیں تیرے شیدا تو حورِ جنت کو اس میں کیا ہے
کہ شور محشر کو بھیجتی ہے خبر نہیں کیا سکھا سکھا کر

تری جدائی میں خاک ہونا اثر دکھاتا ہے کیمیا کا
دیارِ یثرب میں آ ہی پہنچے صبا کی موجوں میں مل ملا کر

شہیدِ عشق نبی کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے زندہ باشی ہمارے مرنے پر زہر کھا کر

رکھی ہوئی کام آ ہی جاتی ہے جنسِ عصیاں عجیب شے ہے
کوئی اسے پوچھتا پھرے ہے زر شفاعت دکھا دکھا کر

ترے ثنا گو عروس رحمت سے چھیڑ کرتے ہیں روزِ محشر
کہ اس کے پیچھے لگا لیا ہے گناہ اپنے دکھا دکھا کر

کرے کوئی کیا کہ تاڑ لیتی ہے لاکھ پردوں میں بھی شفاعت
رکھے تھے ہم نے گناہ اپنے ترے غضب سے چھپا چھپا کر

بتا دیتے ہیں اے صبا ہم یہ گلستانِ عرب کی بو سے
مگر نہ اب ہاتھ لا اِدھر کو وہیں سے لائی ہے تو اُڑا کر

تری جدائی میں مرنے والے فنا کے تیروں سے بے خطر ہیں
اجل کی ہم نے ہنسی اُڑائی اسے بھی مارا تھکا تھکا کر

ہنسی بھی کچھ کچھ نکل رہی ہے مجھے بھی محشر میں تاکتی ہے
کہیں شفاعت نہ لے گئی ہو مری کتابِ عمل اُٹھا کر

یہ پردہ داری تو پردہ در ہے مگر شفاعت کا آسرا ہے
دبک کے محشر میں بیٹھ جاتا ہوں دامن تر میں منہ چھپا کر

شہید عشقِ نبیؐ ہوں میری لحد میں شمع قمر جلے گی
اُٹھا کر لائیں گے خود فرشتے چراغِ خورشید سے جلا کر

جسے محبت کا درد کہتے ہیں مایۂ زندگی ہے مجھ کو
یہ درد وہ ہے کہ میں نے رکھا ہے دل میں اس کو چھپا چھپا کر

خیال راہِ عدم سے اقبال تیرے در پہ ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ عمل نہیں ہے صلہ مری نعت کا عطا کر[۶]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر۹ جس کے مطلع کا مصرعہ اولیٰ ہے:

پردہ چہرے سے اُٹھا انجمن آرائی کر

یہ بانگِ درا میں حصہ سوم کی چوتھی غزل میں ہے۔ بانگِ درا اور کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے متون میں چند اشعار میں اختلاف ہے۔ غزل کا شعر نمبر تین کلیات میں اس طرح درج ہے:

کلیات: نفسِ گرم کی تاثیر ہے انعامِ حیات
تیرے سینہ میں اگر ہے تو مسیحائی کر[۷]

☆☆☆

بانگِ درا: نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات
تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر[۸]

[اسی غزل کا شعر نمبر چار کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس طرح درج ہے:

کلیات: تو جو بجلی ہے تو یہ چشمک پنہاں کیسی ؟
بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر[۹]

☆☆☆

بانگِ درا: تو جو بجلی ہے تو یہ چشمک پنہاں کب تک ؟
بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر[۱۰]

اسی غزل کے پانچویں شعر کے متن میں بھی اختلاف ہے:

کلیات: تا کجا طور پہ دریوزہ گری مثلِ کلیم
اپنی مٹی سے عیاں شعلۂ سینائی کر[۱۱]

☆☆☆

بانگِ درا: کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثلِ کلیم
اپنی ہستی سے عیاں شعلۂ سینائی کر[۱۲]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر دس کے اشعار کی تعداد بارہ ہے۔ یہ غزل بانگِ درا حصہ دوم کی چوتھی غزل ہے۔ بانگِ درا میں اس غزل کے صرف آٹھ اشعار شامل ہیں۔ جو شعر بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں وہ درج ذیل ہیں:

مرے پہلو میں دل ہے یا کوئی آئینہ جادو کا
تری صورت نظر آئی مجھے اپنے نظارے میں

جو نکلی نالہ بن کر غنچۂ منقار بلبل سے
وہی نکہت چمن سے اُڑ کے جا چمکی ستارے میں

نہاں تھا تو، تو روشن تھا چراغِ زندگی میرا
مگر موجِ نفس پوشیدہ تھی تیرے نظارے میں

اُتارا میں نے زنجیر رسوم اہلِ ظاہر کو
ملا وہ لطفِ آزادی مجھے تیرے سہارے میں[۱۳]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر گیارہ جس کے مطلع کا مصرعہ اولیٰ ہے:

ے کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں

یہی غزل بانگِ درا کے تیسرے حصے میں شامل ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا کے متون میں اختلاف ہے۔ جن اشعار کے متن میں اختلاف ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

کلیات: نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم ہائے سیاہ کو ترے عفوِ بندہ نواز میں[۱۴]

☆☆☆

بانگِ درا: نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں[۱۵]

کلیات: نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں
نہ وہ غزنوی میں مذاق ہے نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں[۱۶]

☆☆☆

بانگِ درا: نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہی شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں[۱۷]

کلیاتِ اقبال میں اس غزل کے دو اشعار اضافی ہیں جو بانگِ درا میں شامل نہیں کیے گئے:

(۱) تجھے کیا بتاؤں میں ہم نشیں مجھے موت میں جو مزا ملا
نہ ملا مسیح و خضر کو بھی وہ نشاطِ عمرِ دراز میں

☆☆☆

(۲) کوئی جا کے مسلم خستہ جاں کو سنائے مرا پیام یہ
جو وطن ہے دشمنِ آبرو تو اماں ہے ملکِ حجاز میں[۱۸]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر بارہ کے اشعار کی تعداد چودہ ہے۔ بانگِ درا حصہ اوّل کی یہ گیارہویں غزل ہے۔ بانگِ درا سے حذف شدہ اشعار حسبِ ذیل ہیں:

اے تماشائی مری پستی کا نظارہ تو دیکھ
اسفلِ عالی نظر ہوں ناقصِ کامل ہوں میں

تم نے تاکا دل کو لیکن اُف رے شوقِ تیرِ عشق
دل سے کہتا ہے جگر تو دل نہیں ہے دل ہوں میں

تجھ میں پوشیدہ ہے لیلیٰ اور ہے لیلیٰ کوئی
کہہ رہا ہے دِل ترا لیلیٰ نہیں محمل ہوں میں

کشتِ آزادی کی بجلی تھی مری تقلید ہی
پھونک ڈالی اپنی کھیتی آہ کیا غافل ہوں میں

میں وہی ہوں ہوگیا تھا جس کا دل صبحِ الست
اب نہ پہچانو تو تم جانو وہی بے دل ہوں میں

ہے عبث اے برق تجھ کو میرے حاصل کی تلاش
مجھ پہ آکر گر کہ اپنا آپ ہی حاصل ہوں میں

تخم ریزی جس کی ہنگام صدائے کن ہوئی
اس پرانے مزرع زرخیز کا حاصل ہوں میں

جانتا ہوں جلوۂ بے پردہ ہے کاشانہ سوز
سادگی دیکھو کہ پھر دیدار کا سائل ہوں میں[19]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کی تیرہویں غزل جس کے اشعار کی تعداد اکیس ہے۔ اس غزل کے مطلع کا مصرعہ اولیٰ ہے:

جنھیں ڈھونڈا تھا میں نے آسمانوں میں زمینوں میں

بانگِ درا حصہ اوّل کی یہ آٹھویں غزل ہے۔ بانگِ درا میں اس غزل کے اشعار کی

تعداد اٹھارہ ہے۔ بانگِ درا میں اس کے مصرعہ اولیٰ میں بھی تبدیلی کی گئی ہے۔ بانگِ درا میں مصرعہ اولیٰ اس طرح سے ہے:

جنھیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں

بانگِ درا میں جو اشعار شامل ہیں وہ یہ ہیں:

میں تاریکی ہوں لیکن مجھ میں پوشیدہ وہ گوہر ہیں
جھلک جن کی عیاں ہے اے فلک تیرے نگینوں میں
کہیں لیلیٰ نے شاید دیکھ پائی ہے جھلک تیری
جہاں سبزے کی صورت طور اُگتے ہیں زمینوں میں[۲۰]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کی چودھویں غزل جس کے اشعار کی تعداد سترہ ہے۔ بانگِ درا حصہ اوّل کی یہ چھٹی غزل ہے اور اس کے صرف آٹھ اشعار شامل ہیں۔ بانگِ درا میں جو اشعار شامل نہیں کیے گئے وہ درج ذیل ہیں۔ بانگِ درا سے محذوف اشعار ملاحظہ کیجیے:

بیابانوں میں اے دل اہلِ دل کی جستجو کیسی؟
کریں جو پیار انساں سے وہی اللہ والے ہیں

غضب کے من چلے ہیں جنسِ دل کے بیچنے والے
یہ اپنے مال کے ساتھ آپ بھی بک جانے والے ہیں

پتہ یوں تو بتاتے ہیں وہ سب کو لامکاں اپنا
ہمیں معلوم ہے اے دل جہاں کے رہنے والے ہیں

پلا دی اس کو کیا مے ساقیِ بادِ بہاری نے
زبانِ برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کے چھالے ہیں

نہ دیکھ اے دیدۂ خون بار دل کو کم نگاہی سے
ترے آنسو اسی اُجڑے ہوئے گلشن کے لالے ہیں

دُعا دیتا ہوں، روتا ہوں گلہ کرتا ہوں قسمت کا
ہزاروں ڈھنگ اظہارِ تمنا کے نکالے ہیں

الٰہی کون سا مالی ہے اس دل کے گلستاں کا
اُمیدوں کے شجر، زخموں کے گل، داغوں کے چھالے ہیں

نہیں کچھ امتیاز ماہ و تو شہر محبت میں
نرالا دیس ہے دستور ہی یاں کے نرالے ہیں

نشانِ ماہ کنعاں اے زُلیخا پوچھ لے مجھ سے
کہ میں نے چاہِ دل سے سینکڑوں یوسف نکالے ہیں

کلیاتِ اقبال اور بانگِ درا میں شامل مقطع کے مصرعہ ثانی میں اختلاف ہے:

کلیات: کہ اِک ٹوٹے ہوئے دل کے یہ دردانگیز نالے ہیں

☆☆☆

بانگِ درا: مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ دردانگیز نالے ہیں[۲۱]

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق کی پندرھویں غزل کے مطلع کا پہلا مصرعہ ہے:

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس کے اشعار کی تعداد پندرہ ہے۔ بانگِ درا میں صرف چھ اشعار شامل ہیں۔ جو شعر بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

مری جاں نہیں ربط غیروں سے اچھا
بھلا میں تمھارا برا چاہتا ہوں

مجھے جلوۂ گل سے برقِ تجلی
سنبھالو مجھے میں گرا چاہتا ہوں

اُگوں سبز ہوں پس کے ہوں خوں آخر
میں قسمت مثالِ حنا چاہتا ہوں

شجر ہوں گری مجھ پہ برقِ محبت
ہرا ہو گیا ہوں پھلا چاہتا ہوں

مری جاں تیری بے حجابی سے پہلے
تری دید کا حوصلہ چاہتا ہوں

محبت مٹا دے گی بے گانگی کو
سنبھل بیٹھ میں تو ہوا چاہتا ہوں

ہوا خاک میں تو ہوائے محبت
مدینے کی جانب اُڑا چاہتا ہوں

چلو مِل کے اقبال کے گھر کو ڈھونڈیں
کہ میں بھی اُسے دیکھنا چاہتا ہوں[۲۲]

پانچ اشعار پر مشتمل یہ غزل صرف کلیاتِ اقبال (مرتبہ عبدالرزاق) میں ہے۔ اس کا کوئی شعر بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ غزل درج ذیل ہے:

بلا کشانِ محبت کی یادگار ہوں میں
مٹا ہوا خط لوحِ سرِ مزار ہوں میں

فنا ہوئے پہ بھی گویا وفا شعار ہوں میں
جو مٹ گیا حسینوں کا اعتبار ہوں میں

نشے میں مست سمجھتا ہے مجھ کو کیوں واعظ
وہ اپنا وعظ کہے جائے ہوشیار ہوں میں

تڑپ کے شانِ کریمی نے لے لیا بوسہ
کہا جو سر کو جھکا کر گناہگار ہوں میں

رہی نہ زہر میں اقبال! وہ پرانی بات
کسی کے ہجر میں جینے سے شرمسار ہوں میں[۲۳]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر سترہ جس کے اشعار کی تعداد پانچ ہے۔ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔

محبت کو دولت بڑی جانتے ہیں
اسے مایۂ زندگی جانتے ہیں

نرالے ہیں انداز دنیا سے اپنے
کہ تقلید کو خود کشی جانتے ہیں

کوئی قید سمجھے مگر ہم تو اے دل
محبت کو آزادی جانتے ہیں

حسینوں میں ہیں کچھ وہی ہوش والے
کہ جو حسن کو عارضی جانتے ہیں

جو ہے گلشنِ طور اے دل تجھے ہم
اُسی باغ کی اِک کلی جانتے ہیں[۲۴]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر اٹھارہ جس کے اشعار کی تعداد نو ہے۔ یہ غزل بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ منسوخ شدہ غزل مندرجہ ذیل ہے:

ہے کلیجا فگار ہونے کو
دامن لالہ زار ہونے کو

عشق وہ چیز ہے کہ جس میں قرار
چاہیے بے قرار ہونے کو

جستجو قفس ہے میرے لیے
خوب سمجھے شکار ہونے کو

پیس ڈالا ہے آسماں نے مجھے
کسی کی رہ کا غبار ہونے کو

کیا ادا تھی وہ جاں نثاری میں
تھے وہ مجھ پر نثار ہونے کو

زخم اور سوزنِ رفو توبہ
کھل گیا بستہ کار ہونے کو

وعدہ کرتے ہوئے نہ رُک جاؤ
ہے مجھے اعتبار ہونے کو

اُس نے پوچھا کہ کون چھپتا ہے
ہم چھپے آشکار ہونے کو

ہم نے اقبال عشق بازی کی
پی یہ مے ہوشیار ہونے کو[۲۵]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر اُنیس کے اشعار کی تعداد چودہ ہے۔ جب کہ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد نو ہے۔ جو اشعار بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں: ؎

سو سو اُمیدیں بندھتی ہیں اِک اِک نگاہ پر
مجھ کو نہ ایسے پیار سے دیکھا کرے کوئی

دے کر جھلک سی آپ تو پردے میں ہو رہے
اور کہہ گئے نگاہ کو ڈھونڈا کرے کوئی

محفل ہو شغلِ مے ہو شب ماہتاب ہو
اور میں گروں تو مجھ کو سنبھالا کرے کوئی

بولے بھی سن کہ قصۂ ہجراں تو یہ کہا
کی دل کی لگی تو یہ بھی گوارا کرے کوئی

اقبال عشق نے مرے سب بَل دے نکال
مدت سے آرزو تھی کہ سیدھا کرے کوئی [۲۶]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل بیسویں غزل کے اشعار کی تعداد سات ہے۔ یہ غزل بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ محذوف غزل درج ذیل ہے: ؎

نگاہ پائی ازل سے جو نکتہ بین میں نے
ہر ایک چیز میں دیکھا اُسے مکیں میں نے

سوالِ دید میں لذت ہے اے کلیم ایسی
ہزار بار سنی ہے وہی نہیں میں نے

سنے کوئی مری غربت کی داستاں مجھ سے
بھلایا قصّہِ پیمان اوّلیں میں نے

رہی حقیقتِ عالم کی جستجو مجھ کو
دکھایا اوجِ خیال فلک نشیں میں نے

ملا مزاجِ تغیر پسند کچھ ایسا
کیا قرار نہ زیرِ فلک کہیں میں نے

نکالا کعبہ سے پتھر کی مورتیوں کو کبھی
کبھی بتوں کو بنایا حرم نشیں میں نے[۲۷]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر اکیس کے اشعار کی تعداد بیس ہے۔ یہ غزل، غزل نمبر بیس کا تسلسل معلوم ہوتی ہے۔ اس کا ردیف و قافیہ وہی ہے جو غزل نمبر بیس کا ہے۔ یہ غزل بانگِ درا میں موجود نہیں ہے۔ محذوف غزل مندرجہ ذیل ہے:

کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پہنچا
چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے

کبھی صلیب پر اپنوں نے لٹکایا
کیا فلک کو سفر چھوڑ کر زمیں میں نے

کبھی میں غارِ حرا میں چھپا رہا ہوں برسوں
دیا جہاں کو کبھی جامِ آخریں میں نے

سنایا ہند میں آ کر سرودِ ربانی
پسند کی کبھی یونان کی سرزمیں میں نے

دیارِ ہند نے جس دم مری صدا سنی
بسایا خطۂ جاپاں و ملک چیں میں نے

سمجھ میں آئی نہ حقیقت نہ جب ستاروں کی
اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے
ڈرا سکیں نہ کلیسا کی مجھ کو تلواریں
سکھایا مسئلہ گردشِ زمیں میں نے
کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر
لگا کے آئینہ عقل دوربیں میں نے
کیا اسیر شعاعوں کو برقِ مضطر کو
بنا دی غیرتِ جنت یہ سرزمیں میں نے
مگر خبر نہ ملی آہ رازِ ہستی کی
کیا خرد سے جہاں کو تہ نگیں میں نے
ہوئی جو چشم مظاہر پرست و آخر
تو پایا خانۂ دل میں اُسے مکیں میں نے
عجیب طرز ہے کچھ گفتگوئے واعظ کا
خدا بچائے یہ باتیں سنی نہ تھیں میں نے
وہ چیز نام ہے جس کا جہاں میں آزادی
سنی ضرور ہے دیکھی کہیں نہیں میں نے
نہ توڑ میرے دلِ درد مند کو ظالم
بڑی تلاش سے پایا ہے یہ نگیں میں نے
خدا تو ملتا ہے انسان ہی نہیں ملتا
یہ چیز وہ ہے کہ دیکھی کہیں کہیں میں نے
عجیب شئے ہے صنم خانۂ امیر اقبال
میں بت پرست ہوں رکھ دی کہیں جبیں میں نے[۲۸]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل یہ غزل بانگِ درا حصہ اوّل کی دوسری

غزل ہے۔ احمد دین نے اسے اقبال میں شامل نہیں کیا۔ اس غزل کے وہ اشعار جو بانگِ درا میں موجود نہیں، درج ذیل ہیں:

کوئی یوں گیا ہے اِدھر سے نکل کر
قیامت تھی بجلی تھی رفتار کیا تھی

نہ چھوڑا کبھی بے وفائی نے تم کو
مری طرح یہ بھی وفادار کیا تھی

ہزاروں کلیجے کو تھامے ہوئے ہیں
الٰہی وہ چشم فسوں کار کیا تھی

لیا مغفرت نے تڑپ کر بغل میں
کرامت تھی شرمِ گنہگار کیا تھی[۲۹]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل غزل نمبر تیئیس کے اشعار کی تعداد چودہ ہے۔ یہی غزل بانگِ درا حصہ اوّل میں دسویں نمبر پر ہے۔ بانگِ درا میں اس کے صرف نو اشعار شامل ہیں۔ محذوف اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

اثر غضب کا دُعائے قدح میں ہے ساقی
کوئی اسے بھی ذرا داخلِ نماز کرے

جواب ملتا ہے لولاک ما عرفنا کا
کوئی جو عجز کے دامن کو یاں دراز کرے

پرانے کفر کو تازہ کروں یہ کہہ کہہ کر
مدینہ وہ ہے کہ کعبہ جدھر نماز کرے

شعاعِ نور کو تاریکیٔ جہاں میں ڈھونڈ
یہی ہے شمع اگر دل کو تو گداز کرے

نہیں ہے فرق محبت اور غلامی میں
یہ عشق وہ ہے جو محمود کو ایاز کرے[۳۰]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کی غزل نمبر چوبیس کے اشعار کی تعداد بارہ ہے۔ یہی غزل بانگِ درا حصہ سوم کی تیسری غزل ہے۔ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد دس ہے۔ دو شعر حذف کیے گئے ہیں۔ محذوف اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

جلوۂ گل ہے اِک دام نمایاں بلبل
اس گلستاں میں ہیں اِک پوشیدہ کئی دام ابھی

ہم نوا لذتِ آزادیٔ پرواز کجا
بے پری سے ہے نشیمن بھی مجھے دام ابھی[۳۱]

چھ اشعار پر مشتمل غزل کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے۔ اس غزل کا کوئی بھی شعر بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ غزل مندرجہ ذیل ہے:

چاہیں اگر تو اپنا کرشمہ دکھائیں ہم
بن کر خیال غیر ترے دل میں آئیں ہم

اچھی کہی شکایت جور و جفا کی بھی
اتنی سی بات کے لیے محشر میں جائیں ہم

اے صدمۂ فراق نہ کر ہم سے چھیڑ چھاڑ
تو کس کا ناز ہے کہ تجھے بھی اُٹھائیں ہم

پوچھیں گے آج سرمہ دنبالہ دار سے
کس طرح سے کس کی نظر میں سمائیں ہم

ہر چیز منع تو ہے ہمیں اے طبیبِ عشق
لیکن بڑھے جو ضعف تو غش بھی نہ کھائیں ہم[۳۲]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل آخری غزل بارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ بانگِ درا میں اس کا کوئی بھی شعر شامل نہیں ہے۔ محذوف غزل مندرجہ ذیل ہے:

کیونکر نہ وہ جہاں کو پیغامِ بزم راز دے
غم کی صدائے دلنشیں جس کا شکستہ ساز دے

قسمت سے ہو گیا تُو ذوقِ تپش سے آشنا
پروانہ وار بزم کو تعلیم سوز و ساز دے

اس عشق خانہ ساز کا شانِ کرم پہ ہے مدار
یاں قید کفر و دیں نہیں جس کو وہ بے نیاز دے

غافل تجھے خبر نہیں لذتِ فراغ میں ہے کیا
دنیا ادا پہ کر فدا عقبیٰ بہائے ناز دے

مانند شمع نور کا ملتا نہیں لباس اُسے
جس کو خدا نہ دہر میں گریۂ جاں گداز دے

بکتا نہیں جہاں میں ارزاں متاعِ کافری
قیمت میں اس کی خرقہ دے تسبیح دے نماز دے

پابند یک صنم نہ ہو ہر لحظہ نو نیاز رہ
پوجا کو اس روش سے تو پیرہن نماز دے

تارے میں وہ قمر میں وہ بجلی میں وہ شفق میں وہ
چشم نظارہ میں نہ سرمۂ امتیاز دے

رفعت ہے عجز میں نہاں یعنی نیاز کر شعار
وہ محوِ ناز ہے اگر تو بھی جواب ناز دے

ہو شوقِ سیر گل اگر ایسا چمن تلاش کر
ہر غنچے کی چٹک جہاں لطف نوائے راز دے

محفل جو تھی بدل گئی ساقی تجھے خبر بھی ہے
اب نہ خدا کے واسطے ان کو مے حجاز دے

پیر مغاں فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر
اس میں وہ کیفِ غم مجھ کو تو خانہ ساز دے[۳۳]

متفرقات:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں متفرقات کے عنوان سے چار قطعات اور چار اشعار شامل ہیں۔ ان قطعات اور اشعار کی تعداد اُنیس ہے۔ پہلا قطعہ جس کے دو اشعار بانگِ درا حصہ اوّل کی غزل نمبر چار میں شامل ہیں باقی شعر حذف کر دیے گئے ہیں۔ پورا قطعہ اس طرح سے ہے:۔

لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے
بجلیاں بے تاب ہوں جن کو جلانے کے لیے
دیکھ لیتا ہوں جہاں تنکا کوئی چبھتا ہوا
میں اُٹھا لیتا ہوں اپنے آشیانے کے لیے
جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چن کے تُو
آ ہی نکلے گی کوئی بجلی جلانے کے لیے
اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کے گیت
آہ یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لیے[۳۴]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں متفرقات کے عنوان کے تحت حصے میں شامل یہ اشعار بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں۔

حباب آسا سرِ موجِ نفس باندھا ہے محمل کو
ذرا دیکھ اے شرر ذوقِ فنا مجھ کو کہاں تک ہے
وہی اِک شعلہ ہے تربت بھی ہے اور شمع تربت بھی
مزا مرنے کا کچھ پروانۂ آتش بجاں تک ہے
چمن زارِ محبت میں خموشی موت ہے بلبل
یہاں کی زندگی پابندیٔ رسم فغاں تک ہے

☆☆☆

اے حبابِ بحر اے پروردۂ دامانِ موج
کچھ پتہ ملتا ہے تجھ سے اپنی ہستی کا مجھے

کھل گئی چشم تماشا اپنی جس دم اے کلیم
طور ہر ذرّے کے دامن میں نظر آیا مجھے
موت یہ میری نہیں میری اجل کی موت ہے
کیوں ڈروں اس سے کہ مرکر پھر نہیں مرنا مجھے

☆☆☆

کہتا ہے خضر دشتِ جنوں میں مجھے کہ چل
آتا ہوں میں بھی پانوں سے کانٹے نکال کے

☆☆☆

یوں تو اے صیاد آزادی میں ہیں لاکھوں مزے
دام کے نیچے پھڑکنے کا تماشا اور ہے

☆☆☆

کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری
سحر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی

☆☆☆

تعلقِ پھول ہیں گویا ریاض آفرینش کے
مگر دیکھا تو کانٹے بھی یہی دامن کے نکلے ہیں

☆☆☆

تہِ دام بھی غزل آشنا ہے طائرانِ چمن تو کیا
جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی نوائے زیرِ لبی رہی
نہ خدا رہا نہ حرم رہا نہ رقیب دیر و حرم رہے
نہ رہی کہیں اسد اللّٰہی نہ کہیں وہ بولہبی رہی
مرا ساز گرچہ ستم رسیدۂ زخم ہائے عجم رہا
میں وہ ہوں شہیدِ وفا مگر کہ نوا مری عربی رہی۳۵

حصہ سوم:

مولوی عبدالرزاق نے کلیاتِ اقبال میں ''نکات'' کے عنوان کے تحت اقبال کے ظریفانہ کلام کو شامل کیا ہے۔ بانگِ درا میں ظریفانہ کلام سب سے آخر میں ہے۔

''کلیات'' میں شامل پہلا قطعہ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس قطعہ کے اشعار کی تعداد چھ ہے۔ متن میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ قطعہ مندرجہ ذیل ہے:

گاندھی سے ایک روز یہ کہتے تھے مالوی
کمزور کی کمند ہے دنیا میں نارسا
نازک یہ سلطنت صفتِ برگِ گل نہیں
لے جائے گلستاں سے اُڑا کے جسے صبا
گاڑھا ادھر ہے زیب بدن اور زدہ ادھر
صر صر کی رہ گزار میں کیا عرض تو بتا
پِس کر ملے گا گردِ رہ روزگار میں
دانہ جو آسیا سے ہوا قوّت آزما
بولا یہ بات سُن کے کمالِ وقار سے
وہ مرد پختہ کار و حق اندیش و باصفا
خارا حریف سعیِ ضعیفاں نمی شود
صد کوچہ است در بُن دندان خلال را[۳۶]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل مندرجہ ذیل قطعہ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ اس قطعہ کے اشعار کی تعداد چار ہے:

اتنی خدمت کی ہے خلق اللہ کی دیکھئے ہوتے ہیں کب سر، مالوی
مسلم ناداں کو کیا معلوم ہے کس خدا کے ہیں پیمبر مالوی
خوب تھا یہ خالصہ جی کا بچن کب ہیں گاندھی کے برابر مالوی

مردِ میداں گاندھی درویش خو اور کونسل کے سپیکر مالوی[۳۷]

درج ذیل قطعہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے جب کہ بانگِ درا میں اس کو شامل نہیں کیا گیا:

پٹی خوب جمن کے ہاتھوں نصیبن
گئی عرس میں اور شب بھر نہ آئی
نہیں بار صاحب کے ٹیبل پہ اس کو
پڑی روپ بسکٹ کا دھارے خطائی
خدا کی زمیں تھی مزارع نے جوتی
کمائی مگر چودھری جی نے کھائی[۳۸]

مندرجہ ذیل قطعہ بھی بانگِ درا میں شامل نہیں ہے جب کہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں موجود ہے:

عمل عاشقوں کے ہیں بے طور سارے
نہیں اس کمیٹی کا کوئی ایجنڈا
تمہیں ہند سرمایہ دارو مبارک
سلامت رہے مجھ کو فیجی، یوگنڈا
میں ڈنڈے پہ شاکر تو انڈے پہ راضی
میرا پیر ڈنڈا تیرا پیر انڈا[۳۹]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل یہ قطعہ بھی بانگِ درا میں شامل نہیں ہے:

انسان ہوئے مہذب لیکن مزہ تو جب ہے
جنگل میں کہہ رہی تھی ہاتھی سے یہ ہتھنی
تقریر کو کھڑی ہو کلو میاں کی بیوی
پردھان ہو سبھا بنسی کی دھرم پتنی[۴۰]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل یہ قطعہ بانگِ درا سے حذف ہے:

ہر محکمے میں عہدے تقسیم ہوں برابر
ہوتی نہیں ہے ہم کو جنگ و جدل سے سیری
خفیہ پولیس میں جب سے حد ہوگئی ہے قائم
ہندو ہیں پیڈ افسر مسلم ہیں آنریری[41]

محذوف قطعہ:

کہی اچھی نقیب انجمن نے
وہ سمجھے گا اسے جو کارواں ہے
خدا واحد ہے وہ ناظم ہیں اپنے
دوعملی میں ہمارا آشیاں ہے [42]

مندرجہ ذیل قطعہ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے جب کہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل کیا ہے۔ اشعار کی تعداد تین ہے:

جنابِ شیخ کو پلواؤ خاص لندن کی
عجیب نسخہ ہے یہ خود فرامشی کے لیے
ہمارے حق میں تو جینا بہتر ہے مرنے سے
جو زندہ ہیں تو فقط آپ کی خوشی کے لیے
ہوا میں جینے سے بیزار جب تو فرمایا
کہاں سے لاؤ گے بندوق خودکشی کے لیے[43]

ذیل میں درج قطعہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے لیکن بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔

بختِ مسلم کی شب تار سے ڈرتی ہے سحر
تیرگی میں ہے شبِ دیدہ آہو کی طرح
ہے اندھیرے میں فقط مولوی صاحب کی نمود
بن کے شمس العلماء چمکے ہیں جگنو کی طرح[44]

یہ قطعہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے جب کہ بانگِ درا میں سے حذف ہے۔ اشعار کی تعداد دو ہے۔

دستور تھا کہ ہوتا تھا پہلے زمانے میں
مُلّا کا محتسب کا، خدا کا، نبی کا ڈر
دو خوف رہ گئے ہیں ہمارے زمانے میں
مضمون نگار بیوی کا، سی آئی ڈی کا ڈر[۴۵]

مندرجہ ذیل قطعہ صرف کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے۔ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے:

لندن کے چرخ نادرہ فن سے پہاڑ پر
اُترے مسیح بن کے محمد علی جناح
نکلے گی تن سے تو کہ رہے گی بتا ہمیں
اے جانِ برلبِ آمدہ اب تیری کیا صلاح
دِل سے خیال دشت و بیاباں نکال دے
مجنوں کے واسطے ہے یہی جادۂ فلاح
آغا امام اور محمد علی باب
اس دین میں ہے ترک سوا و حرم مباح
بشریٰ لکم کہ منتظر ما رسیدہ است
یعنی حجابِ غیبتِ کبریٰ رسیدہ است[۴۶]

☆☆☆

اخبار میں یہ لکھتا ہے لندن کا پادری
ہم کو نہیں ہے مذہب اسلام سے عناد
لیکن وہ ظلم ننگ ہے تہذیب کے لیے
کرتے ہیں ارمنوں پہ جو ترکانِ بد نہاد

مسلم بھی ہوں حمایتِ حق میں ہمارے ساتھ
مٹ جائے تاجہاں سے بنائے شر و فساد
سن کر یہ بات خوب کہا شہنواز نے
بلّی چوہے کو دیتی ہے پیغامِ اتحاد[۴۷]

یہ قطعہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے جب کہ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے:

دل شمع صفت عشق سے ہو نور سراپا
اور فکر یہ روشن ہو کہ آئینہ ہو گویا
نیکی ہو ہر اِک فعل میں نیت کی ہویدا
ہر حال میں ہو خالق ہستی پہ بھروسا
ایسی کوئی نعمت تہِ افلاک نہیں ہے
یہ بات جو حاصل ہو تو کچھ باک نہیں ہے[۴۸]

مندرجہ ذیل قطعہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے جب کہ بانگِ درا میں شامل نہیں کیا گیا:

ہند کی کیا پوچھتے ہو اے حسینانِ فرنگ
دل گراں، ہمت سبک، ووٹر فزوں روزی تنگ
بے ٹکٹ بے پاس بھارت کی سیاسی ریل میں
ہو گیا آ کر میتا بھی مع اسباب بک
''لک وِدن'' کا حکم تھا اس بندۂ اللہ کو
اب یہ سنتے ہیں نکلنے کو ہے ''مسلم اوٹ لک''
کیا عجب پہلے ہی لیڈر میں یہ کر دے آشکار
کس طرح آیا کو لے کر اُڑ گیا صاحب ''کا کک''

ختم تھا مرحوم اکبر پر ہی یہ رنگِ سخن
ہر سخنور کی یہاں طبع رواں جاتی ہے رُک
قافیہ اِک اور بھی اچھا تھا لیکن کیا کریں
کر دیا متروک دِلّی کے زباں دانوں نے ٹک[۴۹]

درج ذیل قطعہ صرف کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے۔ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے:۔

ہزار چمن سے یہ کہتی ہے خاک باغ
غافل نہ رہ جہاں میں گردوں کی چال سے
سینچا گیا ہے خونِ شہیداں سے اس کا تخم
تو آنسوؤں کا بخل نہ کر اس نہال سے[۵۰]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل یہ قطعہ جس کے مطلع کا مصرعہ اولیٰ ہے:۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

بانگِ درا میں یہ ظریفانہ کلام کا آخری قطعہ ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا، طبع اوّل میں اشعار کی تعداد چار ہے لیکن متن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جن اشعار کے متن میں اختلاف ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

کلیات: مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
دل اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
کیا خوب امیر فصیل کو سنوسی نے پیغام دیا
تو چھڑے کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا [۵۱]

☆☆☆

بانگِ درا: مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
دل اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
کیا خوب امیر فصیل کو سنوسی نے پیغام دیا
تو نام ونسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا
تو چہرے کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا ۵۲

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل چونتیس واں قطعہ، بانگِ درا ظریفانہ کلام کا چھبیس واں قطعہ ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا میں شامل اس قطعہ کے متن میں اشتراک واختلاف پایا جاتا ہے۔

کلیات: اُٹھا کر پھینک دو ڈربے سے باہر
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن ممبری کونسل وزارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے

☆☆☆

بانگِ درا: اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے ۵۳

یہ قطعہ جو ذیل میں درج ہے بانگِ درا میں موجود نہیں، صرف کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے:

بہت آزمایا ہے غیروں کو تو نے
مگر آج ہے وقت خود آزمائی
نہیں ہے تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا
خلافت کی کرنے لگا تو گدائی

خریدیں نہ جس کو ہم اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ بادشاہی
مرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی[۵۴]

اب جو قطعہ درج کیا جاتا ہے یہ صرف کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں ہے۔ بانگِ درا میں اسے شامل نہیں کیا گیا ہے:

گرچہ تو زندانیِ اسباب ہے
قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ
عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ
اے مسلماں ہر گھڑی پیشِ نظر
آیۂ لایخلف المیعاد رکھ
یہ لسان العصر کا پیغام ہے
اِنَّ وَعدَہ اللّٰہِ حق یاد رکھ[۵۵]

حصہ چہارم، نقشِ قدرت:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کا چوتھا حصہ نقشِ قدرت ہے۔ اس حصے میں ایسی تمام نظمیں شامل ہیں جن کا تعلق مظاہر فطرت سے ہے۔ اس حصے میں فہرست میں شامل نظموں کے علاوہ دیباچے میں شامل چار نظمیں ہیں۔ ضرورت کے مطابق جو چار نظمیں شامل کی گئی ہیں اُن کی ترتیب یوں ہے:

(۱) نالۂ فراق (۲) التجائے مسافر (۳) ایثارِ صدیق (۴) ہمدردی۔

نقشِ قدرت:

(۵) شام (۶) کوہستانِ ہمالہ (۷) کنارِ وادی (۸) طفلِ شیر خوار (۹) چاند (۱۰) آفتاب (۱۱) موجِ دریا (۱۲) ابرِ کہسار (۱۳) ہلالِ عید۔

حصہ پنجم، فانوسِ حیات:

(۱۴)فانوسِ حیات (۱۵)ہمارا دیس (۱۶)نیا شوالہ (۱۷)سوامی رام تیرتھ (۱۸)رام (۱۹)شیکسپیئر (۲۰)غالب (۲۱)داغ (۲۲)ہمایوں (۲۳)عرفی (۲۴)ڈھب مجھے قوم فروشی کا نہیں آتا (۲۵)زہد و رندی (۲۶)ایک پرندے کی فریاد (۲۷)سیّد کی لوحِ تربت (۲۸)میرا وطن (۲۹)ترانہ (۳۰)صبح (۳۱)پیامِ عمل (۳۲)شالامار باغ (۳۳)بلادِ اسلامیہ (۳۴)دِلّی و بغداد (۳۵)قرطبہ و قسطنطنیہ (۳۶)یثرب (۳۷)جزیرۂ سسلی (۳۸)حیدر آباد دکن (۳۹)گورستانِ (قطب) شاہی گولکنڈہ (۴۰)زوالِ حمیت (۴۱)ہلالِ عید رمضان (۴۲)ترنم (۴۳)مسافرانِ حرم کو ظالم راہِ کلیسا بتا رہے ہیں (۴۴)مدینے کے کبوتر کی یاد (۴۵) شفاخانۂ حجاز (۴۶)حضور نبوی میں خونِ شہدا کی نذر (۴۷)فاطمہ (۴۸)بلالؓ (۴۹)دُعا۔

حصہ ششم، شمع طور:

(۵۰)شمع طور (۵۱)لا مکاں کا مکاں (۵۲) کنج تنہائی (۵۳)شاعر (۵۴)دنیا (۵۵)مفلسی (۵۶)نوائے غم (۵۷)محبت (۵۸)حسن و زوال (۵۹)خفتگانِ خاک سے استفسار (۶۰)غم (۶۱)عشق اور موت (۶۲)خاموشی (۶۳)والدہ مرحومہ کی یاد میں (۶۴)بیراگ (۶۵)ایک آرزو (۶۶)پیامِ صبح (۶۷)عہدِ طفلی (۶۸)ایک پرندہ اور جگنو (۶۹)مکافاتِ عمل (۷۰) ستارہ (۷۱)دو ستارے (۷۲)شبنم اور ستارے (۷۳)انسان اور بزمِ قدرت (۷۴)شمع و پروانہ (۷۵)بچہ اور شمع (۷۶)شمع (۷۷) جگنو (۷۸)شعاع آفتاب (۷۹)گل (۸۰)گلِ رنگیں (۸۱)گلِ پژمردہ (۸۲)دردِ عشق (۸۳)شب و شاعر (۸۴)صدائے درد (۸۵)تصویرِ درد (۸۶)شجر ملت (۸۷)فلسفہ اسیری (۸۸)خطاب بہ مسلم (۸۹)نالۂ یتیم (۹۰)نوائے اذان (۹۱)فریادِ اُمت (۹۲)ایک حاجی مدینے کے رستہ میں (۹۳)شکوہ (۹۴)جواب شکوہ (۹۵)دیکھتا ہوں دوش کے آئینہ میں فردا کو (۹۶)شمع اور شاعر (۹۷)حیاتِ ملّیہ (۹۸)خضر راہ (۹۹)طلوع اسلام۔

☆☆☆

نالۂ فراق:۵۶

(۱) یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے دیباچے میں شامل ہے۔ اس نظم کے آٹھ بند ہیں جن کے اشعار کی تعداد چوبیس ہے۔ بانگِ درا میں یہ حصہ اوّل کی پینتیسویں نظم ہے اور اس کے پانچ بند شامل کیے گئے ہیں جن کے اشعار کی تعداد پندرہ ہے۔ جو اشعار بانگِ درا میں موجود نہیں وہ درج کیے جاتے ہیں:

ہو گئی رخصت مسرت، غم مرا ہمدم ہوا
دفترِ صبر و شکیبائی جو تھا برہم ہوا
کچھ عجب اس کی جدائی میں مرا عالم ہوا
دل مرا منت پذیرِ نالۂ پیہم ہوا
حاضراں از دور چوں محشر خروشیم دیدہ اند
دیدہ ہا باز است لیک از راہ گوشم دیدہ اند

☆☆☆

دجلہ ریزی کر رہاہے دیدۂ پُرخوں مرا
صورتِ سیماب مضطر ہے دلِ محزوں مرا
دردِ فرقت سے ہے رنگیں نالہ موزوں مرا
داغِ حرماں ہے سراپا ہر گلِ مضموں مرا
آہ وہ حاصل نہیں اوروں کی مدحت میں مجھے
لطف جو ملتا تھا کچھ تیری ملامت میں مجھے

☆☆☆

زندگی کا دامن انساں میں گویا خار ہے
آرزو کا دل میں، سینے میں نفس کا خار ہے
یوں تو اس عالم کے ہر ذرّے سے اُگتا خار ہے
خارِ فرقت کا مگر سب سے نکیلا خار ہے

زندگانی در جگر خار است و در پا سوزن است
تا نفس باقی است در پیراہن ما سوزن است[۵۶]

التجائے مسافر:

یہ نظم بھی کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے دیباچے میں شامل ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد بیس ہے۔ بانگِ درا حصہ اوّل کی یہ آخری نظم ہے۔ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد اکیس ہے لیکن اس کے بہت سے اشعار متروک ہیں۔ بانگِ درا میں شامل التجائے مسافر کے دوسرے بند کا پہلا شعر چھوڑ کر باقی پانچ اشعار موجود ہیں۔ جو دو اشعار بانگِ درا میں موجود نہیں وہ یہ ہیں: ؎

رہوں میں خادم خلقِ خدا جیوں جب تک
نہیں ہے آرزوے عمرِ جاوداں مجھ کو

گریز میرے دل درد مند کا ہے شعار
بہت ستاتا ہے اندیشۂ زیاں مجھ کو[۵۸]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل اشعار جو بانگِ درا میں موجود نہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں: ؎

ترے وجود سے روشن ہے راہ منزلِ عشق
دیارِ عشق کا مصحف کلام ہے تیرا

خروشِ میکدہ شوق ہے ترے دم سے
طلب ہو خضر کو جس کی وہ جام ہے تیرا

نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

کیا ہے تیرے مقدر نے مداح خواں مجھ کو
کہے ہزار مبارک مری زباں مجھ کو

بیاں کروں تپشِ عشق کو تو آتشِ دل
شرارے دے پے تمہیدِ داستان مجھ کو

مرے سفینے کو تو نے کنارہ بوس کیا
اماں نہ دیتا تھا جب بحرِ بیکراں مجھ کو

رہوں میں خادمِ خلقِ خدا جیوں جب تک
نہیں ہے آرزوئے عمرِ جاوداں مجھ کو

نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروّت نے نکتہ داں مجھ کو[۵۹]

ایثارِ صدیقؓ:

یہ نظم بھی کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے دیباچے میں شامل ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد تیرہ ہے۔ یہ نظم بانگِ درا حصہ سوم میں موجود ہے۔ بانگِ درا میں اس کا عنوان صرف ''صدیق'' ہے۔[۶۰] بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد تیرہ ہے لیکن کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور میں موجود نظم کے دو اشعار کے متن میں اختلاف ہے:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

شعر نمبر ۸: اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آ گیا
شاہد ہے جس کی مہر و وفا پر حرا کی غار

شعر نمبر ۱۳ مقطع: پروانے کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس[۶۱]

جب کہ بانگِ درا طبع اوّل میں اشعار اس طرح سے ہیں:

شعر نمبر ۸: اتنے وہ رفیقِ نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

شعر نمبر ۱۳: پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس[۶۲]

حصہ چہارم، ''کلیاتِ اقبال'' مرتبہ: عبدالرزاق

(نقشِ قدرت) شام:

یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے حصہ نقشِ قدرت کی پہلی نظم ہے۔ یہ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ محذوف نظم یہ ہے:

مصرِ ہستی میں شام آتی ہے — رنگ اپنا جمائے جاتی ہے
اے سبوئے مئے شفق اے شام — تو مئے بے خودی پلاتی ہے
سرمۂ دیدہ اُفق بن کر — چشم ہستی میں تو سماتی ہے
کس خموشی سے اُڑ رہے ہیں طیور — تو راہِ آشیاں دکھاتی ہے
ریزش دانہ ہائے اختر کو — مزرعِ آسماں میں آتی ہے
تو پرِ طیر آشیاں رو کو — چشم صیاد سے چھپاتی ہے
صبح دَر آستیں ہے تو شاید — آنکھ اختر کو کھل جاتی ہے
تو پیامِ وفاتِ بیداری — محفل زندگی میں لاتی ہے
اپنے دامن میں بہر غنچۂ گل — خواب لے کر چمن میں آتی ہے
خامشی زا ہے تیرا نظارا — آہ یہ حسن انجمن آرا[۶۳]

کوہستان ہمالہ:

یہ نظم اپریل ۱۹۰۱ء میں پہلی بار ''مخزن'' میں شائع ہوئی تو اس کا نام ''کوہستان ہمالہ'' تھا۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس کا ابتدائی متن شامل ہے۔ دونوں کے متن میں یکسانیت ہے جب کہ بانگِ درا میں اس کا عنوان ''ہمالہ'' ہے اور اس کے آٹھ بند شامل ہیں۔ بعض اشعار میں ترامیم ہیں جب کہ بعض مصرعے آگے پیچھے ہیں۔ بانگِ درا میں جو کلام شامل نہیں وہ مندرجہ ذیل ہے:

وہ اُچھالی پنجۂ قدرت نے گیند اِک نور کی
جھانکتا ہے وہ درختوں کے پرے خورشید بھی
دل لگی کرتی ہے ہر پتی سے جس کی روشنی
میرے کانوں میں صدا آئی مگر کچھ اور ہی
دل کی تاریکی میں وہ خورشید جاں افروز ہے
شمعِ ہستی جس کی کرنوں سے ضیا اندوز ہے

☆☆☆

وہ اُچھالی پنجۂ قدرت نے گیند اِک نور کی
جھانکتا ہے وہ درختوں کے پرے خورشید بھی
وہ اصولِ حق نمائے نفسِ ہستی کی صدا
روح کو ملتی ہے جس سے لذتِ آبِ بقا
جس سے پردہ روئے قانونِ محبت کا اُٹھا
جس نے انساں کو دیا رازِ حقیقت کا پتہ
تیرے دامن کی ہواؤں سے اُگا تھا یہ شجر
بیخ جس کی ہند میں ہے چین و جاپاں میں ثمر

☆☆☆

تو، تو ہے مدت سے اپنی سرزمیں کا آشنا
کچھ بتا اُن راز دانانِ حقیقت کا پتا
تیری خاموشی میں ہے عہدِ سلف کا ماجرا
تیرے ہر ذرّے میں ہے کوہِ المپس کی فضا

☆☆☆

آنکھ اے دل کھول اور نظارۂ قدرت کو دیکھ
اس فضا کو اس گل و گلزار کی رنگ کو دیکھ

اپنی پستی دیکھ اور اس کوہ کی رفعت کو دیکھ
اس خموشی میں سرورِ گوشۂ عزلت کو دیکھ
شاہدِ مطلب ملے جس سے وہ ساماں ہے یہی
دردِ دل جاتا رہے جس سے وہ درماں ہے یہ

☆☆☆

سلسلہ تیرا یا بحرِ بلندی موج زن
رقص کرتی ہے مزہ سے جس پہ سورج کی کرن
تیری ہر چوٹی کا دامانِ فلک میں ہے وطن
چشمۂ دامن میں رہتی ہے مگر پر تو فگن[۶۴]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کا چھٹا بند اس طرح سے ہے:

نہر چلتی ہے سرود خامشی گاتی ہوئی
آئینہ سا شاید قدرت کو دکھلاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی مانند لہراتی ہوئی
ناز کرتی ہے فراز راہ سے جاتی ہوئی
چھیڑتا جا اس عراقِ دلنشین کے ساز کو
اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو[۶۵]

بانگِ درا میں یہ بند متن کے اختلاف کے ساتھ اس طرح درج ہے:

آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی
آئینہ سا قدرت کو دکھلاتی ہوئی
سنگِ رہ سے گاہ بچتی، گاہ ٹکراتی ہوئی
چھیڑتی جا اس عراق دلنشین کے ساز کو
اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو[۶۶]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ''کوہستانِ ہمالہ'' کے پہلے بند کے ٹیپ کا یہ شعر بانگِ درا میں نہیں ہے:

تیری ہستی پر نہیں باد تغیر کا اثر
خندہ زن ہے تیری شوکت گردش ایام پر

پہلے بند کا تیسرا مصرعہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس طرح درج ہے:

تو جواں ہے دورہ شام و سحر کے درمیاں[٦٧]

☆☆☆

بانگِ درا: تو جواں ہے گردشِ شام وسحر کے درمیاں[٦٨]

کنارِ وادی:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کی یہ دوسری نظم ہے۔ احمد دین نے بانگِ درا میں شامل نظم کا گیارہواں اور بارہواں شعر شامل کیا ہے جس کا متن بانگِ درا سے مطابقت رکھتا ہے، باقی نظم کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ اس نظم کے بند نمبر تین میں شامل دو اشعار جو کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں ہیں لیکن بانگِ درا میں موجود نہیں ہیں:

نظارہ موج کو پھر وجہ اضطراب ہے کیا
یہ کہنہ مشق نو آموز پیچ و تاب ہے کیا

نمازِ شام کی خاطر یہ اہلِ دل ہیں کھڑے
مری نگاہ میں انساں پابہ گل ہیں کھڑے[٦٩]

طفلِ شیر خوار:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا میں یہ نظم شامل ہے بانگِ درا حصہ اوّل کی یہ تینتیسویں نظم ہے۔ بانگِ درا میں سے کچھ اشعار حذف ہیں۔ محذوف اشعار یہ ہیں:

ایسی چیزوں کو جو تو سمجھا ہے سامانِ خوشی
کیا کسی دکھ درد کے مکتب کی ابجد ہے یہی

درد سے اے نو اسیر حلقۂ گرداب درد
ہو تو جائے گی تجھے آگاہی اسباب درد

اس چمکتی چیز کی خاطر یہ بے تابی ہے کیا
اب سیاہی کے گرنے کی تجھے سوجھی ہے کیا

ہے تجھے کچھ فرش پر اس کے گرانے کا مزا
ٹوٹ جائے آئنہ میرا تجھے پروا ہے کیا

تالیوں کا ہو کوئی گچھا کہ سونے کی گھڑی
مل گئی جو شئے تجھے تیرا کھلونا بن گئی

جو تری آنکھوں کے آگے ہو، ہوس انگیز ہے
یعنی ہر شے توسن ادراک کو مہمیز ہے

پھوٹتی ہے فصلِ گل کی جس طرح پہلی کلی
منہ پر ڈالے سبز پتی کی نقاب عارضی

یوں تیرے ہنسنے سے دل میں ہے تمنا کی نمود
اے گلِ ناشگفتہ صحنِ چمن زارِ وجود

تیرا آئینہ تھا آزادِ غبار آرزو
وصل ہستی سے چمک اُٹھا شرارِ آرزو[۲۷]

چاند:

یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کی پانچویں نظم ہے۔کلیات میں اس کے اشعار کی تعداس سترہ ہے جب کہ بانگِ درا کی یہ چھتیسویں نظم ہے۔ یہاں اس کے اشعار کی تعداد تیرہ ہے۔

جب کہ کلیاتِ اقبال(مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل نظم میں جو اشعار موجود ہیں اور جو بانگِ درا میں موجود نہیں وہ اشعار ذیل میں درج ہیں:

اے قمر کیا خامشی افزا ہے تیری روشنی
رات کے دامن میں گویا ہے سحر سوئی ہوئی

حسنِ کامل تیری صورت کا نشاط انگیز ہے
چاندنی میں تیری اِک تسکین غم آمیز ہے
گھر بنایا تو نے گو ہنگامہ ہستی سے دور
چاندنی تیری نہیں انسان کی بستی سے دور
ہاں اُتر آ میرے دل میں ساتھ لے کر چاندنی
اس اندھیرے گھر میں بھی ہوجائے دم بھر چاندنی

کلیات میں جن اشعار کے متن میں فرق ہے وہ درج کیے جاتے ہیں:

(۱) میں رہِ منزل میں ہوں تو بھی رہِ منزل میں ہے
تیری محفل میں ہے جو سنسان میرے دل میں ہے
(۲) پھر بھی اے ماہِ مبیں میں اور ہوں تو اور ہے
یعنی میں صیاد ہوں جس کا وہ آہو اور ہے[اے]
(۱) پھر بھی اے ماہِ مبیں میں اور ہوں تو اور ہے
درد جس پہلو سے اُٹھتا ہے وہ پہلو اور ہے
(۲) میں رہِ منزل میں ہوں تو بھی رہِ منزل میں ہے
تیری محفل میں جو خاموشی ہے میرے دل میں ہے[۲ے]

موجِ دریا:

یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) اور بانگِ درا،طبع اوّل میں شامل ہے۔[۳ے]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) میں شامل اس نظم کا تیسرا بند بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔حذف شدہ بند ذیل میں ہے:

غنچۂ آب میں گلشن کی تماشائی ہوں
اپنی ہستی کو مٹانے کی تمنائی ہوں
کشتۂ عشق ہوں مجرم ہوں شکیبائی ہوں
حوصلہ دیکھ کہ میں بحر کی شیدائی ہوں

زندگی جزو کی ہے کُل میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا[۴۷]

ابرِ کہسار:

ابرِ کہسار کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے۔ یہاں اس نظم کے دس بند ہیں جب کہ بانگِ درا میں اس کے صرف چار بند شامل کیے گئے ہیں۔ جو بند بانگِ درا سے حذف کیے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

غنچۂ گل میرے سایہ سے چٹک جاتا ہے
اخترِ قسمتِ گلزار چمک جاتا ہے
میرا ہر قطرہ گلستاں پہ ٹپک جاتا ہے
دل بلبل کی طرح گل سے اٹک جاتا ہے

☆☆☆

دل لگی کوہ کے چشموں سے مجھے بھاتی ہے
زندگی اپنی اس طرح گزر جاتی ہے
ہے مجھے دامنِ کہسار میں سننے کا مزا
نغمۂ دخترِ دوشیزۂ دہقاں کی صدا
وہ سرِ کوہ سے تھم تھم کے اُترنا اُس کا
حشر ڈھاتی ہے یہ آہستہ خرامی کی ادا
سر پہ وہ دودھ کی ٹھلیا کو اُٹھا لے آنا
اور تھم تھم کے اُترتے ہوئے گاتے آنا

قدم اپنا جو سوئے شہر و دیار اُٹھتا ہے
شیشۂ خاطر محزوں سے غبار اُٹھتا ہے
کوئی کہتا ہے کہ وہ ابرِ بہار اُٹھتا ہے
اور کوئی جوشِ طرب میں یہ پکار اُٹھتا ہے

تند پُر شور و سیہ مست زکہسار آمد
مے کشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

☆☆☆

میری عادت میں ہے اِک شور مچاتے آنا
سرِ کہسار سے طنبور بجاتے آنا
چھیڑے باغ کی کلیوں ہنساتے آنا
شکوہ ہائے ستمِ مہر مٹاتے آنا
تو سنِ باد پہ اُڑتا ہوا آتا ہوں میں
گرمیٔ مہر کے کشتوں کا مسیحا ہوں میں

☆☆☆

اُٹھ گیا موجِ ہوا سے کبھی دامن جو مرا
ہو گیا عارضِ خاتونِ فلک بے پردا
ہو ضیا گستر عالم، وہ عروسِ زیبا
نام انساں کی بولی میں قمر ہے جس کا
نظر آتے ہیں مگر پردہ نشیں چھپتے ہیں
روئے تاباں کی جھلک دے کر حسیں چھپتے ہیں
کی ذرا دست درازی جو ہوا نے مجھ پر
چاک دامن سے دمکتے نظر آئے اختر
مجھ سے چلنے میں نہ ہو گا کوئی غافل بڑھ کر
گر پڑے ہیں مرے دامن کی گرہ کھل کے گہر
مقصدِ ہر صدفِ قلزم ذخار ہوں میں
ابرِ رحمت ہوں گہر دار، گہر بار ہوں میں[۵۷]

ہلالِ عید:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے نو اشعار ہیں جب کہ بانگِ درا

میں اس نظم کو شامل نہیں کیا گیا۔ محذوف نظم مندرجہ ذیل ہے:

اے مہِ عید بے حجاب ہے تُو
حسنِ خورشید کا جواب ہے تُو

اے گریبان جامۂ شبِ عید
شاہد عیش کا شباب ہے تُو

اے نشانِ رکوع سورہ نور
نقشۂ مَلک انتخاب ہے تُو

اے جوابِ خطِ رکوع نیاز
طاعت صوم کا ثواب ہے تُو

ہائے اے حلقۂ پرِ طاؤس
قابلِ ذلک الکتاب ہے تُو

چشمِ طفلی نے جب تجھے دیکھا
کہہ دیا خواب ہے کہ خواب ہے تُو

طوفِ منزل گہِ زمین کے لیے
ہمہ تن پائے در رکاب ہے تُو

یہ اُبھرتے ہی آنکھ سے چھپنا
روشنی کا مگر حباب ہے تُو

تُو کمند غزالِ شادی ہے
لذتِ افزائے شور طفلی ہے[۷۶]

حصہ پنجم، فانوسِ حیات:

کلیاتِ اقبال حصہ پنجم کا عنوان ''فانوسِ حیات'' ہے۔ اس حصے میں علامہ اقبال کی وہ نظمیں شامل ہیں جن کا تعلق حقائق و معارف سے ہے۔ ان نظموں کی ابتداء عام انسانی جذبات سے ہوتی ہے اور آخر میں مذہبی فکر و فلسفہ ایک پیغام کی صورت میں ملتا ہے۔

ہمارا دیس:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں یہ نظم ''ہمارا دیس'' کے عنوان سے شامل ہے اور اس کے اشعار کی تعداد نو ہے جب کہ بانگِ درا طبع اوّل میں یہ ''ترانۂ ہندی'' کے نام سے شامل ہے۔[۷۷] کلیاتِ اقبال اور بانگِ درا میں شامل اس نظم کے دوسرے شعر کے متن میں اختلاف ہے:

کلیات: غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہیں ہم بھی دل ہو جہاں ہمارا[۷۸]

بانگِ درا: غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
طبع اوّل سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا[۷۹]

نیا شوالہ:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل نظم ''نیا شوالہ'' اٹھارہ اشعار پر مشتمل ہے جب کہ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد نو ہے۔ بانگِ درا میں اس نظم کے پہلے بند سے ایک شعر جب کہ دوسرے اور تیسرے بند سے نو اشعار حذف ہیں۔ محذوف اشعار مندرجہ ذیل ہیں: ؎

کچھ فکر پھوٹ کی کر مالی ہے تو چمن کا
بوٹوں کو پھونک ڈالا اس بِس بھری ہوا نے

پھر اِک انوپ ایسی سونے کی مورتی ہو
اس ہر دوار دِل میں لا کر اسے بٹھا دیں

سندر ہو اس کی صورت چھب اس کی موہنی ہو
اس دیوتا سے مانگیں جو دل کی ہوں مرادیں

زنار ہو گلے میں، تسبیح ہاتھ میں ہو
یعنی صنم کدے میں شانِ حرم دکھا دیں

آنکھوں کی ہے جو گنگا لے لے کہ اس سے پانی
اس دیوتا کے آگے اِک نہر سی بہا دیں
''ہندوستان'' لکھ دیں ماتھے پہ اس صنم کے
بھولے ہوئے ترانے دنیا کو پھر سنا دیں
مندر میں ہو بلانا جس دم پجاریوں کو
آوازۂ اذاں کو ناقوس میں ملا دیں
اگنی ہے جو وہ نرگن، کہتے ہیں پیت اس کو
دھرموں کے یہ بکھیڑے اس آگ میں جلا دیں
ہے ریت عاشقوں کی تن من نثار کرنا
رونا ستم اُٹھانا اور اُن کو پیار کرنا[۸۰]

سوامی رام تیرتھ:

یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) اور بانگِ درا،طبع اوّل میں شامل ہے۔ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد چھ ہے جب کہ کلیاتِ اقبال میں اس کے سات اشعار ہیں۔ایک شعر جو بانگِ درا میں شامل نہیں ہے وہ یہ ہے:

کیا کہوں زندوں سے میں اس شاہد مستور کی
دار کو سمجھے ہوئے ہیں جو سزا منصور کی[۸۱]

غالب:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کا عنوان ''غالب'' ہے۔ جب کہ بانگِ درا میں اس نظم کا عنوان ''مرزا غالب'' ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) اور بانگِ درا میں اشعار کی تعداد پندرہ ہے لیکن کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) میں شامل دوسرا بند مکمل حذف کر کے اس کی جگہ نیا بند شامل کیا گیا ہے۔حذف شدہ بند مندرجہ ذیل ہے:

معجز کلکِ تصور ہے دیا دیواں ہے یہ
یا کوئی تفسیر رمزِ فطرت انساں ہے یہ

نازشِ موسیٰ کلامی ہائے ہندوستاں ہے یہ
نورِ معنی سے دل افروزِ سخن داناں ہے یہ
نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا[۸۲]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا کے چند مصرعوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے:

کلیات: فکرِ انساں کو تری ہستی سے یہ روشن ہوا
بانگِ درا: فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
کلیات: روح تھا تو اور بزمِ سخن پیکر ترا
بانگِ درا: تھا سراپا روح تو، بزمِ سخن پیکر ترا
کلیات: صورتِ روحِ رواں ہر شے میں جو مستور ہے
بانگِ درا: بن کے سوز زندگی ہر شے میں جو مستور ہے
کلیات: ہو تصور کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشیں
بانگِ درا: ہو تخیل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشیں
کلیات: شمع یہ جویندۂ دل سوزیِ پروانہ ہے
بانگِ درا: شمع یہ سودائی دل سوزیِ پروانہ ہے
کلیات: تیرے ہر ذرّے میں خوابیدہ ہیں سو شمس و قمر
بانگِ درا: ذرّے ذرّے میں تیرے خوابیدہ ہیں شمس و قمر [۸۳]

داغ:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل نظم ''داغ'' کے چھ بند ہیں جن کے اشعار کی تعداد ستائیس ہے۔ بانگِ درا میں اس کے پانچ بند شامل ہیں۔ اس نظم کے آخری دو بند کو دو حصوں میں تقسیم کر کے پانچ بند بنا دیے گئے ہیں کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق)

میں شامل نظم کے جو اشعار بانگِ درا سے حذف کیے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

جوہر رنگین نوائی پا چکا جس دم کمال
پھر نہ ہوسکتی تھی ممکن میر و مرزا کی مثال

کر دیا قدرت نے پیدا ایک دونوں کا نظیر
داغ یعنی وصل فکر میرزا و دردِ میر

شعر کا کاشانہ لیکن آج پھر ویراں ہوا
دیدۂ خونبار پھر منت کشِ درماں ہوا

کم نہیں محشر سے کچھ ایسی صدا کی خامشی
آہ دِل سوزی تو تھی گو نکتہ آموزی نہ تھی[۸۴]

ڈھب مجھے قوم فروشی کا نہیں یاد کوئی:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل اس نظم کے سترہ اشعار ہیں۔ یہ نظم بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل ہے لیکن اس کا عنوان ''نصیحت'' ہے۔ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد بارہ ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس کا آغاز اس مصرعہ سے ہوتا ہے:

کل ملا مجھ سے جو اقبال تو پوچھا میں نے

بانگِ درا میں اس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

میں نے اقبال سے از راہِ نصیحت یہ کہا

بانگِ درا میں جو اشعار نہیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

کبھی ایراں کے لیے ہو جو دُعا کا جلسہ
عذر تیرا ہے کہ ہے میری طبیعت ناساز

سن کے کہنے لگا اقبال بجا فرمایا
شک مجھے آپ کی باتوں میں نہیں بندہ نواز
مجھ میں اوصاف ضروری تو ہیں موجود مگر
ہے کمی ایک، کہوں تجھ سے جو ہو فاش نہ راز

ڈھب مجھے قوم فروشی کا نہیں یاد کوئی
اور پنجاب میں ملتا کوئی اُستاد نہیں ۸۵

زُہداور رِندی:

یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل ہے۔کلیات میں موجود تین اشعار بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں۔کلیات میں موجود تین اشعار جو بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

دو نذر تو فرماتے تھے ہو کر متبسم
دینداروں کی امداد ہے ایماں کی نشانی
کہتے ہیں کہ اس کو محبت فقراء سے
دیکھی نہیں ہم نے تو کوئی اس کی نشانی
ہر رات اسے راگ کی جلسوں سے سروکار
پھرتا ہے مرے مزرع اوراد پہ پانی[۸۶]

ایک پرندے کی فریاد:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل اس نظم کے بیس اشعار ہیں جب کہ بانگِ درا میں اشعار کی تعداد گیارہ ہے۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کا عنوان ’’پرندے کی فریاد‘‘ ہے۔۸۷ وہ اشعار جو بانگِ درا میں شامل نہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ جھاڑیاں چمن کی وہ مرا آشیانہ
وہ ساتھ سب کے اُڑنا وہ سیر آسمان کی
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا مل کے گانا
پتوں کا ٹہنیوں پر وہ جھومنا خوشی سے
ٹھنڈی ہوا کے پیچھے وہ تالیاں بجانا
تڑپا رہی ہے مجھ کو رہ رہ کے یاد اُس کی
تقدیر میں لکھا تھا پنجرے کا آشیانہ

اس قید کا الٰہی دکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہی قفس میں میں غم سے مر نہ جاؤں

باغوں میں کنبے والے خوشیاں منا رہے ہیں
میں دل جلا اکیلا دکھ میں کراہتا ہوں

☆☆☆

ارمان ہے یہ جی میں اُڑ کر چمن کو جاؤں
ٹہنی پہ گل کی بیٹھوں آزاد ہو کے گاؤں
بیری کی شاخ پر ہو ویسا ہی پھر بسیرا
اس اُجڑے گھونسلے کو پھر جا کے میں بساؤں
چگتا پھروں چمن میں دانے ذرا ذرا سے
ساتھی جو ہیں پرانے اُن سے ملوں ملاؤں

پھر دن پھریں ہمارے پھر سیر ہو وطن کی
اُڑتے پھریں خوشی سے کھائیں ہوا چمن کی
آزاد جس نے رہ کر دن اپنے ہوں گزارے
اس کو بھلا خبر کیا یہ قید کیا بلا ہے[۸۸]

سیّد کی لوحِ تربت:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے اکتیس اشعار شامل ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں یہ نظم شامل ہے اور اس کے اشعار کی تعداد صرف چودہ ہے اور جو اشعار بانگِ درا میں شامل نہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)

اے کہ زائر بن کے میری قبر پر آیا ہے تُو
اے کہ مستانہ مئے حسن عقیدت کا ہے تُو

یہ وہ نظارہ ہے یاں ہر گل سراپا دید ہے
اس گلشن کی زمیں میں باغباں خوابیدہ ہے

(۲)

دیکھ اپنوں میں کہیں پیدا نہ ہو بیگانگی
چل نہ جائے تیرے گلشن میں ہوا پیکار کی

دین کے پردے میں تو دنیا کا سودائی نہ ہو
آڑ میں مذہب کی شوقِ عزت افزائی نہ ہو

گالیاں دینا کسی کو دین کی خدمت نہیں
یہ تعصب کوئی مفتاحِ درِ جنت نہیں

راہبر کو قافلے کے ساتھ رہنا چاہیے
کیا چلے گا کارواں جب رہنما پیچھے رہے

(۳)

ہو شراب حب قومی میں آ کر سرشار تُو
ہو نہ اپنی عزت افزائی کی تجھ کو آرزو

قافلہ جب تک پہنچ جائے نہ منزل کے قریں
رہنما ہوتے ہیں جو رستے میں دم لیتے نہیں

کیا مزا رکھتی ہے ابنائے وطن کی فکر بھی
اس میں کچھ ہوتی نہیں اپنے کفن کی فکر بھی

دیکھ آوازِ ملامت سے نہ گھبرانا ذرا
عشق کے شعلے کو بھڑکاتی ہے یہ بن کے ہوا

وہ شجر ہے عشقِ اخواں زندگی ہے جس کا پھل
قوم کے عاشق کو چھو سکتا نہیں دستِ اجل

عالمِ عقبیٰ میں ہے سب سے بڑی عزت یہی
عشق اخواں میں اگر مطعون ہو جائے کوئی

عشق ہر صورت میں تسکینِ دل ناشاد ہے
پر کہیں نالہ کہیں شیون کہیں فریاد ہے
خود بخود منہ سے نکل جاتی ہے ایسی لے ہے یہ
شیشۂ دل سے اُچھل جاتی ہے ایسی مے ہے یہ

چوں زمینائے محبت خوردہ بودم بادہ
تاثر یا رفت ایں قومِ بخاک افتادہ

(۴)

اپنے حق کے مانگنے میں رکھ ادب مدِنظر
چاہیے سائل کو آداب طلب مدِنظر
معنیٔ رمزِ اطاعت کی نہ ہو جس کو خبر
چاہیے دنیا کو اس ناداں کی صحبت سے حذر

آب چوں در روغن افتد خیز داز چراغ
صحبتِ نا جنس باشد باعث آزار ہا

☆☆☆

مندرجہ ذیل بند میں بانگِ درا اور کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے متن میں اختلاف ہے:

کلیات:

ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم
دل تیرا گیتی نما ہو گر مثال جامِ جم
پاک رکھ اپنی زباں تلمیذ ربانی ہے تُو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو
دیکھ اے جادہ بیاں تُو نے اگر پروا نہ کی
آبرو گر جائے گی اس گوہر یک دانہ کی

از شراب حب ہم جنسانِ خود مستانہ باش
شعلۂ شمع وطن را صورتِ پروانہ باش[۸۹]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) میں اس نظم کے اس بند کے اشعار کی تعداد چار ہے جب کہ بانگِ درامیں اسی بند کے اشعار کی تعداد تین ہے اور متن میں بھی خاصہ اختلاف ہے۔ بانگِ درا،طبع اوّل میں یہ بند یوں درج ہے:

ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامہِ معجز رقم
شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثالِ جامِ جم
پاک رکھ اپنی زبان تلمیذ رحمانی ہے تُو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو
سونے والوں کو جگا دے شعر کے اعجاز سے
خرمنِ باطل جلا دے شعلۂ آواز سے[۹۰]

میراوطن:

یہ نظم بانگِ درا،طبع اوّل میں ''ہندوستانی بچوں کا گیت'' کے عنوان سے شامل ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس کا عنوان ''میرا وطن'' ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس کے پانچ بند ہیں۔ بانگِ درا سے ایک بند حذف ہے۔[۹۱] بانگِ درا سے محذوف بند مندرجہ ذیل ہے:

گوتم کا جو وطن ہے، جاپان کا حرم ہے
عیسیٰ کے عاشقوں کا چھوٹا یروشلم ہے
مدفون جس زمیں میں اسلام کا حشم ہے
ہر پھول جس چمن کا فردوس ہے ارم ہے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے[۹۲]

پیامِ عمل:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق میں)اس نظم کا عنوان ''پیامِ عمل'' ہے اوراس کے

پندرہ اشعار ہیں جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد گیارہ ہے اور اس کا عنوان ''عبدالقادر کے نام'' ہے۔ جو اشعار بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں وہ درج ذیل ہیں:

پھونک ڈالا تھا کبھی دفتر باطل جس نے
حدتِ دم سے اسی شعلے کو پیدا کر دیں

درد ہے سارے زمانے کا ہمارے دل میں
جنس کم یاب ہے آ نرخ کو بالا کر دیں

تن آتش زدہ شوق کو مانندِ سرشک
قطع منزل کے لیے آبلۂ پا کر دیں

اہد شہر کہ ہے سوختہ طبعی میں مثال
خشک ہے اس کو غریق نم صہبا کر دیں[۹۳]

شالا مار باغ:

یہ نظم کلیاتِ اقبال میں ''شالا مار باغ'' کے نام سے شامل ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس کے اشعار کی تعداد سات ہے۔ بانگِ درا میں یہ نظم ''عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں'' کے عنوان کے تحت شامل ہے۔ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد چھ ہے۔ اقبال از احمد دین میں یہ نظم شامل نہیں۔ بانگِ درا سے جو شعر حذف ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

سرود مرغ نوا ریز و ہم نشینئ گل
مرے نصیب کہاں غنچۂ مزار ہوں میں[۹۴]

بلادِ اسلامیہ:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے چھ بند شامل ہیں۔ اس نظم کی خوب صورتی یہ ہے کہ ہر بند کو بلادِ اسلامیہ کے ایک بڑے شہر کا نام دیا گیا ہے۔ پہلا بند ''دِلّی''، دوسرا بند ''بغداد''، تیسرا بند ''قرطبہ''، چوتھا بند ''قسطنطنیہ''، پانچواں بند ''یثرب'' کے عنوانات کے تحت ہے جب کہ چھٹے بند کا عنوان نہیں ہے۔ بانگِ درا میں اس نظم کے پانچ بند شامل ہیں لیکن کسی بند کا

ذیلی عنوان نہیں ہے۔ صرف نظم کا عنوان ''بلادِ اسلامیہ'' ہے۔ ذیل میں کلیاتِ اقبال میں شامل وہ اشعار جو بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں کیے گئے درج کیے جاتے ہیں:

یثرب: ؎

خشک لبِ انساں کو جس نے آبِ جاں پرور دیا
عقل کو آزاد زنجیرِ تو ہم کر دیا
جس نے عہد وصل باندھا مدتِ دوراں کے ساتھ
جس نے پوری منصفی کی فطرتِ انساں کے ساتھ
جس کے ڈر سے وہم کا قصر کہن آئیں گرا
گردنِ انساں سے طوقِ راہب خودبیں گرا

ذیل میں درج یہ پورا بند بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں کیا گیا: ؎

گو مٹانا بستیوں کا ہے شعار روزگار
عظمتِ ملت کی باقی یادگاریں ہیں ہزار
یہ ہویدا ہے کہیں مٹتے ہوئے آثار ہیں
یا نمایاں ہے کسی گرتی ہوئی دیوار میں
اُجڑے گورستاں کی خاموشی سے ہم آغوش ہے
شانِ پیشیں اشک خونِ قوم سے گل پوش ہے
نالہ کرتی ہے کہیں خاموشی ہوتی ہے کہیں
اہلِ ملت کی فراموشی کو روتی ہے کہیں
جلوہ گاہ ہیں اس کی ہیں اپنی زیارت کے لیے
اشک باری کے لیے غم کی حکایت کے لیے۹۵

جزیرۂ سسلی:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کا عنوان ''جزیرۂ سسلی'' ہے۔ اس کے چار بند اور سترہ اشعار ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں یہ نظم ''صقلیہ'' کے نام سے شامل ہے۔

بانگِ درا میں بھی اس کے چار بند اور سترہ اشعار ہیں لیکن اس کے شعر نمبر ۲، ۳، ۴ اور ۵ میں تبدیلی کی گئی ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا، طبع اوّل کے متن میں جو اختلاف ہے وہ درج کیا جاتا ہے:

کلیات:

یہ محل خیمہ تھا ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
شعلۂ جاں سوز پنہاں جن کی تلواروں میں تھے

آفرینش جن کی دنیائے کہن کی تھی اجل
جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے باطل کے محل

زندگی دنیا کو جن کی شورشِ قم سے ملی
مخلص انساں کو زنجیر توہم سے ملی

جن کے آوازے سے لذت گیر اب تک گوش ہے
وہ جرس کیا اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے[۹۶]

☆☆☆

بانگِ درا: (طبع اوّل)

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ جن کے سفینوں کا کبھی

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

اِک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
کھا گئی عصرِ کہن کو جن کی تیغِ ناصبور

مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قم سے ہوا
آدمی آزاد زنجیر توہم سے ہوا

غلغلوں سے جن کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے[۹۷]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے تیسرے بند کے آخری شعر کے متن میں بھی اختلاف ہے:

کلیات:

مرثیہ تیری تباہی کا مری قسمت میں تھا
یہ تڑپنا اور تڑپانا مری قسمت میں تھا[۹۸]

☆☆☆

بانگِ درا:

(طبع اوّل) غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا
چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا[۹۹]

حیدر آباد دکن:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے اڑتیس اشعار شامل ہیں۔ جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں یہ نظم ''نمودِ صبح'' کے عنوان سے شامل ہے۔ بانگِ درا میں اس کے صرف نو اشعار شامل ہیں۔ وہ اشعار جو بانگِ درا میں شامل نہیں مندرجہ ذیل ہیں:

گرچہ قدرت نے مجھے افسردہ دل پیدا کیا
آنکھ وہ بخشی کہ ہے نظارہ آشام بہار
کھینچ کر سوئے گلستاں لے گیا ذوقِ نظر
عاشقِ فطرت کو ہے صحنِ گلستاں کوئے یار

گل نے بلبل سے کہا لے ہم صفیر آیا ترا
کہتی تھی بلبل کہ اے مقصود چشم انتظار

اتنے دن غائب رہا تو گلشنِ پنجاب سے
کر لیا تھا کس صیاد نے تجھ کو شکار

کس سے راز اپنا لالہ ہائے شعلہ پوش
کس پہ کرتے دردِ دل اپنا عنادل آشکار
پوچھتی تھی روز نرگسِ شبنم فریب
ہو گیا غائب کہاں اپنے چمن کا راز دار
پھول فرقت میں تری سوزن بہ پیراہن ہو
دیدۂ قمری میں تھا صحن گلستاں خار زار
غنچۂ نوخیز کو یہ کہہ کے بہلاتی تھی میں
ہے یہیں پوشیدہ وہ وارفتہ فصلِ بہار
کچھ تو کہہ ہم سے بھی اس وارفتگی کا ماجرا
لے گیا تجھ کو کہاں تیرا دل بے اختیار
کس تجلی گاہ نے کھینچا ترا دامانِ دل
تری مشتِ خاک نے کس دیس میں پایا قرار
کیا کہوں اس بوستانِ غیرتِ فردوس کی
جس کے پھولوں میں ہوا اے ہم نوا میرا گداز
جس کے ذرّے مہر عالم تاب کو سامانِ نور
جس کی طور افروزیوں پر دیدۂ موسیٰ نثار
خطّہ جنت فضا جس کی ہے دامن گیر دل
عظمتِ دیرینہ ہندوستاں کی یادگار
جس نے اسمِ اعظم محبوب کی تاثیر سے
وسعتِ عالم میں پایا صورتِ گردوں وقار
نور کے ذرّوں سے قدرت نے بنائی یہ زمین
آئینہ ٹپکے دکن کی خاک اگر پائے فشار

آستانے پر وزارت کے ہوا میرا گزر
بڑھ گیا جس سے مرا مُلکِ سخن میں اعتبار

اس قدر حق نے بنایا اس کو عالی مرتبت
آسماں اس آستانے کی ہے اِک موجِ غبار

کی وزیر شاہ نے وہ عزت افزائی مری
چرخ کے انجم مری رفعت پہ ہوتے تھے نثار

مسند آرائے وزارت راجۂ کیواں حشم
روشن اُس کی رائے روشن سے نگاہِ روزگار

اُن کی تقریروں سے رنگین گلستانِ شاعری
اُس کی تحریروں پہ نظم مملکت کا انحصار

لیلیٰ معنی کا محمل اُن کی نثر دل پذیر
نظم اُس کی شاہد راز ازل کی پردہ دار

اُس کے فیض پا کی منت خواہ کانِ لعل خیز
بحر گوہر آفریں دستِ کرم سے شرمسار

سلسلہ اُس کی مروّت کا یونہی لا انتہا
جس طرح ساحل سے عاری بحر ناپیدا کنار

دل رہا اُس کا تکلم خلق اُس کا عطر گل
غنچۂ دل کے لیے موجِ نفس بادِ بہار

ہو خطا کاری کا ڈر ایسے مدبر کو کہاں
جس کی ہر تدبیر کی تقدیر ہو آئینہ دار

ہے یہاں شانِ امارت پردہ دار شانِ فقر
خرقہ درویشی کا ہے زیر قبائے زرنگار

خاکساری جو ہر آئینہ عظمت بنی
دستِ وقفِ کار فرمائی و دل مصروف یار

نقش وہ اُس کی عنایت نے مرے دل پر کیا
محو کرسکتا نہیں جس کو مرور روزگار

شکریہ احسان کا اے اقبال لازم تھا مجھے
مدح پیرائی امیروں کی نہیں میرا شعار[۱۰۱]

گورستانِ شاہی:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے بارہ بند ہیں جب کہ بانگِ درا میں اس کے دس بند شامل ہیں۔ بعض اشعار کے متن میں بھی تضاد ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ایسے اشعار جو بانگِ درا میں موجود نہیں ہیں وہ درج ذیل ہے: چوتھا بند، شعر نمبر۴ ؎

کہہ رہی ہے کوئی ایامِ کہن کی داستان
چاندنی کرتی ہے میناروں سے کیا سرگوشیاں

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں گیارھواں، بند، پہلا، دوسرا، پانچواں اور چھٹا شعر: ؎

صبح کے تارے پہ تھی مشرق کے رہزن کی نظر
وہ اُڑا کر لے گیا آویزۂ گوشِ سحر

شب کے اختر دیدۂ خورشید سے ڈرتے ہیں یہ
بھیس شبنم کا بدل کر سیرِ گل کرتے ہیں یہ

☆☆☆

رات یہ تاروں بھری ذوقِ نظر کی عید ہے
ریزہ ریزہ ٹوٹ کر پیمانۂ خورشید ہے

اُگتے ہیں شاخ چمن سے شعلہ بے سوز و گل
روح کا فردوس ہے حسنِ نظر افروز گل

بند نمبر بارہ، شعر نمبر چھ:

خندۂ طفلک سے ہے اس کی چمک محبوب تر
چھو نہیں سکتی اسے صر صر کی موجِ پُر خطر[۱۰۱]

اس کے علاوہ اس نظم کے چند مصرعوں کے متن میں تضاد ہے جو کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں تو شامل ہیں مگر بانگِ درا میں اُن کو تبدیل کیا گیا۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کا پہلا شعر اس طرح درج ہے:

آسماں بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے
یعنی دھندلا سا جبینِ ماہ کا آئینہ ہے

بانگِ درا میں اس کا متن یوں ہے:

آسماں بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے
کچھ مکدّر سا جبین ماہ کا آئینہ ہے

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

فطرتِ نظارہ امکاں سراپا درد ہے
اور خاموشی لبِ ہستی پہ آہِ سرد ہے

بانگِ درا، طبع اوّل:

باطن ہر ذرّہ عالم سراپا درد ہے
اور خاموشی لبِ ہستی پہ آہِ سرد ہے

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

گرچہ باغ زندگی سے گل بدامن ہے زمین
سیکڑوں خوں گشتہ تہذیبوں کا مدفن ہے زمین

بانگِ درا، طبع اوّل:

رنگ و آب زندگی سے بدامن ہے زندگی
سیکڑوں خوں گشتہ تہذیبوں کا مدفن ہے زمیں

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

یہ قمر جو ناظمِ عالم کا اِک اعجاز ہے
پہنے سونے کی قبا محو خرامِ ناز ہے

بانگِ درا، طبع اوّل:

چاند جو صورت گر ہستی کا اِک اعجاز ہے
پہنے سیمابی قبا محوِ خرامِ ناز ہے[۱۰۲]

ہلالِ عید:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے اکیس اشعار ہیں۔ بانگِ درا میں یہ نظم ''غرہ شوال'' یا ''ہلالِ عید'' کے عنوان سے شامل ہے۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد اٹھارہ ہے۔ بانگِ درا میں جو اشعار نہیں ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

وسعتِ ہستی میں گو رفعت تجھے منظور ہے
اے فلک مسکن! اُفق گردی ترا دستور ہے

دوسرے بند سے یہ اشعار حذف ہیں:

رہ گئے اپنی کہن دامی سے ہم محروم صید
اس چمن میں اپنی قسمت کی نگوں ساری بھی دیکھ
مکر کے پھندے میں شہباز مراکش آ گیا
اُمتِ عیسیٰ کا آئینِ جہاں داری بھی دیکھ

اس نظم کے چند مصرعوں کے متن میں اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

زندگی تیری جبیں بوسی اسی رایت کی ہے
حسنِ روز افزوں سے تیرے آبرو ملت کی ہے

بانگِ درا، طبع اوّل:

تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی رایت کی ہے
حسنِ افزوں سے تیرے آبرو ملت کی ہے

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق): ؎

بارش سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو
اُمتِ مرحومہ کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

بانگِ درا، طبع اوّل: ؎

بارشِ سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو
اُمتِ مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ[۱۰۳]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق): ؎

سازِ عشرت کی صدا مغرب کے میدانوں میں سن
اور ایراں میں ذرا ماتم کی تیاری بھی دیکھ[۱۰۴]

☆☆☆

ترنم اقبال:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کا عنوان ''ترنم اقبال'' ہے۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کا عنوان ''میں اور تو'' ہے۔ اس نظم کے چند مصرعوں میں اختلاف ہے:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزق): ؎

تیری راکھ میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

بانگِ درا، طبع اوّل: ؎

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق): ؎

گلۂ وفائے جفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری[۱۰۵]

بانگِ درا، طبع اوّل: ؎

گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری[۱۰۶]

مسافرانِ حرم کو ظالم رہِ کلیسا بتا رہے ہیں:

چھ اشعار کی یہ نظم کلیاتِ اقبال میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت شامل ہے جب کہ بانگِ درا میں اس کو ''قطعہ'' کے عنوان کے تحت شامل کیا گیا ہے۔ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد چار ہے۔ حذف شدہ دو اشعار یہ ہیں۔

فریبِ تہذیبِ نو میں آ کر جنھوں نے اپنا شعار چھوڑا
جہاں کی رہ گزر زمینِ پامال صورتِ نقش پا رہے ہیں
بتائیں کہ زندگی گزرتی ہے ہند کے بت کدے میں کیسی
قتیل جور و جفا رہے ہیں شہید ناز و ادا رہے ہیں[۱۰۷]

مندرجہ ذیل اشعار کے متن میں اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق):

غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بیں خدا تری قوم کو بچائے
مسافرانِ حرم کو ظالم رہِ کلیسا بتا رہے ہیں[۱۰۸]

بانگِ درا، طبع اوّل:

غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بیں، خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں[۱۰۹]

مدینے کے کبوتر کی یاد:

آٹھ اشعار پر مشتمل یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) میں موجود ہے جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کا کوئی شعر شامل نہیں ہے۔ محذوف نظم مندرجہ ذیل ہے:

رحمت ہو تیری جان پر اے مرغِ نامہ بر
آیا تھا اُڑ کے زردۂ بامِ حرم سے تو
پروازِ جبرئیل تھی تیری اُڑان میں
کرتا نہ کیوں حدوث کو پیدا قدم سے تو

زمزم میں تر ہوئی تری منقار نغمہ ریز
کرتا رہا عرب کو نمایاں عجم سے تو
جاں کو بسا دیا تھا شمیم حجاز میں
لایا تھا تار توڑ کے زلفِ صنم سے تو
ہم کو دیا پیام الف لام میم کا
نا آشنا نہ تھا رہ و رسم الم سے تو
نفرت ہی آشیانۂ ہستی سے تھی تو کیوں
آیا اُتر کے طارم کاخِ عدم سے تو
تجھ پر ابوہریرہ بھی قربان ہوں کہ تھا
وابستگانِ دامنِ فخر الامم سے تو
شاید انھیں کی راہ میں تو ہو گیا نثار
گر بچ سکا نہ گریہ کی مشق ستم سے تو[۱۱۰]

حضور نبوی میں خونِ شہدا کی نذر:

یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں بارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ بانگِ درا میں یہ نظم ''حضورِ رسالت مآب'' کے عنوان کے تحت شامل ہے۔ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد گیارہ ہے۔ایک شعر کے متن میں بھی تضاد ہے۔حذف شدہ شعر یہ ہیں:

ہوا رفیقِ اجل اشتیاقِ آزادی
سمندِ عمر کو اِک اور تازیانہ ہوا[۱۱۱]

اس نظم کے تیسرے بند کے پہلے مصرعے میں بانگِ درا میں شامل شعر کے متن میں اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق): ؎

کہا یہ میں نے کہ سچی خوشی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی[۱۱۲]

بانگِ درا، طبع اوّل:

حضور! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی[۱۱۳]

فاطمہ:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کا عنوان فاطمہ ہے اور اس کے سولہ اشعار ہیں۔ جب کہ بانگِ درا میں اس نظم کا عنوان ''فاطمہ بنت عبداللہ'' ہے۔ بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد بارہ ہے۔ جو اشعار بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
دل کی برگِ نازک گُل سے بھی تھا پاکیزہ تر
موت کے اندیشۂ جانکاہ سے بیگانہ تھا
موجۂ جاں کی ہم آغوشی سے بھی ڈرتا نہ تھا

سینۂ ملت میں ایسا جلوہ نادیدہ تھا
جس کے نظارے میں اِک عالم سراپا دیدہ تھا

یعنی نوزائیدہ تاروں کا فضا میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جس کی موجِ نور

ہے ابھی جن کے لیے رفتار کی لذت نہیں
آسماں کا خم نیا، وسعت نئی، عظمت نئی[۱۱۴]

نظم کے آخری شعر کے متن میں اختلاف ہے:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی نو بھی ہے
اور خونِ بنتِ عبداللہ کا پرتو بھی ہے[۱۱۵]

بانگِ درا، طبع اوّل:

جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے[۱۱۶]

بلال:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے سولہ اشعار ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد تیرہ ہے۔[۱۱۷] بانگِ درا سے جو اشعار حذف ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں: ؎

ستم ہے شوق کی آتش کو مثلِ موجِ ہوا
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

ترے نصیب کا آخر چمک گیا اختر
علیؓ کے سینے میں جو راز تھا کھلا تجھ پر

نمازِ عشق حسین حجاز ہے گویا
یہی نماز خدا کی نماز ہے گویا[۱۱۸]

بانگِ درا، طبع اوّل اور کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے ایک شعر کے متن میں اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق): ؎

نظر تھی مثلِ سلیماں ادا شناس تری
شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری[۱۱۹]

بانگِ درا، طبع اوّل: ؎

نظر تھی صورتِ سلماں ادا شناس تری
شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری[۱۲۰]

دُعا:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے گیارہ اشعار ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے دس اشعار شامل ہیں۔ ایک شعر بانگِ درا میں درج نہیں ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے: ؎

آتش منشی جس کی کانٹوں کو جلا ڈالے
اس بادیہ پیما کو وہ آبلہ پا دے[۱۲۱]

حصہ ششم۔ شمع طور (نظمیں):

شمع طور، کلیاتِ اقبال کا چھٹا حصہ ہے۔ اس حصے میں مرتب نے زیادہ تر اُن نظموں کو شامل کیا ہے جن کا تعلق اسلامی افکار سے ہے۔

لامکاں کا مکاں:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے پانچ اشعار شامل ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کا عنوان ''سلیمٰی'' ہے۔ یہاں بھی اس کے اشعار کی تعداد پانچ ہے۔ نظم کے آخری شعر کے متن میں اختلاف ہے:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اس کا
آنکھوں میں ہے حسینہ تیری کمال اس کا[۱۲۲]

بانگِ درا، طبع اوّل:

ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اس کا
آنکھوں میں ہے سلیمٰی! تیری کمال اس کا[۱۲۳]

دنیا:

آٹھ اشعار پر مشتمل یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے جب کہ یہ نظم بانگِ درا، طبع اوّل سے مکمل طور پر حذف ہے۔ نظم حسبِ ذیل ہے:

چمن خار خار ہے دنیا
خونِ صد بہار ہے دنیا
ہے تمنا فزا ہوائے جہاں
کیا شکست خمار ہے دنیا
جان لیتی ہے جستجو اس کی
دولت زیرِ مار ہے دنیا
ہے نسیمِ جہاں خزاں پرور
دیکھنے کی بہار ہے دنیا

زندگی نام رکھ دیا کس نے
موت کا انتظار ہے دنیا
خون روتا ہے شوق منزل کا
رہزن رہ گزار ہے دنیا
خندہ زن ہے فلک زدوں پہ جہاں
چرخ کی راز دار ہے دنیا
ہیں جہاں کو غموں کے خار پسند
اس چمن کو نہیں بہار پسند[۱۲۴]

مفلسی:

یہ نظم صرف کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اسے شامل نہیں کیا گیا۔ اس نظم کے کل آٹھ اشعار ہیں۔ محذوف نظم مندرجہ ذیل ہے: ؎

ہاتھ اے مفلسی صفا ہے ترا
ہائے کیا تیر بے خطا ہے ترا
تیرہ روزی کا ہے تجھی پہ مدار
بدنصیبی کو آسرا ہے ترا
مایۂ صد شکست قیمت دل
دہر میں ایک سامنا ہے ترا
مسکراتا ہے تجھ کو دیکھ کر زخم
یہ کوئی صورت آشنا ہے ترا
موت مانگے سے بھی نہیں آتی
درد کیا زندگی فزا ہے ترا
شور آواز چاک پیراہن
اب اظہارِ مدعا ہے ترا

التجا پر خاموش منعم
ایک فقرہ جلا بھنا ہے ترا
ہے جو دل میں نہاں کہیں کیونکر
ہائے تیرے ستم سہیں کیونکر[۱۲۵]

خفتگانِ خاک سے استفسار:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے تینتیس اشعار ہیں۔ جب کہ بانگِ درا میں اس کے چھبیس اشعار شامل کیے گئے ہیں۔ اس نظم سے کچھ اشعار حذف کیے گئے اور بعض جگہوں پر ضروری ترامیم کے ساتھ نئے اشعار شامل کیے گئے ہیں۔ حذف شدہ اشعار درج ذیل ہیں:

کھیت سے آتا ہے دہقاں منہ میں کچھ گاتا ہوا
پائے گرد آلود دیتے ہیں مسافت کا پتا
کام دھندا ہو چکا اب نیند ہے آرام ہے
ہائے وہ آغازِ محبت جس کا یہ انجام ہے
رات کی آمد ہے مرغانِ ہوا خاموش ہیں
ابتدا اور انتہا آپس میں ہم آغوش ہیں
شورش گفتارِ انساں کی صدا آتی ہیں
وہ صدائے نغمہ گوش آشنا آتی نہیں

اے عدم کے رہنے والو تم جو یوں خاموش ہو
مے وہ کیسی ہے؟ نشے میں جس کے تم مدہوش ہو
وہ ولایت بھی ہمارے دیس کی صورت ہے کیا
شب وہاں کی کیا ہے صبح و شام کی رنگ ہے کیا
دل میں ہوتے ہیں اسی صورت سے پیدا ولولے
اس ولایت میں بھی کیا مجبور کہتے ہیں اسے

واں بھی آزار غریبی سے کبھی روتے ہیں کیا
اُس ولایت میں بھی دل ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں کیا
یہ خوشامد اُس ولایت کا بھی کیا دستور ہے
واں بھی کیا سنگِ ریا سے شیشۂ دل چُور ہے
واں کی عزت بھی حکومت حباب آسا ہے کیا
واں بھی یہ دولت ہی پیمانہ شرافت کا ہے کیا
آہ! اس کشور میں تو جوہر کی عزت کچھ نہیں
واں کی نگری میں بھی اس موتی کی قیمت کچھ نہیں
خرمنِ دہقاں کو ہے بجلی کا ڈر ایسا ہی کیا
اس جہاں میں ہے تبسم پُرخطر ایسا ہی کیا؟
فکر اینٹوں کی وہاں بھی ہے مکاں کے واسطے
تنکے چنتے وہاں بھی آشیاں کے واسطے

☆☆☆

اس نگر کی طرح کیا واں بھی ہے رونا موت کا
کیا واں کی زندگی کو بھی ہے کھٹکا موت کا
یاں تو چلمن کی جھلک سے اور بڑھ جاتا ہے شوق
کیا وہاں پر جلوۂ بے پردہ دکھلاتا ہے شوق
ہم جسے کہتے ہیں ہستی وہ ہے کیا تصویرِ حُسن
ہے صداقت بھی سعادت بھی وہاں تفسیرِ حُسن[۱۲۶]

غم:

اس نظم کے بتیس اشعار کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہیں۔ ''بانگِ درا'' طبع اوّل میں اشعار کی تعداد بتیس ہے لیکن چند اشعار کے متن میں اختلاف ہے:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزق):

گو بظاہر تلخیِ دوراں سے آرمیدہ ہے
زندگی کا راز اُس کی آنکھ سے پوشیدہ ہے[۱۲۷]

بانگِ درا، طبع اوّل:

کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے[۱۲۸]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے
ظلمتِ ہستی میں یہ سورج سدا تابندہ ہے[۱۲۹]

بانگِ درا، طبع اوّل:

عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے
عشق سوز زندگی ہے تا ابد پائندہ ہے[۱۳۰]

عشق اور موت:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزق) میں شامل اس نظم کے اشعار کی تعداد اُنتیس ہے جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد تیئیس ہے۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں جو اشعار شامل نہیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

بانگِ درا، طبع اوّل:

کہیں عجز سے گردنیں جھک رہی تھیں
رعونت کہیں مانعِ بندگی تھی

پتنگا کہیں مستِ ذوق تپیدن
کہیں شمع کو نازشِ دلبری تھی

جو قمری کو ملتا تھا طوقِ غلامی
صنوبر کو انعامِ آزادگی تھی

یہ گرمِ فغاں تھی وہ محوِ تبسم
جو بلبل کا غم تھا وہ گل کی خوشی تھی

وہ دردِ محبت وہ ایمانِ ہستی
وہ افشانِ حسنِ ازل کا ستار
سرِ کوہ چمکے وہ جوبن کے بجلی
تو ہو غیرت طور ہر سنگِ خارا[۱۳۱]

اس نظم کے پہلے شعر اور بانگِ درا، طبع اوّل کے پہلے شعر کے متن میں اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق): ؎

سہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی
کہ خود ناخوشی مست جام خوشی تھی[۱۳۲]

بانگِ درا، طبع اوّل: ؎

سہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی
تبسم فشاں زندگی کی کلی تھی[۱۳۳]

خاموشی:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے چھ اشعار ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس نظم کا عنوان ''ایک شام'' ہے۔ اشعار کے چند مصرعوں کے متن میں اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے: ؎

خاموش ہیں کوہ و قمر دشت و دریا
فطرت ہے مراقبے میں گویا

۲۔ کلیاتِ اقبال: ؎

وادی کی صدا فروش خاموش
کہساروں کے سبز پوش خاموش

۳۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق): ؎

اے دل خاموش تو بھی ہو جا
آغوش میں غم کو لے کے سوجا[۱۳۴]

بانگِ درا،طبع اوّل میں یہی اشعار اس طرح سے ہیں:

خاموش ہے چاندنی قمر کی
شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی

۲۔بانگِ درا،طبع اوّل:

وادی کے نوا فروش خاموش
کہسار کے سبز پوش خاموش

۳بانگِ درا،طبع اوّل:

اے دل! تو بھی خموش ہو جا
آغوش میں غم کو لے کے سو جا[۱۳۵]

والدہ مرحومہ کی یاد میں:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے ستانوے اشعار ہیں جب کہ بانگِ درا،طبع اوّل میں یہ نظم چھیاسی اشعار پر مشتمل ہے۔جو اشعار بانگِ درا میں شامل نہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

اپنی نادانی میں انساں کس قدر آسودہ ہے
تہمتِ تاثیر سے موجِ نفس آلودہ ہے

زندگی کی رہ میں جب میں طفلِ نو رفتار تھا
جادۂ خوابیدہ ہر ہر گام پر دشوار تھا

قطع تیری ہمت افزائی سے یہ منزل ہوئی
میری کشتی بوسہ گستاخِ لبِ ساحل ہوئی

وہ قومی فطرت کہ ہے جس کی طبیعت استوار
جس کے دل سے کانپتے ہیں حادثاتِ روزگار

ہم سمجھتے ہیں ثبات زندگی پیکر سے ہے
پیکروں کی بے ثباتی جورِ پیکر گر سے ہے

خام فکری سے شفق خونِ سحر سمجھی گئی
صبح شبنم سے بیاض چشمِ تر سمجھی گئی
دیکھنے میں گرچہ ہے مثلِ شرر ان کا فروغ
خندہ زَن ہے صرصرِ ایام پر ان کا فروغ
کیسی حجت خیز ہے ظلمت فروشی رات کی
دن کے ہنگاموں کا ہے مدفن خموشی رات کی
ظلمتِ آشفتہ کامل وسعتِ عالم میں ہے
اشکِ انجمن درگریباں روز کے ماتم میں ہے
طفلک شش روزہ کون ومکاں خاموش ہے
رات کے آغوش میں لپٹا ہوا بے ہوش ہے
آبِ دریا خفتہ ہے موجِ ہوا غش کردہ ہے
پست ہر ہر ہستی کے سازِ زندگی کا پردہ ہے[۱۳۶]

اس نظم کے ایک شعر میں اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق): ؎

زندگی کی اوج گاہوں سے اُترتے ہیں ہم
سایہ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم[۱۳۷]

بانگِ درا، طبع اوّل: ؎

زندگی کی اوج گاہوں سے اُتر آتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم[۱۳۸]

بیراگ:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے ستائیس اشعار ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کا عنوان ''رخصت اے بزمِ جہاں'' ہے جب کہ اقبال از احمد دین میں اس کا عنوان ''بزمِ جہاں'' ہے۔ احمد دین نے اس نظم کے صرف دو اشعار شامل کیے ہیں جو بانگِ

درا، طبع اوّل میں شامل اس نظم کا شعر نمبر ۱۸ اور ۲۰ ہیں۔ دو اشعار کے ساتھ احمد دین نے اس نظم پر مختصر تبصرہ بھی لکھا ہے۔[۱۳۹]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل وہ اشعار جو بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں ہیں وہ درج ذیل ہیں:

زخم پیکاں ہے نگاہ چشمِ نو دولت مجھے
ہے تیرے عجز خوشامد زادہ سے نفرت مجھے

مدتوں ضبط تکلم کے ستم سہتا رہا
اشک کی صورت میں اپنا حالِ دل کہتا رہا

اب مگر بارِ خموشی میں اٹھا سکتا نہیں
آئینہ مشرب ہوں راز اپنا چھپا سکتا نہیں

☆☆☆

مل کر رہتی ہیں تہِ دامانِ دریا مچھلیاں
یعنی وہ چاندی کے طاہر بے پردہ بے آشیاں

مل کے اُڑتے مل کے گاتے ہیں گلستاں میں طیور
خیمہ زن انساں ہیں شہروں میں ویرانوں سے دور

کوہ کے دامن میں کیا بے مدعا پھرتا ہوں میں
کیا مصافِ زندگی سے بھاگتا پھرتا ہوں میں[۱۴۰]

اس نظم کے ایک شعر کے متن میں اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

باغِ عالم میں ہے جس کو محفل آرائی پسند
ہے دلِ شاعر کو لیکن کنجِ تنہائی پسند[۱۴۱]

بانگِ درا، طبع اوّل:

بزمِ ہستی میں ہے سب کو محفل آرائی پسند
ہے دل شاعر کو لیکن کنجِ تنہائی پسند[۱۴۲]

ایک آرزو:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے اٹھائیس اشعار شامل ہیں۔ جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد بیس ہے۔ صرف اس دور کی ہی ایک معاصر تصنیف اقبال از احمد دین میں دو اشعار اضافی ہیں جو بانگِ درا، طبع اوّل اور کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں موجود نہیں ہیں۔ یہی دو اضافی اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) یوں وادیوں میں ٹھہرے آ کر شفق کی سرخی
جیسے کسی گُل میں کوئی شکستہ پا ہو

☆☆☆

(۲) سمجھیں مرے سخن کو ہندوستان والے
موزوں ہو گئے ہیں نالے، سخن نہیں ہے[۱۴۳]

ذیل میں وہ اشعار درج کیے جاتے ہیں جو کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہیں لیکن بانگِ درا میں انھیں شامل نہیں کیا گیا:

پتوں کا ہو نظارا میری کتاب خوابی
دفتر ہو معرفت کا جو گل کھلا ہوا ہو

پچھّم کو جا رہا ہو کچھ اس طرح سے سورج
جیسے کوئی کسی کے دامن کو کھینچتا ہو

ظلمت جھلک رہی ہو کچھ اس طرح چاندنی میں
جو آنکھ میں سحر کی سرمہ لگا ہوا ہو

دل کھول کر بہاؤں اپنے وطن پہ آنسو
سرسبز جن کی نم سے بوٹا اُمید کا ہو

شمشاد گل کا بیری گل یاسمیں کا دشمن
ہو آشیاں کے قابل یہ وہ چمن نہیں ہے

اپنوں کو غیر سمجھوں اس سرزمیں میں رہ کر
میں بے وطن ہوں میرا کوئی وطن نہیں ہے

وہ مے نہیں کہ جس کی تاثیر تھی محبت
ساقی نہیں وہ باقی وہ انجمن نہیں ہے

در محفلے کہ یاراں مشرب مدام کردند
نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند[۱۴۴]

احمد دین نے اس وقت کی ایک اور معاصر اشاعت اقبال میں اس نظم پر تبصرہ بھی لکھا ہے۔ کہ ''آرزو کیا ہے؟ ایک دردمند دل کی شکست کی آواز ہے۔ ناکامیوں کی آہیں ہیں اور مایوسیوں کے نالے فکر سے آزادی اور عزلت کی خواہش تو ہے مگر یہاں بھی قوم پرستی کا چسکا نہیں چھوٹا۔''[۱۴۵]

پیامِ صبح:

یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے اور اس کے اشعار کی تعداد بارہ ہے۔ جب کہ بانگِ درا میں یہ نظم شامل ہے اور اس کے اشعار کی تعداد نو ہے۔ جو شعر بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ہلائی اُس نے زنجیر درِ مے خانہ یہ کہہ کر
اُٹھو دروازہ کھولو نسخۂ خوابِ پریشاں کا

اُٹھایا آ کے سبزے کو صدائے قم باذنی نے
دبایا پائے نازک اس نے ہر طفلِ دبستاں کا

اُٹھایا قطرۂ شبنم کو اس نے بسترِ گل سے
چھڑایا نیند کے ہاتوں سے دامن نرگستاں کا[۱۴۶]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل اشعار کے متن میں اشتراک کے ساتھ ساتھ چند اشعار میں اختلاف بھی ہے۔ جن اشعار کے متن میں اختلاف ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

(۱) صدا دی اس طرح دیوارِ گلشن پر کھڑے ہو کر
چٹک او غنچۂ گل تو موذّن ہے گلستاں کا

☆☆☆

(۲) گئی گور غریباں کو جو وہ زندوں کی بستی ہے
تو یوں بولی نظارہ دیکھ کر شہر خموشاں کا[۱۴۷]

بانگِ درا، طبع اوّل:

(۱) پکاری اس طرح دیوارِ گلشن پر کھڑے ہو کر
چٹک او غنچۂ گل! تو موذّن ہے گلستاں کا

☆☆☆

(۲) سوئے گورِ غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے
تو یوں بولی نظارہ دیکھ کر شہر خموشاں کا[۱۴۸]

عہدِ طفلی:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے پندرہ اشعار شامل ہیں۔ جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس نظم کے صرف چھ اشعار شامل ہیں۔ جو اشعار بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں: ے

ہاں اُٹھا اے ساحرِ ایام! یہ جادو ذرا
اُبلق گردوں نہ ہو محوِ دم آہو ذرا

خون رلواتے ہیں ایامِ جوانی کے مزے
لا کہیں سے پھر وہی ایامِ طفلی کے مزے

ہائے وہ عالم کہ عالم گیر تھی اپنی ادا
غیرتِ صد فصلِ گل تھی اپنے گلشن کی ہوا

مکتبِ طفلی میں غیر از درس آزادی نہ تھا
رنگِ افکارِ جہاں سے شیشۂ دل تھا صفا

مایہ دارِ صد مسرت اِک تبسم تھا مرا
گوش دل لگ جائیں جس پر وہ تکلم تھا مرا

آہ! اے دنیا نمک پاش خراش دل ہے تو
جس کے ہر دانے میں سو بجلی ہے وہ حاصل ہے تو

جو مسافر سے پرے رہتی ہے وہ منزل ہے تو
جس کی لیلیٰ مایہ وحشت ہو وہ محمل ہے تو

تیرے ہاتوں کوئی جویائے مے تسکین نہ ہو
ایمن از مارِ زمین گلستاں گلچیں نہ ہو[۱۴۹]

مکافاتِ عمل:

چار اشعار پر مشتمل یہ مختصر سی نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے جبکہ بانگِ درا میں شامل نہیں ہے۔ حذف شدہ نظم یہ ہے:

ہر عمل کے لیے ہے ردِ عمل ۔۔۔ دہر میں نیش کا جواب ہے نیش
شیر سے آسماں لیتا ہے ۔۔۔ انتقام غزال و اشتر و میش
سرگزشتِ جہاں کا سر خفی ۔۔۔ کہہ گیا ہے کوئی نکو اندیش
شمع پروانہ را بسوخت ولے
زودِ بریاں شود بروغنِ خویش[۱۵۰]

انسان اور بزمِ قدرت:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے بائیس اشعار شامل ہیں جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد بیس ہے۔ حذف شدہ دو اشعار یہ ہیں:

(۱) نور یکساں ترے ویرانے میں آبادی میں
شہر میں دشت میں کہسار کی ہر وادی میں

☆☆☆

(۲) جو سمجھنے کی تھی وہ بات نہ سمجھی تو نے
یعنے مَے پی ہے تمیز من و تو کی تو نے[۱۵۱]

شمع و پروانہ:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے بارہ اشعار شامل ہیں۔ جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد آٹھ ہے۔ حذف شدہ چار اشعار یہ ہیں:

(۱) وہ بات تجھ میں کیا ہے کہ یہ بے قرار ہے
جاں در ہوائے لذت خواب مزار ہے

☆☆☆

(۲) بے اختیار سوز سے تیرے بھڑک اُٹھا
قسمت کا اپنی بن کے ستارہ چمک اُٹھا

☆☆☆

(۳) تھوڑی سی روشنی پہ فدا ہو رہا ہے یہ
اِک نور ہے کہ جس میں فنا ہو رہا ہے یہ

☆☆☆

(۴) پروانہ کیا ہے اِک دلِ ایذا طلب ہے یہ
عین وصال و سوز جدائی غضب ہے یہ[۱۵۲]

بانگِ درا، طبع اوّل اور کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے چند اشعار کے متن میں اختلاف ہے:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزق):

(۱) پروانہ تجھ کو کرتا ہے اے شمع پیار کیوں
کرتا ہے اپنی جان کو تجھ پر نثار کیوں

☆☆☆

(۲) کیوں بے قرار کرتی ہے تیری ادا اسے
آدابِ عشق تو نے سکھائے ہیں کیا اسے[۱۵۳]

بانگِ درا، طبع اوّل:

(۱) پروانہ تجھ سے کرتا ہے اے شمع! پیار کیوں؟
یہ جانِ بے قرار ہے تجھ پر نثار کیوں؟

☆☆☆

(۲) سیماب وار رکھتی ہے تیری ادا اسے
آدابِ عشق تو نے سکھائے ہیں کیا اسے[۱۵۴]

شمع:

یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس کے اشعار کی تعداد چالیس ہے جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے انتیس اشعار شامل ہیں۔ جو اشعار بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ان اشک باریوں میں طہارت کا راز ہے
کیسا وضو ہے یہ کہ سراپا نماز ہے

☆☆☆

(۲) ایذا پسند ہے دل اندوگیں ترا
کیا تجھ پہ راز غم کدۂ دہر کھل گیا

☆☆☆

(۳) از مہر تابہ ذرّہ دل و دل ہے آئینہ
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

☆☆☆

(۴) سمجھے کہ خامشی ہے مآل ضیائے شمع
اے وائے گفتگوئے لبِ بے صدائے شمع

☆☆☆

(۵) خورشید شب ہے جلوۂ ظلمت رُبا ترا
تجھ کو بھی ہے خبر کہ یہ ہے چاندنا ترا

☆☆☆

(۶) جلتی اسی شرار سے ہے شمع ماسوا
سامانِ طرز ظلمتِ شب ہے یہ چاندنا

☆☆☆

(۷) آزاد دست برد بقاء و فنا ہوں میں
کشتہ ہو یہ شرار تو کیا جانے کیا ہوں میں

☆☆☆

(۸) جوں نے کمند نالۂ دل میں اسیر ہوں
فرقت میں نیستاں کی سراپا نفیر ہوں

☆☆☆

(۹) محمود اپنے آپ کو سمجھا ایاز ہے
کیا غفلت آفریں یہ مئے خانہ ساز ہے

☆☆☆

(۱۰) در دا کہ وہم غیر میں ہوں میں پھنسا ہوا
آزر، خلیل ہے بُتِ پندار کا ہوا

☆☆☆

(۱۱) دل خار زارِ کم نگہی میں اُلجھ نہ جائے
ڈرتا ہوں کوئی میری فغاں کو سمجھ نہ جائے[۱۵۵]

جگنو:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے انیس اشعار ہیں۔ بانگِ درا،طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد اٹھارہ ہے۔[۱۵۶] کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل نظم کے دوسرے بند کا یہ شعر بانگِ درا،طبع اوّل میں موجود نہیں ہے: ؎

اِک مشتِ گِل میں رکھا احساس کا شرارہ
انساں کو آگہی کیا ظلمت کو چاندنی دی[۱۵۷]

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا،طبع اوّل میں شامل اس نظم کے ایک شعر کے متن میں بھی اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق): ؎

پروانہ اِک پتنگا جگنو بھی اِک پتنگا
وہ روشنی کا جویا یہ روشنی سراپا[۱۵۸]

بانگِ درا،طبع اوّل: ؎

پروانہ اِک پتنگا جگنو بھی اِک پتنگا
وہ روشنی کا طالب یہ روشنی سراپا[۱۵۹]

شعاعِ آفتاب:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے نو اشعار ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں بھی اس کے اشعار کی تعداد نو ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا، طبع اوّل میں اس نظم کے ایک شعر میں ترمیم کی گئی ہے اور دو اشعار کے متن میں اختلاف ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کا آخری شعر یہ ہے:

کند تلواریں ہوئیں عہد زرہ پوشی گیا
جاگ اُٹھ تو بھی کہ دورِ خود فراموشی گیا[۱۶۰]

بانگِ درا، طبع اوّل میں اس شعر میں اس طرح ترمیم کی گئی ہے:

تیرے مستوں میں کوئی جویائے ہشیاری بھی ہے
سونے والوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے[۱۶۱]

متن میں اختلاف:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

میں کوئی بجلی نہیں فطرت میں گو ناری ہوں میں
مہرِ عالم تاب کا پیغامِ بیداری ہوں میں[۱۶۲]

بانگِ درا، طبع اوّل:

برق آتش خو نہیں فطرت میں گو ناری ہوں میں
مہرِ عالم تاب کا پیغامِ بیداری ہوں میں![۱۶۳]

گلِ رنگیں:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے چھ بند شامل ہیں جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے چار بند شامل کیے گئے ہیں۔ اُسی دور کی معاصر اشاعت اقبال از احمد دین میں بھی اس نظم پر مختصر سا تبصرہ ملتا ہے[۱۶۴] اور آخر میں ایک شعر شامل ہے۔ بانگِ درا میں جو اشعار شامل نہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

آہ اے گل تجھ میں بھی جوہر وہی مستور ہے
جو دلِ انساں میں مضمر مثلِ موجِ نور ہے

میری صورت تو بھی اِک برگ ریاضِ طور ہے
ہائے مجھ سے جدائی کیوں تجھے منظور ہے
دل میں کچھ آتا ہے لیکن منہ سے کہہ سکتا نہیں
اور تکلیف خموشی کو بھی سہہ سکتا نہیں
بھا گئے انداز تیرے اے گلِ رعنا مجھے
مار ڈالے گا خوشی سے جھومنا تیرا مجھے
کیوں نہیں ملتی یہ تسکین قرار افزا مجھے
ہاں سکھا دے کچھ سبق اپنی خموشی کا مجھے
باغِ ہستی میں پریشاں مثل بو رہتا ہوں میں
زخمیٔ شمشیر ذوقِ جستجو رہتا ہوں میں[۱۶۵]

گلِ پژمردہ:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے سترہ اشعار شامل ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس نظم کے صرف چھ اشعار کو شامل کیا گیا ہے۔

جو اشعار بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں ہیں اُن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

ہم سفر آخر تری بو کی تری رنگت ہوئی
ہائے کیا تاراج تیرے حسن کی دولت ہوئی
بلبلِ نالاں نہ پہچانے اگر دیکھے تجھے
ہو پشیماں عشق پر اپنے جو پہچانے تجھے
سرگراں سی اب شعاع مہرتاباں تجھ سے ہے
آہ! وہ بادِ سحر بھی اب گریزاں تجھ سے ہے
دیدۂ گل چیں کو اب تیری ادا بھاتی نہیں
لال جوڑا اب شفق بھی تجھ کو پہناتی نہیں
شاخ تیری بار بلبل سے نہ اب خم کھائے گی
آب گوہر سے نہ اب شبنم تجھے نہلائے گی

آہ! وہ تتلی وہ اِک معصومیت اُڑاتی ہوئی
تھک کے اب پرواز سے تجھ پر نہ بیٹھے گی کبھی

وہ ذرا سا جانور دل دادۂ آوارگی
کھینچتی تھی سوئے گلشن جس کو شیرینی تری

گرچہ تھا صحن چمن میں عاشقِ شیدا تیرا
اب تجھے دیکھے تو بھاگے الحذر کہتا ہوا

میری آنکھوں کو مگر اے گل بھلا لگتا ہے تو
آتی ہے مجھ کو تیری پژمردگی سے اپنی بُو

ہے میرے سینے میں بھی پوشیدہ زخم بے رفو
داغ بن کر رہ اسی اُجڑے ہوئے گلشن میں تو

لب مرا ہے بلبلِ رنگیں نوا تیرے لیے
میری ٹھنڈی آہ ہے بادِ صبا تیرے لیے[۱۲۶]

دردِ عشق:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے بیس اشعار شامل ہیں۔ جب کہ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد تیرہ ہے۔ جو اشعار بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں کیے گئے وہ یہ ہیں:

پروانہ سوئے شمع نہ قسمت کو رو کے آئے
ذوقِ تپش سے بزم میں آزاد ہو کے آئے

اس بزم میں کسی کو نہیں آرزو تیری
موتی تو مٹے نہ کہیں آبرو تیری

محفل یہ مر مٹی ہے شراب مجاز پر
اور اِک طعنہ زن ہے سرور گداز پر

رہبر تو خضر فکر ہے اور ذوق دید ہے
ہاتھوں میں انجمن کے پرانی کلید ہے

نایاب ہو کے اپنی حقیقت دکھا انھیں
جو عجز میں نہاں ہے وہ رفعت دکھا انھیں

فکر بلند غرقِ شرابِ غرور ہے
اس بے خبر کو راہ پہ لانا ضرور ہے

طے کر کے آسماں کو جو بے مدعا پھرے
دیوانہ وار تیرا پتہ پوچھتا پھرے

بے تاب پھر جہاں ہو تیرے اشتیاق میں
گریاں ہو چشم حسن بھی تیرے فراق میں[۱۶۷]

صدائے درد:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں یہ نظم ''صدائے درد'' کے عنوان کے تحت شامل ہے جس میں اشعار کی تعداد اکیس ہے جب کہ بانگِ درا،طبع اوّل میں اس کے اشعار کی تعداد صرف نو ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا،طبع اوّل میں صرف دو اشعار مشترک ہیں، باقی تمام اشعار تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ ان دو اشاعتوں کی ایک معاصر اشاعت جو اُسی زمانے میں منظر عام پر آئی یعنی اقبال از احمد دین میں اس نظم کے انتیس اشعار ہیں۔ ذیل میں پہلے وہ اشعار شامل کیے جاتے ہیں جو ان کی معاصر اشاعت اقبال از احمد دین میں شامل ہیں:

اے ہمالہ تو چھپا لے اپنے دامن میں مجھے
ہے غضب کی بے کلی اپنے نشیمن میں مجھے

مدتیں گزری ہیں مجھ کو رنج و غم سہتے ہوئے
شرم سی آتی ہے اب اس کو وطن کہتے ہوئے

آہ! ویرانی ہے پنہاں یاں کی ہر تعمیر میں
آشیاں اور اس گلستانِ خزاں تاثیر میں

آشیاں ایسے گلستاں میں بناؤں کس طرح
اپنے ہم جنسوں کی بربادی کو دیکھوں کس طرح[۱۶۸]

باقی اِس نظم میں وہی اشعار شامل ہیں جو کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں ہیں۔ ایسے اشعار جو بانگِ درا، طبع اوّل میں موجود نہیں ہیں جب کہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں موجود ہیں:

ذوقِ گویائی خموشی سے بدلتا کیوں نہیں
میرے آئینہ سے یہ جوہر نکلتا کیوں نہیں

کب زباں کھولی ہماری لذتِ گفتار نے
پھونک ڈالا جب جبیں کو آتشِ پیکار نے

پھر بلالے مجھ کو اے صحرائے وسطِ ایشیا
آہ! اس بستی میں اب میرا گزارہ ہوچکا

پار لے چل مجھ کو پھر اے کشتیٔ موج اٹک
اب نہیں بھاتی یہاں کے بوستانوں کی مہک

ہاں سلامِ آخری اے مولدِ گوتم مجھے
اب فضا تیری نظر آتی ہے نامحرم مجھے

الوداع اے سیرگاہِ شیخ شیراز الوداع
اے دیارِ بالمیکِ نکتہ پرواز الوداع

الوداع اے مدفنِ ہجویریٔ اعجاز دم
رخصت اے آرام گاہ شنکرِ جادو رقم

الوداع اے سرزمینِ نانک شیریں بیاں
رخصت اے آرام گاہ چشتیٔ عیسیٰ نشاں[۱۶۹]

☆☆☆

رمزِ اُلفت سے مرے اہلِ وطن غافل ہوئے
کار زارِ عرصہ ہستی کے ناقابل ہوئے[۱۷۰]

☆☆☆

اپنی اصلیت سے ناواقف ہیں کیا انساں ہیں
غیر اپنوں کو سمجھتے ہیں عجب نادان ہیں

جس کا ایک مدت سے دھڑ کا تھا وہ دن آنے کو ہے
صفحۂ ہستی سے اپنا نام مٹ جانے کو ہے

دلِ حزیں ہے جان رہن رنج بے اندازہ ہے
آہ! اِک دفتر تھا اپنا وہ بھی بے شیرازہ ہے

امتیازِ قوم و ملت پر مٹے جاتے ہیں یہ
اور اسی الجھے ہوئی گتھی کو اُلجھاتے ہیں یہ

ہم نے یہ مانا کہ مذہب جان ہے انسان کی
کچھ اسی کے دم سے قائم شان ہے انسان کی

روح کا جوبن نکھرتا ہے اسی تدبیر سے
آدمی سونے کا بن جاتاہے اِس اکسیر سے

رنگِ قومیت مگر اس سے بدل سکتا نہیں
خون آبائی رگِ تن سے نکل سکتا نہیں

اصل محبوبِ ازل کی ہیں یہ تدبیریں سبھی
اِک بیاض نظم ہستی کی ہیں تفسیریں سبھی[۱۷۱]

☆☆☆

ایک ہی شئے [۱۷۲] ہے اگر چشمِ دل مخمور ہے
یہ عداوت کیوں ہماری بزم کا دستور ہے[۱۷۳]

تصویرِ درد:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے دس بند شامل ہیں۔ اُسی عہد کی ایک تصنیف اقبال از احمد دین میں اس پر تبصرہ بھی لکھا ہواہے۔[۱۷۴] بانگِ درا، طبع اوّل میں اس نظم کے دو بند یعنی تیسرا اور ساتواں بند شامل نہیں کیے گئے۔ باقی بند سے بھی بہت سے

اشعار حذف کیے گئے۔ بانگِ درا میں نواں اور دسواں بند بغیر کسی تبدیلی کے شامل ہیں۔ جو اشعار کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہیں لیکن بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں کیے گئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

بند نمبرا:

ہوئی ہے سرمۂ آواز گو لذت خموشی کی
نگہ بن کے آنکھوں سے نکلتی ہے فغاں میری

میری حیرت روانی سوز ہے اس درجہ اے ساقی
کہ مینا بن گئی آخر شراب ارغواں میری

شکار خوف رسوائی ہے مری نو گرفتاری
کسی صورت ہو یا ربّ ساری دنیا راز داں میری

بند دوم (سے محذوف اشعار):

شکایت آسماں کی میرے لب پر آ نہیں سکتی
کہ میں قسمت کا مارا آپ ہی اپنی مصیبت ہوں

مری ہستی نے آلودہ کیا دامانِ عصیاں کو
وہ عاصی ہوں کہ میں اپنے گناہوں کی ندامت ہوں

مرے طوفِ جبیں کو اُڑ کے خاکِ آستاں آئی
میں وہ درماندۂ دامانِ صحرائے عبادت ہوں

سیہ کاری مری زاہد سے کہتی ہے یہ محشر میں
سبھی کچھ ہوں مگر ہم رنگِ محراب عبادت ہوں

مری ہستی نہیں، وحدت میں کثرت کا تماشا ہے
کہ خود عاشق ہوں، خود معشوق ہوں، خود دردِ فرقت ہوں

وضو کے واسطے آتا ہے کعبہ لے کے زمزم کو
الٰہی کون سی وادی میں میں محوِ عبادت ہوں

نہ چھپ، او کاٹنے والے مجھے میرے نیستاں سے
سراپا صورت نے تیری فرقت کی شکایت ہوں

نجف میرا مدینہ ہے، مدینہ ہے میرا کعبہ
میں بندہ اور کا ہوں، اُمتِ شاہ ولایت ہوں

جو سمجھوں اور کچھ خاکِ عرب میں سونے والے کو
مجھے معذور رکھ میں مست صہبائے محبت ہوں

یہی صہبا ہے جو رفعت بنا دیتی ہے پستی کو
اسی صہبا میں آنکھیں دیکھتی ہیں راز ہستی کو

بندسوم (متروکات):

شرابِ عشق میں نہ جانے کیا تاثیر ہوتی ہے
کہ مشتِ خاک جس سے روکش اکسیر ہوتی ہے
یہ وہ مے ہے تکلم بن کے رہتی ہے زبانوں میں
نگاہوں میں مثالِ سرمۂ تسخیر ہوتی ہے
زباں میری ہے مگر کہنے والا اور ہے کوئی
مری تقریر گویا اور کی تقریر ہوتی ہے
بس اے ذوق خموشی! رخصتِ فریاد دے مجھ کو
کہ چپ بیٹھوں تو گویائی گریباں گیر ہوتی ہے
اثر ایسا کیا ہے دل پہ تاراجِ گلستاں نے
مجھے پروازِ رنگِ گل صدائے تیر ہوتی ہے
سُنا ہے میں جو کچھ اہلِ محفل کو سناتا ہوں
خموشی بے محل، مثلِ دمِ شمشیر ہوتی ہے
نفس کا آئنہ باندھا ہوا ہے میں نے اپنی آہوں میں
مری ہر بات میرے درد کی تصویر ہوتی ہے

خود اپنے آنسوؤں میں رونے والا چھپ کے بیٹھا ہو
صدائے نالۂ دل کی یہی تاثیر ہوتی ہے
تمیز ما و من ہوتی نہیں حرفِ محبت میں
مثالِ خامشی گویا مری تقدیر ہوتی ہے
سنے ہیں اہلِ محفل نے فسانے حال و ماضی کے
مرے نالوں میں استقبال کی تفسیر ہوتی ہے
برا ہوں یا بھلا ہوں، میرا کہنا سب کو بھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

بند چہارم (متروکات):

ہوائے امتیازِ ملّت و آئیں کی موجوں نے
غضب کا تفرقہ ڈالا ترے خرمن کے دانوں میں
جہاں خون ہو رہا ہے کار زارِ زندگانی سے
مئے غفلت کے ساغر چل رہے ہیں نوجوانوں میں
تغیر اس طرح کا محفل ہستی میں آیا ہے
کہ ہے چپ بیٹھ رہنا بھی تباہی کے نشانوں میں
مزا دیتا نہیں کچھ صورتِ گل صد زباں ہونا
زباں جب ایک بھی گویا نہ ہو اتنی زبانوں میں
ہَوا پیکار کی آخر اُجاڑے گی گلستاں کو
خدا رکھے یہ ہے اپنے پرانے مہربانوں میں
قیامت ہے کہ ہر ذرّے سے پیدا سو مصیبت ہے
زمیں میں بھی اپنی شاید جا ملی آسمانوں میں
اُڑا لے جائے گی موجِ ہوائے نیستی ان کو
نہ ہو جب راہ پیمائی کی طاقت ناتوانوں میں

☆☆☆

رُلایا خوں مری آنکھوں کو تیرے خوابِ غفلت نے
مری تقدیر میں لکھا تھا رونا کلکِ قدرت نے

بند پنجم (متروکات) بانگِ درا، طبع اوّل:

دکھا دوں گا میں اے ہندوستاں رنگِ وفا سب کو
کہ اپنی زندگانی تجھ پہ قرباں کرکے چھوڑوں گا
نہیں بے وجہ، وحشت میں اُڑانا خاکِ زنداں کا
کہ میں اس خاک سے پیدا بیاباں کرکے چھوڑوں گا
شریکِ محنت زنداں ہوں گو یوسف صفت خود بھی
مگر تعبیر خواب اہلِ زنداں کرکے چھوڑوں گا
ابھی مجھ دل جلے کو ہم صفیرو! اور رونے دو
کہ میں سارے چمن کو شبنمستاں کرکے چھوڑوں گا
تعصب نے مری خاکِ وطن میں گھر بنایا ہے
وہ طوفاں ہوں کہ میں اس گھر کو ویراں کرکے چھوڑوں گا
اگر آپس میں لڑنا آج کل کی ہے مسلمانی
مسلمانوں کو آخر نا مسلماں کر کے چھوڑوں گا
اُٹھا دوں گا نقاب عارضِ محبوب یک رنگی
تجھے اس خانہ جنگی پر پشیماں کرکے چھوڑوں گا

جو تیرا درد تھا، تاکا ہے اس نے میرے پہلو کو
تری اُفتاد نے توڑا ہے میرے دست و بازو کو

بند ششم (متروکات) بانگِ درا، طبع اوّل:

اُڑا کر لے گئی لذت تجھے آوارہ رہنے کی
چمن میں کچھ نہ دیکھا صورتِ باد صبا تو نے
تری تعمیر میں مضمر ہوئی اُفتادگی کیوں کر
لگائی ہے مگر اس گھر کو خشتِ نقش پا تو نے

تلاشِ تکمۂ اخگر سے پیدا ہے جنوں تیرا
جو پہنی صورتِ تصویر کاغذ کی قبا تو نے
سبق لیتا رہا اُفتادگی کا خاکِ ساحل سے
نہ سیکھا موجِ دریا سے علاجِ خواب پا تو نے
نہیں ہے دہریت کیا بندۂ حرص و ہوا ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریا تو نے
وہ حسنِ عالم آرا تیرے دل میں جلوہ گستر تھا
غضب ہے آسمانوں میں دیا اس کا پتہ تو نے
نہیں ممکن شناسائی ہو تجھ کو رمزِ وحدت سے
صدائے غیر سمجھا، جب سنی اپنی صدا تو نے

بندِ ہفتم (یہ پورا بند بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں ہے):

نظر اس دور میں مجھ کو ترا جینا نہیں آتا
کہ صہبائے محبت کا تجھے پینا نہیں آتا
پکڑ کر عجز کا دامن، پہنچ عرشِ معلیٰ پر
نگاہوں و نظر اس بام کا زینا نہیں آتا
عدو صبحِ صفائے دل کی ہے ظلمت تعصب کی
مقابل چشمِ نابینا کے آئینا نہیں آتا
یہیں بے نور ہے، محشر میں تو کیا خاک دیکھے گا
کہ تجھ کو دیکھنا اے دیدۂ بینا نہیں آتا
یہ بہتر تھا کہ تو اے شیشۂ دل چور ہو جاتا
صفا رہنا تجھے مانندِ آئینا نہیں آتا
اکارت ہے، بناوٹ سے ترا رونا نمازوں میں
کہ ہاتھ اس طرح وہ پوشیدہ گنجینا نہیں آتا

بنا آنکھوں کو جامِ اشک، دل کو درد کی مینا
مزا جینے کا کچھ بے ساغر و مینا نہیں آتا
بجھا دینا ہی اچھا ہے چراغِ زندگانی کا
محبت میں جو مر مر کے تجھے جینا نہیں آتا
بنا اس راہ میں ذوقِ طلب کو ہم سفر اپنا
اکیلے لطفِ سیر وادیِ سینا نہیں آتا
تلاشِ خضر کب تک تشنۂ زہرِ محبت ہو
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا
نمی گویم قیامت جوش زن یا شور طوفاں شو
زطوفاں دست بردار آنچہ نتوانی شدن، آں شو

بندِ ہشتم (متروکاتِ بانگِ درا، طبع اوّل):
تبسم سے غرض ہے پردہ داری چشمِ گریاں کی
چھپا کر بیٹھ صبحِ عید میں شامِ محرم کو
جمالِ یوسف یثرب کو دیکھ آئینۂ دل میں
نہ ڈھونڈ اے دیدۂ حیراں نمود ابنِ مریم کو
شفا دیکھی ہے بیماری میں کیا ان درد مندوں نے
کہ بے حاصل سمجھتے ہیں تلاشِ ابنِ مریم کو
خدا جانے یہ بندے کون سی آتش میں جلتے ہیں
کہ خاکستر کی اِک مٹھی سمجھتے ہیں جہنم کو[۱۷۵]

شجرِ ملّت:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے چھ اشعار ہیں۔ بانگِ درا، طبع اوّل میں اس نظم کا عنوان ''پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ'' ہے۔ بانگِ درا میں بھی اشعار کی تعداد چھ ہے۔ مگر چند اشعار کے متن میں کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل نظم

کے متن سے اختلاف ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

(۱) فصلِ خزاں ہے تیرے گلستاں میں خیمہ زن
خالی ہے جیب گل زر کامل عیار ہے

☆☆☆

(۲) شاخِ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو
واقف نہیں ہے قاعدۂ روزگار سے

☆☆☆

(۳) مذہب کے ساتھ واسطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ[۱۷۶]

بانگِ درا، طبع اوّل:

(۱) ہے تیرے گلستاں میں بھی فصل خزاں کا دور
خالی ہے جیب گل زر کامل عیار سے

(۲) شاخِ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو
نا آشنا ہے قاعدۂ روزگار سے

☆☆☆

(۳) ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ[۱۷۷]

نالۂ یتیم:

یہ نظم کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد ایک سو تین ہے لیکن یہ پوری نظم بانگِ درا سے حذف ہے۔ اس کا کوئی شعر بھی بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور اُسی عہد کی ایک اور تصنیف اقبال از احمد دین میں شامل اس نظم کے چند اشعار میں معمولی متنی اختلاف ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں موجود نظم ''نالۂ یتیم'' کا متن مندرجہ ذیل ہے اور یہی

متن اقبال از احمد دین میں بھی درج ہے:۔

آہ! کیا کہیے کہ اب پہلو میں ایسا[۱۷۸] دل ہے
بجھ گئی جب شمع روشن در خور محفل نہیں
اے مصارفِ نظم ہستی میں ترے قابل نہیں
نااُمیدی جس کو طے کرلے یہ وہ منزل نہیں
ہائے کس منہ سے شریکِ بزمِ مے خانہ ہوں میں
ٹکڑے ٹکڑے جس کے ہو جائیں وہ پیمانہ ہوں میں

☆☆☆

خارِ حسرت غیرت نوک سناں ہونے لگا
یوسفِ غم زینتِ بازار جاں ہونے لگا
دل مرا شرمندۂ ضبط فغاں ہونے لگا
نالۂ دل روشناسِ آسماں ہونے لگا
کیوں نہ وہ نغمہ سرائے[۱۷۹] رشکِ صد فریاد ہو
جو سرودِ عندلیب گلشنِ برباد ہو
پنجۂ وحشت بڑھا چاک گریباں کے لیے
اشک غم ڈھلنے لگے پابوس داماں کے لیے
مضطرب ہے یوں دلِ نالاں بیاباں کے لیے
جس طرح بلبل تڑپتا ہے گلستاں کے لیے
لیں گے ہم ہنگامۂ ہستی میں اب کیا بیٹھ کر
روئیے جا کر صحرا میں تنہا بیٹھ کر
قابلِ عشرت دل خو کردۂ حسرت نہیں
در خور بزمِ طرب شمعِ سر تربت نہیں
زیرِ گردوں شاہد آرام کی صورت نہیں
غیر حسرت غازۂ رخسارۂ راحت نہیں

صبح عشرت بھی ہماری غیرتِ صد شام ہے
ہستیِ انساں غبارِ خاطرِ آرام ہے

ہے قیامِ بحر ہستی جزر و مد اُمید کا
گاہے گاہے آ نکلتی ہے مسرت کی ہوا
زندگی کی نور اُلفت سے ملی جس دم ضیا
لے کے طوفانِ ستم ابرِ تغیر آ گیا

ہے کسی کو کام دل حاصل کوئی ناکام ہے
اس نظارے کا مگر خاک لحد انجام ہے

اے فلک تجھ سے تمنائے سعادت پروری
ہر ستارہ ہے ترا داغِ دلِ نیک اختری
تو نے رکھا ہے کسے حرماں نصیبی سے بری
اے مسلماناں فغاں از دور چرخ چنبری

دوستی از کس نمی بینم یاراں را چہ شد
دوستی کو آخر آمد دوستداراں را چہ شد

نطق کر سکتا نہیں کیفیتِ غم کو عیاں
اس کی تیزی کو مٹا دیتے ہیں اندازِ بیاں
آ نہیں سکتی زباں تک رنج و غم کی داستاں
خندہ زن میرے لبِ گویا پہ ہے دردِ نہاں

عجز گویائی ہے گویا حکمِ قیدِ خامشی
مجرمِ اظہارِ غم کو یہ سزا ملنے لگی

زخمِ دل کے واسطے ملتا نہیں مرہم مجھے
اپنی قسمت کا ہے رونا صورتِ آدم مجھے
ظل دامانِ پدر کا ہے زبس ماتم مجھے
ہاں! ڈبو دے اے محیطِ دیدۂ پرنم مجھے

مضطرب اے دل نہ ہو ذوقِ طفلی کے لیے
تو بنا ہے تلخیٔ اشک یتیمی کے لیے

سایۂ رحمت ہے تو اے ظلِ دامانِ پدر
غنچۂ طفلی پہ ہے مثلِ صبا تیرا گزر
رہنما ہے وادیٔ عالم میں تو مثل خضرؑ
تو تو ہے اِک مظہرِ شان کریمی سر بسر

ہے شہنشاہی جو طفلی تو ہما تاثیر ہے
تو نہ ہو تو زندگی اِک قید بے زنجیر ہے

عین طفلی میں ہلال آسا کمر خم کھا گئی
صبح پیری کی مگر بن کر یتیمی آ گئی
یاد ناکامی اسے کیا جانے کیا سمجھا گئی
شعلۂ سوزِ الم کو اور بھی بھڑکا گئی

دم کے بدلے میرے سینے میں دمِ شمشیر ہے
زندگی اپنی کتابِ موت کی تفسیر ہے

جوششِ صرصر سے ہے اے بحر جولانی تری
اور قمر کے دم سے ہے ساری یہ طغیانی تری
کوہ و دریا سے ہے قائم شانِ سلطانی تری
اور شعاعِ مہر سے ہے خندہ پیشانی تری

نظم عالم میں نہیں موجود ساز بے کسی
ہو گئی پھر کیوں یتیمی صید باز بے کسی

کھینچ سکتا ہے مصور خندۂ گل کا سماں
اور کچھ مشکل نہیں اے برق تیری شوخیاں
صبح کا اختر نہیں کلک تصویر پر گراں
اور ہی کچھ ہیں مگر میرے تبسم ۱۸۰؎ کے نشاں

یہ تبسم اشک حسرت کا نمک پروردہ ہے
دردِ پنہاں کو چھپانے کے لیے اِک پردہ ہے

یاد ایام سلف! تو نے مجھے تڑپا دیا
آہ! اے چشمِ تصور تو نے کیا دکھلا دیا
اے فراقِ رفتگاں[۱۸۱] تو نے یہ کیا سمجھا دیا
دردِ پنہاں کی خلش کو اور بھی چمکا دیا

رہ گیا ہوں دونوں ہاتھوں سے کلیجا تھام کر
کچھ مداوا اس مرض کا اے دلِ ناکام کر

آمدِ بوئے نسیمِ گلشنِ رشکِ ارم
ہو نہ مرہونِ سماعت جس کی آوازِ قدم
لذتِ رقصِ شعاعِ آفتابِ صبح دم
یا صدائے نغمۂ مرغ سحر کی زیر و بم

رنگ کچھ شہر خموشاں میں جما سکتی نہیں
خفتگانِ کنج مرقد کو جگا سکتی نہیں

ہر گھڑی اے دل! نہ یوں اشکوں کا دریا چاہیئے
داستاں جیسی ہو ویسا سننے والا چاہیئے
ہر کسی کے پاس یہ دکھڑا نہ رونا چاہیئے
آستاں اس کو یتیمِ ہاشمی کا چاہیئے

چشم باطن کی نظر میں کیا سبک رفتار ہے
سامنے اِک دم میں درگاہِ شہِ ابرار ہے

اے مددگارِ غریباں! اے پناہِ بیکساں
اے نصیر عاجزاں! اے مایۂ بے مایگاں
کارواں صبر و تحمل کا ہوا دل سے رواں
کہنے آیا ہوں میں اپنے درد وغم کی داستاں

ہے تری ذاتِ مبارک حل مشکل کے لیے
نام ہے تیرا شفا دُکھے ہوئے دل کے لیے

بیکسوں میں بے تابِ جور آسماں ہوتی نہیں
اِن دلوں میں طاقتِ ضبطِ فغاں ہوتی نہیں
کون وہ آفت ہے رہن بیاں ہوتی نہیں
اِک یتیمی ہے کہ ممنونِ زباں ہوتی نہیں

میری صورت ہی کہانی ہے دلِ ناشاد کی
ہے خموشی بھی مری سائل تری امداد کی

بزمِ عالم میں طراز مسند عظمت ہے تو
بہر انساں جبرئیل آیۂ رحمت ہے تو
اے دیارِ علم و حکمت قبلۂ اُمت ہے تو
اے ضیائے چشم ایماں زیبِ ہر مدحت ہے تو

درد جو انساں کا تھا وہ تیرے پہلو سے اُٹھا
قلزم جوش محبت تیرے آنسو سے اُٹھا

آبِ کوثر تشنہ کامانِ محبت کا ہے تو
جس کے ہر قطرے میں سو موتی ہو وہ دریا ہے تو
طور پر چشمِ کلیم اللہ کا تارا ہے تو
معنیٔ یٰسین ہے تو مفہومِ اَو ادنیٰ ہے تو

اُس نے پہچانا نہ تیری ذاتِ پُر انوار کو
جو نہ سمجھا احمد بے میم کے اسرار کو

دل رُبائی میں مثال خندۂ مادر ہے تو
مثل آواز پدر شیریں تراز کوثر ہے تو
جس سے تاجِ عرش کو زینت ہو وہ گوہر ہے تو
از پے تقدیر عالم صورتِ اختر ہے تو

زیب حسنِ محفل اشراف عالم تو ہوا
تھی موخر گرچہ آمد پر مقدم تو ہوا

تیرا رتبہ جوہر آئینہ لولاک ہے
فیض سے تیرے رگ ناک یقیں نمناک ہے
تیرے سایہ سے منور دیدۂ افلاک ہے
کیمیا کہتے ہیں جس کو تیرے در کی خاک ہے

تیرے نظارے کا موسیٰ میں کہاں مقدور ہے
تو ظہور لن ترانی گوئے اوج طور ہے

دوپہر کی آگ میں وقتِ درد دہقاں پر
ہے پسینے سے نمایاں مہر تاباں کا اثر
جھلکیاں اُمید کی آتی ہیں چہرے پر نظر
کاٹ لیتا ہے مگر جس وقت محنت کا ثمر

یا محمدؐ! کہہ کے اُٹھتا ہے وہ اپنے کام سے
ہائے کیا تسکین اُسے ملتی ہے تیرے نام سے

وہ پناہِ دین حق و دامنِ غارِ حرا
جو ترے فیض قدم سے غیرتِ سینا ہوا
وہ حصارِ عافیت وہ سلسلۂ فاراں کا
جس کے ہر ذرّے سے اُٹھی دینِ کامل کی صدا

فخر پا بوسی سے تیری آسماں سا ہو گئی
یہ زمیں ہم پایۂ عرشِ معلیٰ ہو گئی

نظم قدرت میں نشاں پیدا نہیں بیداد کا
شکوہ کرنا کام ہوتا ہے دلِ ناشاد کا
آ گرا ہوں تیرے دَر پر وقت ہے امداد کا
سرفرازی چاہیے بدلہ مری اُفتاد کا

آ نہ سکتا تھا زباں تک بیکسی کا ماجرا
حوصلہ لیکن مجھے تیری یتیمی نے دیا

تھم ذرا بیتابیٔ دل! کیا صدا آتی ہے یہ
لطف آبِ چشمۂ حیواں کو شرماتی ہے یہ
دل کو سوزِ عشق کی آتش سے گرماتی ہے یہ
روح کو یادِ الٰہی کی طرح بھاتی ہے یہ

ہاں ادب اے دل بڑھا اعزاز مشتِ خاک کا
میں مخاطب ہوں جناب سیّدِ لولاک کا

اے گرفتار یتیمی اے اسیر قید غم
تجھ سے ہے آرامِ جان سیّد الاخیر اُلامم
نا اُمیدی نے کیے ہیں تجھ پہ کچھ ایسے ستم
چیرتا ہے دل کو تیرا نالۂ درد و الم

تیری بے سامانیوں سے کیوں نہ میرا دل جلے
شرم سی آتی ہے تجھ کو بے نوا کہتے ہوئے

خرمنِ جاں کے لیے بجلی ترا افسانہ ہے
دل نہیں پہلو میں تیرے غم کا عشرت خانہ ہے
جس پہ بربادی ہو صدقے وہ ترا ویرانہ ہے
سہم جائے جس سے فرحت وہ ترا کاشانہ ہے

کانپتا ہے آسماں تیرے دل ناشاد سے
ہل گیا عرشِ معظم بھی تری فریاد سے

خون رلواتا ہے تیرا دیدۂ گریاں مجھے
کیوں نظر آتا ہے تو رہن غم پنہاں مجھے
کیوں نظر آتا ہے تیرا حال بے ساماں مجھے
کیوں نظر آتا ہے تو مثلِ تنِ بے جاں مجھے

میری اُمت کیا شریکِ درد پیغمبر نہیں
کیا جہاں میں عاشقانِ شافعِ محشر نہیں

جس طرح مجھ سے نبوت میں کوئی بڑھ کر نہیں
میری اُمت سے حمیت میں کوئی بڑھ کر نہیں
امتحانِ صدق ہمت میں کوئی بڑھ کر نہیں
ہم مسلمانوں سے غیرت میں کوئی بڑھ کر نہیں

یہ دل وجاں سے خدا کے نام پر قرباں ہیں
ہوں فرشتے بھی فدا جن پر یہ وہ انسان ہیں

جا کے یوں کہنا کہ اے گل ہائے باغ مصطفےؐ
تم سے برگشتہ نہ ہو جائے زمانے کی ہوا
عرصۂ ہستی میں از بحرِ حصول مدّعا
رشک صد اکسیر ہوتی ہے یتیموں کی دُعا

یہ وہ جادو ہے کہ جس سے دیوِ حرماں دور ہو
یہ وہ نسخہ ہے کہ جس سے دردِ عصیاں دور ہو

یہ دُعا میدانِ محشر میں بڑی کام آئے گی
شاہدِ شانِ کریمی سے گلے مِلوائے گی
آتشِ عشق الٰہی سے تمھیں گرمائے گی
جو نہ موسیٰ نے بھی دیکھا تھا تمھیں دکھلائے گی

جس طرح مجھ کو شہیدِ کربلا سے پیار ہے
حق تعالیٰ کو یتیموں کی دُعا سے پیار ہے

جوش میں اپنی رگِ ہمت کو لانا چاہیئے
احمدی غیرت زمانے کو دکھانا چاہیئے
بندشِ غم سے یتیموں کو چھڑانا چاہیئے
مِل کے اِک دریا سخاوت کا بہانا چاہیئے

کام بے دولت تہ چرخِ کہن چلتا نہیں
نخل مقصد غیر آب زر کبھی پھلتا نہیں

صید شاہینِ یتیمی کا پھڑکنا اور ہے
نوک جس کی دل میں چبھتی ہو وہ کانٹا اور ہے
علّتِ حرماں نصیبی کا مداوا اور ہے
درد آزار مصیبت کا مسیحا اور ہے

پھونک دیتا ہے جگر کو دل کو تڑپاتا ہے یہ
نسخۂ مہر و محبت سے مگر جاتا ہے یہ

تھی یتیمی کچھ ازل سے آشنا اسلام کی
پہلے رکھی ہے یتیموں نے بنا اسلام کی
کہہ رہی ہے اہلِ دل سے ابتدا اسلام کی
ہے یتیموں پر عنایت انتہا اسلام کی

تم اگر سمجھو تو یہ سو بات کی اِک بات ہے
آبرو میری یتیمی کی تمھارے ہاتھ ہے[۱۸۲]

فریادِ اُمت (منسوخ نظم):

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل اس نظم کے ایک سو انتالیس اشعار ہیں۔ جب کہ بانگِ درا طبع اوّل میں اس نظم کا صرف تیسرا بند نظم ''دل'' میں شامل ہے۔ باقی تمام نظم بانگِ درا میں سے حذف ہے۔

یہ نظم انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے اٹھارہویں سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی تھی جو ۲۷ تا ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء میں منعقد ہوا تھا۔ اقبال نے اس کو ''فریادِ اُمت'' کے عنوان کے تحت پڑھا تھا۔[۱۸۳]

ذیل میں اس نظم کے وہ اشعار درج کیے جاتے ہیں جو کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں موجود ہیں لیکن بانگِ درا، طبع اوّل میں نہیں ہیں:

دل میں جو کچھ ہے نہ لب پر اُسے لاؤں کیونکر؟
ہو چھپانے کی نہ جو بات چھپاؤں کیونکر؟
شوقِ نظارہ یہ کہتا ہے قیامت آئے
پھر میں نالوں سے قیامت نہ اُٹھاؤں کیونکر؟
میری ہستی نے رکھا مجھ سے تجھے پوشیدہ
پھر تری راہ میں اس کو نہ مٹاؤں کیونکر
صدمۂ ہجر میں کیا لطف ہے اللہ اللہ
یہ بھی اِک ناز ہے تیرا نہ اُٹھاؤں کیونکر
زندگی تجھ سے ہے اے نارِ محبت میری
اشک غم سے ترے شعلوں کو بجھاؤں کیونکر
تجھ میں سو نغمے ہیں اے تارِ ربابِ ہستی
زخمۂ عشق سے تجھ کو نہ بجاؤں کیونکر
ضبط کی تاب نہ یا رائے خموشی مجھ کو
ہائے اس دردِ محبت کو چھپاؤں کیونکر

بات ہے راز کی پر منہ سے نکل جائے گی
یہ مئے کہنہ خم دل سے اُچھل جائے گی

آسماں مجھ کو بجھا دے جو فروزاں ہوں میں
صورتِ شمعِ سر گور غریباں ہوں میں
ہوں وہ بیمار جو ہو فکر مداوا مجھ کو
درد چپکے سے یہ کہتا ہے کہ درماں ہوں میں
دیکھنا تو میری صورت پہ نہ جانا گلچیں
دیکھنے کو صفتِ نو گل خنداں ہوں میں
موت سمجھا ہوں مگر زندگی فانی کو

نام آ جائے جو اس کا تو گریزاں ہوں میں
دور رہتا ہوں کسی بزم سے جیتا ہوں
یہ بھی جینا ہے کوئی جس سے پشیماں ہوں میں
کنج عزلت سے مجھے عشق نے کھینچا آخر
یہ وہی چیز ہے جس سے نازاں ہوں میں
داغِ دل مہر کی صورت ہے نمایاں لیکن
ہے اسے شوق ابھی اور نمایاں ہوں میں
ضبط کی جا کے سنا اور کسی کو ناصح
اشک بڑھ بڑھ کے یہ کہتا ہے کہ طوفاں ہوں میں
ہوں وہ مضموں کہ مشکل ہے سمجھنا میرا
کوئی مائل ہو سمجھنے پہ تو آساں ہوں میں
رند کہتا ہے ولی مجھ کو ولی رند مجھے
سن کے ان دونوں کی تقریر کو حیراں ہوں میں
زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں
کوئی کہتا ہے کہ اقبال ہے صوفی مشرب
کوئی سمجھا ہے کہ شیدائے حسیناں ہوں میں
ہوں عیاں سب پہ مگر پھر بھی ہیں اتنی باتیں
کیا غضب آئے نگاؤں سے جو پنہاں ہوں میں
دیکھ اے چشم عدو مجھ کو حقارت سے نہ دیکھ
جس پہ خالق کو بھی ہونا زوہ انساں ہوں میں

مرزعِ سوختہ عشق ہے حاصل میرا
درد قرباں ہو جس دل پہ وہ ہے دل میرا

کچھ اسی کو ہے مزہ دہر میں آزادی کا
جو ہوا قیدیٔ زنجیر پری خانۂ دل
ہائے کیا جانیے، اس گھر کا مکیں کیسا ہو؟
ہوں جو منصور سے دربانِ درخانۂ دل
آتی ہے اپنی سمجھ اور پہ مائل ہو کر
آنکھ کھل جاتی ہے انساں کی بے دل ہو کر
لوگ سودا کو یہ کہتے ہیں بُرا ہوتا ہے
عقل آئی مجھے پابندِ سلاسل ہو کر
آرزو کا کبھی رونا کبھی اپنا ماتم
اس سے پوچھے کوئی کیا دل نے لیا دل ہو کر
عین ہستی ہوا ہستی کا فنا ہو جانا
حق دکھایا مجھے اس نقطے نے باطل ہو کر
خلق معقول ہے محسوس ہے خالق اے دل
دیکھ نادان ذرا آپ سے غافل ہو کر
طور پر تم نے جو اے حضرت موسیٰ دیکھا
وہی کچھ قیس نے دیکھا پسِ محمل ہو کر
کیا کہوں بے خودیٔ شوق میں لذت کیا ہے
تو نے دیکھا نہیں زاہد کبھی غافل ہو کر
راہِ اُلفت میں رواں ہوں کبھی اُفتادہ ہوں
موج ہو کر کبھی خاک لبِ ساحل ہو کر
دم خنجر میں دمِ ذبح سما جاتا ہوں
جو ہر آئینۂ خنجر قاتل ہو کر
وہ مسافر ہوں ملے جب نہ پتا منزل کا

خود بھی مٹ جاؤں نشانِ رہ منزل ہو کر
ہے فروغِ دوجہاں داغ محبت کی ضیا
چاند یہ وہ ہے کہ گھٹتا نہیں کامل ہو کر
دیدۂ شوق کو دیدار کے قابل ہو کر
عشق کا تیر قیامت تھا الٰہی توبہ
دل تڑپتا ہے مرا طائر بسمل ہو کر
مئے عرفاں سے مرا کاسۂ دل بھر جائے
میں بھی نکلا ہوں تری راہ میں سائل ہو کر
''المدد سیّد مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی''
لاکھ سامان ہے اِک بے سر و ساماں ہونا
مجھ کو جمعیت خاطر ہے پریشاں ہونا
تیری اُلفت کی اگر ہو نہ حرارت دل میں
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا
دل جو بربادِ محبت ہوا آباد ہوا
ساز تعمیر تھا اس قصر کو ویراں ہونا
علم و حکمت کے مدینے کی کشش ہے مجھ کو
لطف دے جاتا ہے کیا کیا مجھے ناداں ہونا
کبھی یثرب میں اویس قرنی سے چھپنا
کبھی برقِ نگہ موسیٰ عمراں ہونا
قاب توسین بھی دعویٰ ہے عبودیت کا
کبھی چلمن کا اُٹھانا کبھی پنہاں ہونا

لطف دیتا ہے مجھے مٹ کے تری اُلفت میں
ہمہ تن شوق ہوائے عربستاں ہونا
یہی اسلام ہے میرا یہی ایمان میرا
تیرے نظارۂ رخسار سے حیراں ہونا
خندہ صبح تمنائے براہیمؑ استی
چہرہ پرداز بہ حیرت کدہ میم استی
حشر میں اَبر شفاعت کا گہر بار آیا
دیکھ اے جنسِ عمل تیرا خریدار آیا
میں گیا حشر میں جس دم تو صدا یوں آئی
دیکھنا دیکھنا وہ کافر دیندار آیا
پیرہن عشق کا جب حسن ازل نے پہنا
بن کے یثرب میں وہ آپ اپنا خریدار آیا
لطف آنے کا تو جب ہے کہ کسی پر آئے
ورنہ دل اپنا بھی آنے کو تو سو بار آیا
جوشِ سودائے محبت میں گریباں اپنا
میں نے دیکھا تو نہ ہاتوں میں کوئی تار آیا
عشق کی راہ میں اِک سیر تھی ہر منزل پر
نجد کا دشت کہیں مصر کا بازار آیا
میں نے سو گلشن جنت کو کیا اُس پہ نثار
دشتِ یثرب میں اگر زیر قدم خار آیا
لیں شفاعت نے قیامت میں بلائیں کیا کیا
عرق شرم میں ڈوبا جو گنہ گار آیا
وہ مری شرم گنہ اور وہ سفارش تیری

ہائے اس پیار پہ کیا کیا نہ مجھے پیار آیا

ہے تیرے عشق کا مے خانہ عجب مے خانہ
یعنی ہشیار گیا اور میں سرشار آیا

مَا عَرَفنا نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری
قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تری

لے چلا بحر محبت کا تلاطم مجھ کو
کشتی نوح ہے ہر موجہ قلزم مجھ کو

حسن تیرا مری آنکھوں میں سمایا جب سے
تیر لگتی ہے شعاعِ مہ و انجم مجھ کو

تیرے قربان میں اے ساقی مے خانۂ عشق
میں نے اِک جام کہا تو نے دیے خم مجھ کو

خاک ہو کر یہ ملا اوج تیری اُلفت میں
کہ فرشتوں نے لیا بہر تیمّم مجھ کو

گرد آسا سر دامن سے لگا پھرتا ہوں
حشر کے روز بھلا دو نہ کہیں تم مجھ کو

کوئی دیکھے تو ترے عاشق شیدا کا مزاج
حور سے کہتا ہے چھیڑا نہ کرو تم مجھ سے

موت آ جائے جو یثرب کے کسی کوچے میں
میں نہ اُٹھوں جو مسیحا بھی کہے قم مجھ کو

صفتِ نوک سرِ خار شبِ فرقت میں
چبھ رہی ہے نگہ دیدۂ انجم مجھ کو

خوف رہتا ہے یہ ہر دم کہ رہِ یثرب سے
طور کی سمت نہ لے جائے توہم مجھ کو

تو نے آنکھوں کے اشارے سے جو تسکیں کر دی
شورِ محشر ہوا گل بانگ ترنم مجھ کو
اپنا مطلب مجھے کہنا ہے مگر تیرے حضور
چھوڑ جائے نہ کہیں تابِ تکلم مجھ کو
ہے ابھی اُمتِ مرحوم کا رونا باقی
دیکھ اے بے خودیٔ شوق نہ کر گم مجھ کو
ہمہ حسرت ہوں سراپا غم بربادی ہوں
ستم دہر کا مارا ہوا فریادی ہوں
اے کہ تھا نوح کو طوفاں میں سہارا تیرا
اور براہیمؑ کو آتش میں بھروسا تیرا
اے کہ مشعل تھا ترا عالم ظلمت میں وجود
اور نور نگہ عرش تھا سایا تیرا
اے کہ پرتو ہے ترے ہاتھ کا مہتاب کا نور
چاند بھی چاند بنا پا کہ اشارا تیرا
گرچہ پوشیدہ رہا حسن ترا پردوں میں
ہے عیاں معنیٔ لولاک سے پایا ترا
چشم ہستی صفتِ دیدۂ اعمیٰ ہوتی
دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا
مجھ کو انکار نہیں آمدِ مہدی سے مگر
غیر ممکن ہے کوئی مثل ہو پیدا تیرا
کیا کہوں اُمتِ مرحوم کی حالت کیا ہے
جس سے برباد ہوئے ہم وہ مصیبت کیا ہے
حال اُمت کا برا ہو کہ بھلا کہتے ہیں
صفتِ آئینہ جو کچھ ہے صفا کہتے ہیں

واعظوں میں یہ تکبر کہ الٰہی توبہ
اپنی ہر بات کو آوازِ خدا کہتے ہیں
ان کے ہر کام میں دنیا طلبی کا سودا
ہاں مگر واعظ میں دنیا کو برا کہتے ہیں
آہ! جس بات سے ہو فتنۂ محشر پیدا
یہ وہ بندے ہیں اُسے فتنہ رُبا کہتے ہیں
لاکھ اقوام کو دنیا میں اُجاڑا اس نے
یہ تعصب کو مگر گھر کا دیا کہتے ہیں
مقصدِ لحُمک لحَمِی پہ کھلی ان کی زباں
یہ تو اِک راہ سے تجھ کو بھی برا کہتے ہیں
تیرے پیاروں کا تو یہ حال ہوا اے شافعِ حشر
میرے جیسوں کو تو کیا جانیے کیا کہتے ہیں
بُغض لِلّٰلہ کے پردے میں عداوت ذاتی
دین کی آڑ میں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں
جن کا یہ دیں ہو کہ اپنوں سے کریں ترکِ سلام
ایسے بندوں کو یہ بندے صلحا کہتے ہیں
قوم کے عشق میں ہو فکرِ کفن بھی نہ جسے
یہ اُسے بندہ بے دام ہوا کہتے ہیں
وصل ہو لیلیٰ مقصود سے کیوں کر اپنا
اختر سوختۂ قیس ہے اختر اپنا
امرا جو ہیں وہ سنتے نہیں اپنا کہنا
سامنے تیرے پڑا ہے مجھے کیا کیا کہنا
ہم جو خاموش تھے اب تک تو ادب مانع تھا
ورنہ آتا تھا ہمیں حرف تمنا کہنا

درد مندوں کا کہیں حال چھپا رہتا ہے
اپنی خاموشی بھی تھی ایک طرح کا کہنا
شکوہ منت کش لب ہے کبھی منت کش چشم
میرا کہنا جو ہے رونا تو ہے رونا کہنا
قوم کو قوم بنا سکتے ہیں دولت والے
یہ اگر راہ پہ آجائیں تو پھر کیا کہنا
بادۂ عیش میں سرمست رہا کرتے ہیں
یاد فرماں نہ ترا اور نہ خدا کا کہنا
ہم نے سو بار کہا قوم کی حالت ہے بری
پر سمجھتے نہیں یہ لوگ ہمارا کہنا

دیکھتے ہیں جو غریبوں کو تو برہم ہو کر
فقر تھا فخر ترا شاہ دو عالم ہو کر

اس مصیبت میں ہے اِک تو ہی سہارا اپنا
تنگ آ کر لبِ فریاد ہوا وا اپنا
ایسی حالت میں بھی اُمید نہ ٹوٹی اپنی
نام لیوا ہیں تیرے تجھ پہ ہے دعویٰ اپنا
فرقہ بندی سے کیا راہ نماؤں نے خراب
ہائے اِن مالیوں نے باغ اُجاڑا اپنا
ہم نے سو راہ اخوت کی نکالی لیکن
نہ تو اپنا ہوا اپنا نہ پرایا اپنا
دیکھ اے نوح کی کشتی کو بچانے والے
آیا گردابِ حوادث میں سفینا اپنا
اس مصیبت میں اگر تو بھی ہماری نہ سنے
اور ہم کس سے کہیں جا کے فسانا اپنا

ہاں برس ابر کرم دیر نہیں ہے اچھی
کہ نہ ہونے کے برابر ہوا ہونا اپنا
لطف یہ ہے کہ پھلے قوم کی کھیتی اس سے
ورنہ ہونے کو تو آنسو بھی ہے دریا اپنا
اب جو ہے ابرِ مصیبت کا دھواں دھار آیا
ڈھونڈتا پھرتا ہے تجھ کو دل شیدا اپنا
یوں تو پوشیدہ نہ تھی تجھ سے ہماری حالت
ہم نے گھبرا کے مگر تذکرہ چھیڑا اپنا
زندگی تجھ سے ہے اے فخرِ براہیم اپنی
کر دُعا حق سے کہ مشکل ہوا جینا اپنا
ایک یہ بزم ہے لے دے کہ ہماری باقی
ہے انھیں لوگوں کی ہمت پہ بھروسا اپنا
داستاں درد کی لمبی ہے کہیں کیا تجھ سے
ہے ضعیفوں کو سہارے کی تمنا تجھ سے

قوم کو جس سے شفا ہو وہ دوا کون سی ہے
یہ چمن جس سے ہرا ہو وہ صبا کون سی ہے

جس کی تاثیر سے ہو عزت دین و دنیا
ہائے اے شافعِ محشر وہ دُعا کون سی ہے
جس کی تاثیر سے یک جان ہو اُمت ساری
ہاں بتا دے ہمیں وہ طرزِ وفا کون سی ہے
جس کے ہر قطرے میں تاثیرہو یک رنگی کی
ہاں بتا دے وہ مئے ہوش ربا کون سی ہے
قافلہ جس سے رواں ہو سوئے منزل اپنا
ناقہ وہ کیا ہے وہ آواز درا کون سی ہے

اپنی فریاد میں تاثیر نہیں ہے باقی
جس سے دل قوم کا پگھلے وہ صدا کون سی ہے
اپنی کھیتی سے اُجڑ جانے کو اے ابرِ کرم
تجھ کو یاں کھینچ کے لائے وہ ہوا کون سی ہے
ہے نہاں جس کی گدائی میں امیری سب کی
آج دنیا میں وہ بزم فقرا کون سی ہے
تیرے قرباں کہ دکھا دی ہے یہ محفل تو نے
میں نے پوچھا جو اخوت کی بنا کون سی ہے
رہ اسی محفل رنگیں کی دکھا دے سب کو
اس بزم کا دیوانہ بنا دے سب کو [۱۸۴]

شکوہ:

بانگِ درا، طبع اوّل اور کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق میں شامل اس نظم کے متن میں صرف ایک شعر میں اختلاف ہے جب کہ احمد دین نے نظم پر تبصرہ کیا ہے۔[۱۸۵] بانگِ درا، طبع اوّل اور کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق میں شامل نظم کے جس شعر کے متن میں اختلاف ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق:

بت صنم خانوں میں کہتے تھے مسلمان گئے
ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے [۱۸۶]

بانگِ درا، طبع اوّل:

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
ہے خوشی اُن کو کہ کعبے کے نگہبان گئے [۱۸۷]

جواب شکوہ:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل اس نظم کے

اشعار کے متن میں اختلاف ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے اشعار کی تعداد ایک سوتیئس (۱۲۳) ہے جب کہ بانگِ درا،طبع اوّل میں اشعار کی تعداد ۱۰۸ ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا،طبع اوّل میں شامل چند اشعار کے متن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ذیل میں وہ اشعار درج کیے جاتے ہیں جو بانگِ درا میں شامل نہیں ہیں:

جب مئے درد سے ہو خلقتِ شاعر مدہوش
آنکھ جب خون کے اشکوں سے بنے لالہ فروش
کشورِ دل میں ہوں خاموش خیالوں کے خروش
چرخ سے سوئے زمیں شعر کو لاتا ہے سروش

قید دستور سے بالا ہے مگر دل میرا
فرش سے شعر ہوا عرش پہ نازل میرا

جس طرح احمدِ مختار ہے نبیوں میں امام
اُس کی اُمت بھی ہے دنیا میں امام اقوام
کیا تمھارا بھی نبی ہے وہی آقائے انام؟
تم مسلماں ہو تمھارا بھی وہی ہے اسلام

اُس کی اُمت کی علامت تو کوئی تم میں ہیں
مَے جو اسلام کی ہوتی ہے وہ اس خم میں نہیں

وسعت کون و مکاں ساز ہے مضراب ہے یہ
دہر مسجد ہے سراپا خم محراب ہے یہ
جام گردوں میں عیاں مثلِ مے ناب ہے یہ
روح خورشید ہے خونِ رنگ مہتاب ہے یہ

صوت ہے نغمۂ کن میں تو اسی نام سے ہے
زندگی زندہ اسی نور کے اتمام سے ہے

انجم اس کے فلک اس کے ہیں زمیں اس کی ہے
کیا یہ اغیار کی دنیا ہے؟ نہیں اُس اُس کی ہے
سجدے مسجود ہوں جس کے وہ جبیں اُس کی ہے
وہ ہمارا ہے امیں قوم امیں اس کی ہے

اُڑ کے آواز مری تا بہ فلک جا پہنچی
یعنی اس گل کی مہک عرش تلک جا پہنچی

طوف احمدؐ کے امینوں کا فلک کرتے ہیں
یہ وہ بندے ہیں ادب جن کا ملک کرتے ہیں ۱۸۸

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا، طبع اوّل میں موجود ایسے اشعار جن کے متن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق):

(۱) آئی آواز غم انگیز ہے افسانہ ترا
مے فریاد سے معمور ہے پیمانہ ترا

☆☆☆

(۲) بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
یعنی کعبہ بھی نیا بت بھی نئے تم بھی نئے

☆☆☆

(۳) علم حاضر بھی پڑھا زائر لندن بھی ہوئے
مثلِ انجم اُفق قوم پہ روشن بھی ہوئے
بے عمل تھے ہی جواں دیں سے بدظن بھی ہوئے
صفتِ طائر گم کردہ نشیمن بھی ہوئے

☆☆☆

(۴) پیرہن کیوں فلک پیر کا عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی اُفق تابی ہے

☆☆☆

(۵) ختم کا ہے کو ہوا کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

☆☆☆

(۶) بول اُس نام کا ہر قوم میں بالا کر دے
اور دنیا کے اندھیرے میں اُجالا کر دے[۱۸۹]

بانگِ درا، طبع اوّل:

(۱) آئی آواز غم انگیز ہے افسانہ ترا
اشکِ بے تاب سے لبریز ہے پیمانہ ترا

☆☆☆

(۲) بادہ آشام نئے، بادہ نیا خم بھی نئے
حرم کعبہ نیابت بھی نئے تم بھی نئے

☆☆☆

(۳) مثلِ انجم اُفق قوم پر روشن بھی ہوئے
بت ہندی کی محبت میں براہمن ہوئے

☆☆☆

(۴) شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے
بے عمل تھے ہی جواں دین سے بدظن بھی ہوئے

☆☆☆

(۵) رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی اُفق تابی ہے

☆☆☆

(۶) وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

☆☆☆

(۷) قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے[۱۹۰]

شمع اور شاعر:

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے اشعار کی تعداد اٹھاسی ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل اس نظم کے ساتویں بند کا پہلا شعر بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں ہے۔ شعر یہ ہے:

ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں
سرمہ چشم دشت میں گرد رَم آہو ہوا[۱۹۱]

یہی شعر بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نظم ''خضرِ راہ'' کے دسویں بند میں اس طرح سے شامل ہے:

ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں
حق ترا چشمے عطا کر دستِ غافل در نگر[۱۹۲]

☆☆☆☆☆

حوالے، حواشی وتعلیقات

۱۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، عماد پریس، حیدر آباد (دکن)، ۱۹۲۴ء، صفحہ ۳
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً، ص ۵۔۴
۴۔ یہ غزل بانگِ درا میں شامل نہیں ہے لیکن کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں موجود ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) صفحہ ۳ پر ملاحظہ کیجیے۔
۵۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۶
۶۔ ایضاً، ص ۷۔۶
۷۔ ایضاً، ص ۷
۸۔ اقبال، بانگِ درا، کریمی پریس، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۲۴ء، صفحہ ۳۱۹
۹۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۷

۱۰۔ اقبال، بانگِ درا، صفحہ۳۱۹
۱۱۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۷
۱۲۔ اقبال، بانگِ درا، صفحہ۳۱۹
۱۳۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۸
۱۴۔ ایضاً، ص۹
۱۵۔ اقبال، بانگِ درا، صفحہ۳۲۱
۱۶۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۹
۱۷۔ اقبال، بانگِ درا، صفحہ۳۲۱
۱۸۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۹
۱۹۔ ایضاً، ص۱۰۔۹
۲۰۔ ایضاً، ص۱۱۔۱۰
۲۱۔ ایضاً، ص۱۳۔۱۲
۲۲۔ ایضاً، ص۱۴۔۱۳
۲۳۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، عماد پریس، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۲۴ء، صفحہ۱۴
۲۴۔ ایضاً
۲۵۔ ایضاً، ص۱۵
۲۶۔ یہ غزل کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ ہو جب کہ اقبال از احمد دین (مرتبہ: مشفق خواجہ) کے
صفحہ ۴۶۶ پر درج ہے۔ غزل کے اشعار کی ترتیب اس طرح ہے:

عذر آفریں جرم محبت ہے عذر دوست
محشر میں اور عذر نہ پیدا کرے کوئی

سو اُمید بندھتی ہے اِک اِک نگاہ پر
مجھ کو نہ ایسے پیار سے دیکھا کرے کوئی

دے کر جھلک سی آپ تو پردے میں ہو رہے
اور کہہ گئے نگاہ کو ڈھونڈا کرے کوئی

محفل ہو شغلِ مے ہو شب مہتاب ہو
اور میں گروں تو مجھ کو سنبھالا کرے کوئی

بولے بھی سن کے قصہ ہجراں تو یہ کیا
کی دل لگی تو یہ بھی گوارا کرے کوئی

اقبال عشق نے مرے سب بَل دیے نکال
مدت سے آرزو تھی کہ سیدھا کرے کوئی

۲۷۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۱۷۔۱۶
۲۸۔ ایضاً، ص۱۸۔۱۷
۲۹۔ ایضاً، ص۱۸
۳۰۔ ایضاً، ص۱۹
۳۱۔ ایضاً، ص۲۰
۳۲۔ ایضاً، ص۲۲۔۲۱
۳۳۔ ایضاً، ص۲۲
۳۴۔ ایضاً، ص۲۳

۳۵۔ یہ قطعات و اشعار کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) صفحہ۲۴۔۲۳ پر ملاحظہ ہوں۔ متفرقات کے اس حصے میں جو آخری قطعہ شامل ہے۔ یہ قطعہ بانگِ درا حصہ سوم کی ساتویں غزل ہے۔ اس کے چار اشعار کلیاتِ اقبال میں شامل ہیں اور بانگِ درا میں بھی اشعار کی تعداد چار ہے۔ مطلع کے مصرعہ اولیٰ میں تضاد ہے۔

بانگِ درا میں مصرعہ اولیٰ اس طرح درج ہے:

''تہِ دامِ بھی غزل آشنا رہے طائرانِ چمن تو کیا''

بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۳۲۱

۳۶۔ یہ قطعہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں صفحہ ۲۵ پر جب کہ اقبال از احمد دین میں صفحہ۲۷۴ پر درج ہے۔

بانگِ درا میں یہ قطعہ شامل نہیں ہے۔

۳۷۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۲۵
۳۸۔ ایضاً، ص۲۶
۳۹۔ ایضاً، ص۲۷

۴۰۔ یہ قطعہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ ہو جب کہ بانگِ درا اور اقبال از احمد دین میں یہ شامل نہیں ہے۔

۴۱۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۲۸

۴۲۔ یہ قطعہ بانگِ درا اور اقبال از احمد دین میں شامل نہیں ہے جب کہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے صفحہ ۲۹ پر موجود ہے۔

۴۳۔ یہ قطعہ بانگِ درا، طبع اوّل میں شامل نہیں ہے جب کہ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے صفحہ

۲۹ اور اقبال از احمد دین کے صفحہ ۳۷۴ پر ملاحظہ ہو۔

۴۴۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۳۰

۴۵۔ یہ قطعہ کلیاتِ اقبال(مرتبہ: عبدالرزاق) کے صفحہ ۳۱ جب کہ مشفق خواجہ (مرتب) اقبال از احمد دین کے صفحہ ۳۷ پر ملاحظہ ہو۔

۴۶۔ یہ قطعہ بانگِ درا اور اقبال از احمد دین سے محذوف ہے۔ صرف کلیاتِ اقبال(مرتبہ: عبدالرزاق) کے صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ ہے۔

۴۷۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ ہو جب کہ یہ قطعہ بانگِ درا اور ''اقبال'' از: احمد دین میں شامل نہیں ہے۔

۴۸۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۳۲

۴۹۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ ہو۔ یہ قطعہ دو معاصر اشاعتوں میں شامل نہیں ہے۔

۵۰۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، عماد پریس، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۲۴ء، صفحہ ۳۳

۵۱۔ ایضاً

۵۲۔ اقبال، بانگِ درا، کریمی پریس، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۲۴ء، ص ۳۳۶

۵۳۔ ایضاً، ص ۳۳۵

۵۴۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۳۴

۵۵۔ ایضاً

۵۶۔ ''نالۂ فراق'' علامہ اقبال نے اپنے اُستاد پروفیسر سرتھامس آرنلڈ (۱۹۳۰ء۔۱۸۶۴ء) کی یاد میں لکھی تھی۔ پروفیسر آرنلڈ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے اُستاد تھے۔ اقبال کو آرنلڈ جیسے نامور اُستاد کی شاگردی کا موقع ملا۔ آرنلڈ بھی اقبال کی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ یہ اسی عقیدت کا نتیجہ تھا کہ اقبال نے اپنی پہلی انگریزی تصنیف ڈیولپمنٹ آف میٹا فزکس اِن پرشیا
جو ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی، پروفیسر آرنلڈ کے نام منسوب کی ہے۔ آرنلڈ ۱۹۰۴ء میں انگلستان چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد اقبال نے یہ نظم لکھی (مزید تفصیل کے لیے: محمد عبداللہ قریشی کی تصنیف حیاتِ اقبال کی گم شدہ کڑیاں صفحہ ۲۱۰ ملاحظہ ہو۔

۵۷۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۷۔۶

۵۸۔ ستمبر ۱۹۰۵ء کو جب اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ روانہ ہوئے تو دہلی میں خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر حاضری دی۔ اقبال نے تنہائی میں مزار کے سرہانے پر یہ نظم پڑھی۔ بعد میں احباب کے اصرار پر دربار کے صحن میں بیٹھ کر یہ نظم پڑھی۔ درگاہ سے واپس ہو کر کچھ دیر خواجہ حسن نظامی کے ہاں قیام کیا پھر وہاں سے انگلستان کے سفر کے لیے روانہ ہوئے۔

مزید تفصیل کے لیے :عبدالرزاق، مولوی، (مرتب)، کلیاتِ اقبال، دیباچہ، صفحہ۱۲ تا ۱۴ پر ملاحظہ ہو۔
مشفق خواجہ، (مرتب)، اقبال از احمد دین، صفحہ۴۱۲

۵۹۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۱۴

۶۰۔ احمد دین نے اس نظم کے متعلق محض ڈیڑھ سطر میں تبصرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ''اس دور میں اسلامی اخلاق اور اسلامی اوصاف پر چھوٹی چھوٹی دلچسپ نظمیں بھی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر کا عشق رسول میں انہماک:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس　　صدیق کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ۱۷۶۔۱۷۵

۶۱۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۹۷

۶۲۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۲۵۱۔۲۵۰

۶۳۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۳۵

۶۴۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۳۶۔۳۶؛
مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ۳۸۵۔۳۸۴ پر ملاحظہ ہو۔

۶۵۔ مزید تفصیل کے لیے :عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۳۷ اور مشفق خواجہ، (مرتب) ''اقبال از احمد دین،
صفحہ۳۸۴۔۳۸۳ پر ملاحظہ ہو۔

۶۶۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۵

۶۷۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۳۷؛
مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ۳۸۳ پر ملاحظہ ہو۔

۶۸۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۳

۶۹۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۴۱؛
مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ۱۲۲ پر ملاحظہ ہو۔

۷۰۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۴۱۔۴۰

۷۱۔ ایضاً، ص۴۳۔۴۲

۷۲۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۷۷۔۷۶

۷۳۔ احمد دین نے ''موجِ دریا'' کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

''موجِ دریا'' کی بے تابیوں نے عین ہستی ہے تڑپ، بتایا اور اس تڑپ کی گرہ خود موجِ مضطرب نے ہی اس نکتے سے کھولنے کی کوشش کی:

ہوں وہ رہرو کہ محبت ہے مجھے منزل سے
کیوں تڑپتی ہوں یہ پوچھے کوئی میرے دل سے
زحمتِ تنگیِ دریا سے گریزاں ہوں میں
وسعتِ بحر کی فرقت میں پریشاں ہوں میں

تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۱۲۲ ملاحظہ ہو۔

۷۴۔ پوری نظم عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۴۵ پر ملاحظہ ہو۔

۷۵۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۴۷۔۴۶

۷۶۔ ایضاً، ص ۴۸

۷۷۔ احمد دین نے لکھا ہے کہ ''ترانہ ۱۹۰۴ء میں لکھا گیا تھا۔ سادہ الفاظ اور موثر پیرائے میں اقبال نے کہا اور ہندوستان میں گھر گھر اور بچے بچے کی زبان پر رواں ہوگیا۔''
مزید تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۱۳۷ ملاحظہ ہو۔

۷۸۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۴۹

۷۹۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۸۲

۸۰۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۵۱۔۵۰؛
مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۴۱۰۔۴۰۹

۸۱۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۵۲

۸۲۔ ایضاً، ص ۵۳

۸۳۔ جس نظم کے متن کا جائزہ لیا گیا ہے وہ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۵۴۔۵۳ اور اقبال، بانگِ درا طبع اوّل، صفحہ ۹ پر ملاحظہ ہو۔

۸۴۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۵۶۔۵۵

۸۵۔ پوری نظم عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۵۹۔۵۸ جب کہ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۱۹۴ پر ملاحظہ ہو۔

۸۶۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۶۰

۸۷۔ احمد دین نے اس نظم کے بارے میں لکھا ہے کہ ''پرندے کی فریاد'' بھی بچوں کے لیے لکھی گئی ہے اور کسی دوسری زبان سے ماخوذ نہیں۔''
مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۱۲۵

۸۸۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۶۳۔۶۲

۸۹۔ ایضاً، ص ۶۶۔۶۵

۹۰۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۴۳

۹۱۔ احمد دین نے اس نظم کے بارے میں لکھا ہے کہ ''ترانۂ ہندی اگرچہ ہندوستانی بچوں کا مقامی گیت، زیب سر کیے ہوئے ہے اور وطنیت سے لبریز ہے، برادرانِ وطن اس سے مانوس نہیں ہو سکے۔'' مزید تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ۱۳۸

۹۲۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۶۷ پر ملاحظہ ہو جب کہ مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ۴۱۲ ملاحظہ ہو۔

۹۳۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۷۱۔۷۰

۹۴۔ ایضاً، ص۷۱

۹۵۔ تفصیل کے لیے: عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۷۴۔۷۳

۹۶۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۷۴

۹۷۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۱۴۱

۹۸۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۷۵

۹۹۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۱۴۲

۱۰۰۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۷۶تا۷۸

۱۰۱۔ ایضاً، ص۸۳۔۸۲

۱۰۲۔ یہ نظم عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۷۸اور اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۱۶۰پر ملاحظہ ہو جب کہ ''اقبال از احمد دین میں یہ نظم شامل نہیں ہے۔

۱۰۳۔ تفصیل کے لیے پوری نظم اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۱۹۹ پر ملاحظہ ہو۔

۱۰۴۔ پوری نظم عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۸۴ پر ملاحظہ ہو۔

۱۰۵۔ پوری نظم عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۸۶ پر ملاحظہ ہو۔

۱۰۶۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۲۴۶ پر پوری نظم ملاحظہ ہو۔

۱۰۷۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۸۷

۱۰۸۔ ایضاً

۱۰۹۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۱۸۶

۱۱۰۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۸۸۔۸۷

۱۱۱۔ ایضاً، ص۸۹

۱۱۲۔ ایضاً، ص۹۰

۱۱۳۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۲۱۸

۱۱۴۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۹۱۔۹۰

۱۱۵۔ ایضاً،ص۹۱
۱۱۶۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۲۴۰
۱۱۷۔ احمد دین نے اقبال کی شاعری کی خصوصیات کے ضمن میں صرف اتنا لکھا ہے کہ:
''حضرت بلالؓ کی محبتِ نبوی میں محویت،
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخ پیر
تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۱۷۶ ملاحظہ ہو۔
۱۱۸۔ عبدالرزاق،مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال،صفحہ۹۳۔۹۲
۱۱۹۔ ایضاً،ص۹۲
۱۲۰۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۲۷۲
۱۲۱۔ عبدالرزاق،مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال،صفحہ۹۳
۱۲۲۔ ایضاً،ص۹۵
۱۲۳۔اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۱۲۷
۱۲۴۔عبدالرزاق،مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال،صفحہ۹۷۔۹۶
۱۲۵۔ ایضاً،ص۹۸۔۹۷
۱۲۶۔ ایضاً،ص۱۰۱تا۱۰۳
۱۲۷۔ ایضاً،ص۱۰۴
۱۲۸۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۱۶۸
۱۲۹۔ عبدالرزاق،مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال،صفحہ۱۰۵
۱۳۰۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۱۶۹
۱۳۱۔ عبدالرزاق،مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال،صفحہ۱۰۷۔۱۰۶
۱۳۲۔ ایضاً،ص۱۰۶
۱۳۳۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۴۸
۱۳۴۔ عبدالرزاق،مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال،صفحہ۱۰۹۔۱۰۸
۱۳۵۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۱۳۶
۱۳۶۔ عبدالرزاق،مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال،صفحہ۱۰۹تا۱۱۵
۱۳۷۔ ایضاً،ص۱۱۱
۱۳۸۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۲۵۵
۱۳۹۔ احمد دین نے اس نظم کے جو دو اشعار شامل کیے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) لپٹنا زیرِ شجر رکھتا ہے جادو کا اثر
شام کے تارے پر جب پڑتی ہے رہ رہ کر نظر

☆☆☆

(۲) کچھ جو سنتا ہوں تو اوروں کو سنانے کے لیے
دیکھتا ہوں کچھ تو اوروں کو دکھانے کے لیے

اس کے ساتھ ہی احمد دین نے لکھا ہے کہ:

''شاعر کا دل اب شاہد قدرت کا آئینہ ہو رہا ہے اور اس کی آنکھ خلوت سرائے راز کے جلوؤں میں حیران ہے خیالِ بلند ذوقِ جستجو میں فلک پیمایاں کرتا ہے۔''

مزید تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین صفحہ ۱۲۴۔۱۲۳ ملاحظہ ہو۔

۱۴۰۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۱۸۔۱۱۷

۱۴۱۔ ایضاً، ص ۱۱۷

۱۴۲۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۵۸

۱۴۳۔ مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۳۹۳۔۳۹۲

۱۴۴۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۱

۱۴۵۔ تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۱۲۹ ملاحظہ ہو۔

۱۴۶۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۲۲۔۱۲۱

۱۴۷۔ ایضاً

۱۴۸۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۴۷

۱۴۹۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۲۳۔۱۲۲

۱۵۰۔ ایضاً، ص ۱۲۵

۱۵۱۔ ایضاً، ص ۱۲۹۔۱۲۸

۱۵۲۔ ایضاً، ص ۱۳۰

۱۵۳۔ ایضاً

۱۵۴۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۲۷

۱۵۵۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۳۲ تا ۱۳۴

۱۵۶۔ احمد دین نے اس نظم پر مختصر سا تبصرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''حسن کے اس طوفان میں دل افروز نظارے تھے، اور حیرت آفریں مناظر، حسن کے نئے نئے کرشمے اور سامری فن انداز دیکھ کر چشم ظاہر بین حیران تھی اور مظاہر پرست دل حقیقت آشنا کے جلوؤں پر فریفتہ اور قربان ہو رہا تھا۔ جگنو کی روشنی نے ظاہر کر دیا ہے کہ'' اس سے آگے نظم کا آخری بند نقل کر دیا گیا ہے جس کا متن کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا، طبع اوّل سے مطابقت رکھتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۱۲۳ پر ملاحظہ کیجیے۔

۱۵۷۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۳۶

۱۵۸۔ ایضاً

۱۵۹۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۸۳

۱۶۰۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۳۸

۱۶۱۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۲۶۷

۱۶۲۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۳۷

۱۶۳۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۲۶۷

۱۶۴۔ احمد دین نے اس نظم کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''لیلیٰ گلِ پژمردہ اپنی زندگی کے خاتمہ کے مرحلے پر شاعر کی افسردگی کا باعث تھا اور گلِ رنگین بھی، اپنی سوز بانوں پر خاموشی سے اس کی پریشانیاں بڑھاتا تھا لیکن اب، کلی، پھول کی زندگی کے ابتدائی منازل میں ہی شاعر کو طربِ اندوزِ حیات، ہونے کا شوق دلا رہی ہے اور اسے آمادہ کرتی ہے کہ:

جانِ مضطر کی حقیقت کو نمایاں کردوں دل کے پوشیدہ خیالوں کو بھی عریاں کردوں

تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب)، اقبال از احمد دین، صفحہ ۱۴۸ ملاحظہ ہو۔

۱۶۵۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۴۰۔۱۳۹

۱۶۶۔ ایضاً، ص ۱۴۱۔۱۴۰

۱۶۷۔ ایضاً، ص ۱۴۳۔۱۴۲

۱۶۸۔ مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۳۸۸

۱۶۹۔ یہ شعر صرف کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں ہے۔ دونوں معاصر اشاعتوں (بانگِ درا، طبع اوّل اور ''اقبال'') میں شامل نہیں ہے۔

۱۷۰۔ یہ شعر اقبال از احمد دین میں اس طرح سے درج ہے:

اپنی اصلیت سے ناواقف ہیں کیا انساں ہیں غیر اپنوں کو سمجھتے ہیں یہ کیا نادان ہیں

۱۷۱۔ اقبال از احمد دین میں ''اصل محبوب'' کی بجائے ''وصلِ محبوب'' درج ہے:

وصلِ محبوبِ ازل کی ہیں یہ تدبیریں سبھی اِک بیاضِ نظم ہستی کی ہیں تفسیریں سبھی

تفصیل کے لیے دیکھیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۲۹۱

۱۷۲۔ اقبال از احمد دین میں ''ایک ہی شے'' کی بجائے ایک ہی ''مے سے ہے'' درج ہے، صفحہ ۳۹۱

۱۷۳۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۶

۱۷۴۔ احمد دین نے اس نظم کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''مارچ ۱۹۰۴ء میں ملکی جذبات کی بہترین نظم انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں

''تصویرِ درد'' کے نام سے پڑھی گئی۔ ہندوستان میں وطن پرستی پر اس سے بڑھ کر نظم نہیں لکھی گئی۔''
مزید تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۱۳۱ ملاحظہ ہو۔

۱۷۵۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۴۶ تا ۱۵۵

۱۷۶۔ ایضاً، ص ۱۵۷۔۱۵۶

۱۷۷۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۲۸۰

۱۷۸۔ اقبال از احمد دین میں یہ مصرعہ اس طرح درج ہے:
''آہ! کیا کہیے کہ اب پہلو میں اپنا دل نہیں''
تفصیل کے لیے: مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۳۴۶
احمد دین کا یہ متن درست ہے چونکہ ''انجمن حمایتِ اسلام'' کی روداد کے مطابق ''اپنا'' درست ہے۔
''رودادِ انجمن بابت ۱۹۰۰ء، صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ ہو۔

۱۷۹۔ اقبال از احمد دین میں ''نغمہ سرائے'' کی بجائے ''نغمہ صدائے'' درج ہے جو کہ غلط ہے، صفحہ ۳۴۷

۱۸۰۔ اقبال از احمد دین میں یہ مصرعہ اس طرح سے ہے:
''اور ہی کچھ ہیں مگر میرے ''تصور'' کے نشان''
تبسم کی بجائے تصور لکھا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔ رودادِ انجمن حمایتِ اسلام بابت ۱۹۰۰ء، صفحہ ۳۰ پر ''تبسم'' درج ہے۔

۱۸۱۔ اقبال از احمد دین میں یہ مصرع غلط درج ہے:
''اے فراقِ رفتگاں ہے تو نے کیا سمجھا دیا'' صفحہ ۳۵۰

۱۸۲۔ تفصیل کے لیے: عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۸ جب کہ اقبال از احمد دین، صفحہ ۳۴۶ تا ۳۵۶ ملاحظہ ہو۔

۱۸۳۔ تفصیل کے لیے محمد حنیف شاہد کی تصنیف ''اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام''، صفحہ ۷۷ ملاحظہ کیجیے۔

۱۸۴۔ تفصیل کے لیے: عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۶۹ تا ۱۸۰ اور مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۳۶۵ تا ۳۷۷ ملاحظہ ہو۔

۱۸۵۔ احمد دین نے ''شکوہ'' کے بارے میں لکھا ہے کہ:
''اس دور کی لمبی نظم جو ولایت سے واپسی کے بعد اوّل ہی اوّل اقبال نے لکھی اور اسی انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی۔ ''شکوہ'' کے نام سے مشہور ہے۔''
مشفق خواجہ، (مرتب) اقبال از احمد دین، صفحہ ۱۸۳ پر ملاحظہ ہو۔

۱۸۶۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۸۵

۱۸۷۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۱۸۱

۱۸۸۔ تفصیل کے لیے: عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۱۹۰ تا ۲۰۱ اور اقبال از احمد دین، صفحہ ۴۴۲ تا ۴۵۲ ملاحظہ ہو۔

۱۸۹۔ ایضاً

۱۹۰۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۲۲۰ تا ۲۳۲

۱۹۱۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ ۲۰۷

۱۹۲۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ ۲۰۱

☆☆☆☆☆

متروکاتِ بانگِ درا کی روشنی میں اقبال کے فکری وفنی ارتقا کا جائزہ

کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق)، اور بانگِ درا،طبع اوّل کے متون کے تقابلی مطالعے کی روشنی میں ہمیں اقبال کے فکری وفنی ارتقا کا اندازہ ہوتا ہے۔ دنیا میں بے شمار تخلیق کار گزرے ہیں جن کے سوانحی مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے یہاں زندگی میں ذاتی یا نفسیاتی اعتبار سے کبھی کبھی تخلیقی خلا پیدا ہوجاتا ہے۔ غالب جیسے عظیم تخلیق کار کی زندگی میں بھی ہمیں یہ تخلیقی تعطل نظرآتا ہے۔اُن کی زندگی کے آخری دور میں ہمیں شعری تخلیقات کم ملتی ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد غالب کا زیادہ تر تخلیقی سرمایہ اُن کے خطوط ہیں یہ کسی بھی تخلیق کار کی زندگی کا وہ حصہ ہوتا ہے جب وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے تمام جوہر دکھا چکا ہوتا ہے اوراب اُس کی زندگی اُس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی،لیکن اقبال وہ خوش قسمت تخلیق کار ہے جس کی زندگی کا تخلیقی سفر تقریباً چالیس سال کے عرصے پر محیط ہے لیکن اُس کی زندگی میں ہمیں تخلیقی خلا نظر نہیں آتا۔ اقبال کا تخلیقی جوہر آغازِ شباب سے لے کر دمِ واپسیں تک ہمیں ہر دم جواں اور پیہم دواں نظر آتا ہے۔ بظاہر یہ تخلیقی سفر ’’موتی سمجھ کر شانِ کریمی نے چن لیے‘‘ سے لے کر ’’دگر دانائے راز آید کہ ناید‘‘ تک دکھائی دیتا ہے لیکن اس سفر میں کئی اُتار چڑھاؤ آئے۔ ’’ہمالہ‘‘ اقبال کی پہلی باقاعدہ نظم ہے کیوں کہ اس سے قبل انھوں نے داغ دہلوی کی شاگردی میں غزل گوئی شعار کی تھی اوران غزلیات میں داغ دہلوی کا رنگ غالب ہے لیکن ’’ہمالہ‘‘ اقبال کی وہ پہلی نظم ہے جو ’’کوہِ ہمالہ‘‘ کے نام سے پہلے ’’مخزن‘‘ میں شائع ہوئی اور بانگِ درا میں ’’ہمالہ‘‘ کے نام سے پہلی نظم ہونے کا اعزاز پایا۔ اس نظم میں وطن سے محبت کے جذبات بھی ہیں اور مناظر فطرت کی حسین منظر نگاری بھی ہے۔ اس میں ’’ہمالہ‘‘ کی قدامت، عظمت اور ابدی جوانی کا ذکر بھی ہے

اوراس کی بلندی اور پہاڑی ندی کا آہنگ بھی سنائی دیتا ہے۔اس میں ''ہمالہ'' کے اِردگرد کی فطری فضااور خامشی کی گہرائی کا احساس بھی ملتاہےاور''ہمالہ''ایک خلوت گاہ بھی ہے۔

''ہمالہ'' کے ابتدائی متن سے اقبال نے اگرچہ بارہ اشعار حذف کر دیے لیکن اس کے باقی تین بند میں ہمیں تین نمایاں رجحانات دکھائی دیتے ہیں جن میں منظر کشی، داخلیت اور خارجیت شامل ہیں۔ اقبال کے فکری وفنی ارتقا کا اندازہ بانگِ درا،طبع اوّل اور کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ دو اشاعتیں اپنی اپنی جگہ پر ایک مکمل جہاں رکھتی ہیں۔ان اشاعتوں کے تناظر میں اقبال کے فکری وفنی ارتقا کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ان اشاعتوں سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کن کن ارتقائی مراحل سے گزر کر پختہ سخن ور بنے۔ہمیں ان کے شعراور نظریۂ شعر میں قدم قدم پر ارتقا نظرآتا ہے۔

اقبال کے بارے میں یہ خیال کر لینا کہ انھوں نے دوسروں کی دیکھا دیکھی یا تفریح طبع کے طور پر شاعری شروع کی یا وہ باقاعدہ ایک پیشہ ور شاعر بننا چاہتے تھے یا وہ اپنے گرد شاگردوں کا ہجوم دیکھنا چاہتے تھے، یہ اُن کی فکری عظمت کے خلاف ہوگا۔

شاعری کی دنیا میں قدم رکھنا اور پھر اُس وقت کے بہترین غزل گو شاعر داغ دہلوی سے اصلاح لینا اور اُن کا کسی حد تک اتباع کرنا، مشاعروں میں غزل خوانی، زباں ومحاورات کی بندشیں یہ سب کچھ ابتدائی شاعری میں تو نظر آتا ہے مگر یہ محض اس لیے تھا کہ وہ اظہار کے ایک ایسے ذریعے کے متلاشی تھے جس سے پیامبری کا کام لے سکیں اور آخر وہ ذریعہ اُن کو مل گیا۔اصل میں قدرت اقبال سے کام لینا چاہتی تھی اوراس سارے عمل میں اُن کو آئندہ کے لیے تیار کر رہی تھی۔ اقبال نے بہت جلد عام روش کو خیر باد کہہ کر فطری شاعری یا منظر نگاری کو اپنا موضوع بنایا۔ کچھ عرصہ بعد اس موضوع میں بھی تبدیلی آئی اور انھوں نے اسلامی شاعری کی جانب رُخ کیا اور جلد ہی انھوں نے اسلام کے تاب ناک ماضی اور عظمتِ رفتہ پر نظمیں لکھیں جن میں انھوں نے نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ عالمِ اسلام کو اپنا پیغام سنایا۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ بڑے بڑے مفکرین نے بنی نوع انسان کو اپنا پیغام عموماً شاعری کے ذریعے دیا۔ اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے شاعری سے بڑھ کر اور کوئی موثر اور دل کش

ذریعہ نہیں ہوسکتا اسی لیے اقبال نے بھی شاعری کو اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنایا۔ اگر وہ کسی اور ذریعہ کا انتخاب کرتے تو شاید اُن کو وہ خاطر خواہ نتائج نہ ملتے جو اُن کو اس ذریعے سے میسر آئے۔

ابتدا میں اقبال نے فطرت نگاری سے آغاز کیا۔ اس دوران انھوں نے انگریزی کے فطرت نگار شعراء کے کلام کے منظوم ترجمے کیے، اُن کو کافی پذیرائی ملی، یہ نظمیں آج بھی بانگِ درا میں شامل ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ فطرت نگاری کے عنصر میں کمی واقع ہوئی کیوں کہ ان نظموں کا زیادہ تر تعلق محض لطف اندوزی سے تھا۔ اگر چہ وہ ان نظموں میں ایک کامیاب فطرت نگار کے دکھائی دیتے ہیں لیکن شاید فطرت پرستی اُن کے شاعرانہ مسلک نہیں تھا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ دنیا کے مصائب کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ فطرت کی آغوش میں پناہ ڈھونڈتے ہیں یا عجمی تصوف کو اپنا لیتے ہیں۔ اقبال کے یہاں یہ رویہ نہیں ملتا۔ وہ مصائب سے گھبراتے نہیں بلکہ وہ تسخیرِ کائنات کے علم بردار بنتے نظر آتے ہیں۔

اقبال کے فکری وفنی ارتقا کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں اُن کے یہاں داغ دہلوی کی اتباع کے ساتھ ساتھ مرزا اسد اللہ خاں غالب کے کلام کی بھی کشش دکھائی دیتی ہے۔ غزل ہو، نظم ہو، قطعہ ہو یا مسدس ان کی ہر صنف میں کلامِ غالب کی کہیں نہ کہیں جھلک ضرور ملتی ہے۔ یہ جھلک تراکیب وخیالات میں اشتراک اور فکر وتخیل کے امتزاج میں موجود ہے۔ ابتدائی دور میں وہ غالب سے خاصے متاثر نظر آتے ہیں۔ ستمبر ۱۹۰۱ء میں اُن کی نظم ''مرزا غالب'' مخزن میں شائع ہوئی جس میں اقبال نے غالب سے اپنے والہانہ جذبات کا اظہار کیا ہے۔

(i) تیرے فردوسِ تخیل سے ہے قدرت کی بہار
تیری کشتِ فکر سے اُگتے ہیں عالم سبزہ وار

☆☆☆

ii لطف گویائی میں تیری ہمسری ممکن نہیں
ہو تخیل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشیں[1]

اقبال نے اپنی شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا۔ اِس سے اُن کی شاعری کو بہت فائدہ

پہنچا۔ انھوں نے اپنا تغزل کا یہ انداز اپنی نظموں میں تحلیل کر دیا۔

غزل کی روایت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف شعراء نے مختلف اوقات میں غزل کو مختلف موضوعات کے تحت استعمال کیا ہے۔ عشق و مستی اس کا روایتی موضوع رہا ہے لیکن اقبال نے سب سے پہلے اس صنف کو تفکر کا جامہ پہنایا۔

انجمن حمایتِ اسلام لاہور میں پڑھی جانے والی نظمیں خاص کر ''نالۂ یتیم''، ''فریادِ اُمت'' وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جن کے توسل سے اقبال قومی یا ملّی شاعر کی حیثیت سے سامنے آئے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس صحافتی یا وقتی شاعری کو ترک کیا اور اپنے فکر و فن میں عالم گیریت کا رنگ پیدا کیا۔

کلامِ اقبال کے ابتدائی مطالعہ سے یہ احساس شدت سے ہوتا ہے کہ اُن کے ذہن میں شعر کا مقصد شروع سے ہی بڑا واضح تھا۔ انھوں نے اِس احساس کو اپنی شاعری کے ہر دور میں برقرار رکھا کہ شعر سے کہیں مقصدیت مفقود نہ ہوجائے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اپنا پیغام بنی نوع انسان تک پہنچایا۔ اس پیغمبرانہ عمل میں انھوں نے شعر کے فکری و فنی دونوں پہلوؤں کو ہمہ وقت ملحوظ رکھا۔ فنی اعتبار سے لفظوں کا انتخاب، اُن کی موزوں ترتیب، موزونیت، موسیقیت اور فکر آمیز تخیل جس سے شعر میں اثر اور گرمی پیدا ہو، کا تعلق جذبے کے خلوص اور تجربے کی شدت و صداقت سے ہے۔ کیوں کہ اقبال خود کہتے ہیں کہ: ؎

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر[۲]

یہ حقیقت ہے کہ اگر دل خونِ جگر کی آمیزش سے خالی ہے تو وہ گوشت کا ایک لوتھڑا یا پتھر کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسی طرح اگر لفظوں کے پیکر میں خونِ جگر سے زندگی کی لہر نہ دوڑائی جائے تو وہ شعر نہیں بلکہ لفظوں کا ایک گورکھ دھندا ہے جو اپنے اندر معجزۂ فن کی نمود سے خالی نظر آئے گا۔

اقبال کی شاعری کا آغاز اگرچہ سیال کوٹ میں ہوا لیکن اِس کا باقاعدہ ارتقا آپ کے لاہور آنے سے ہوا۔ اقبال ۱۸۹۵ء میں ایف۔ اے کرنے کے بعد لاہور منتقل ہوئے لیکن اس سے قبل سیال کوٹ میں مشقِ سخن کا آغاز ہو چکا تھا۔ اگرچہ اُس زمانے میں اُن کی غزل کا

موضوع روایتی ہے لیکن اُن کے کلام میں حرکت وسخت کوشی کا عنصر نمایاں ہے۔ اپریل ۱۹۰۱ء سے مارچ ۱۹۰۵ء تک کی شاعری میں اُن کے یہاں مقامی رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ اگر نظموں کا ذکر کیا جائے تو ۱۹۰۱ء میں ''کوہستانِ ہمالہ'' جس کا بعد میں نام تبدیل کر کے ''ہمالہ'' رکھ دیا شائع ہوئی۔ ابتدائی نظموں میں اقبال کا تخیل ہندوستان کے جغرافیے تک ہی محدود نظر آتا ہے مگر کچھ عرصہ بعد ہندوستان کی سرحدوں کو عبور کر کے اقبال ایشیا کی زبان بن کر یورپ کو خبردار کرتا ہے کہ:

''تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی''

یہ وہ اعلان تھا جس کے بعد اقبال ایشیائی سرحدوں کو عبور کر کے عالم گیر اخوت کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زَن ہوئے اور اپنی زندگی کا مقصد حیاتِ انسانی کو بلند تر رتبہ دلانا بنالیا۔ اقبال کی شاعری پر اگر مختصر الفاظ میں تبصرہ کیا جائے تو اُن کی شاعرانہ زندگی پہلے ہندوستان پھر ایشیا اور پھر تمام کائناتِ اسلام کے گرد نظر آتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اُن کی فکر ونظر کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔

علاقائی یا مقاصیت کی بجائے اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اقبال کو یورپ جا کر اندازہ ہوا کہ دنیا کتنی وسعت رکھتی ہے اور اس کے حقیقی مسائل کیا ہیں؟ جن کا اُن کو پہلی بار سامنا ہوا۔ انھوں نے ایشیا کی پس ماندگی کے لیے کچھ کرنے کا ارادہ کیا اور شعر گوئی کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کرنے کا فیصلہ کیا لیکن شیخ عبدالقادر (مدیر: مخزن) نے انھیں اس ارادے سے باز رکھا۔ شیخ عبدالقادر کا کہنا ہے کہ:

''ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا کہ ان کا ارادہ مصمم ہوگیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں اور قسم کھالیں کہ شعر نہیں کہیں گے اور جو وقت شاعری میں صرف ہوتا ہے اُسے کسی اور مفید کام میں صرف کریں گے۔ میں نے انھیں کہا کہ اُن کی شاعری ایسی شاعری نہیں جسے ترک کرنا چاہیئے بلکہ اُن کے کلام میں وہ تاثیر ہے جس سے ممکن ہے کہ ہماری درماندہ قوم اور ہمارے کم نصیب ملک کے امراض کا علاج ہوسکے۔ اس لیے ایسی مفید خداداد طاقت کو بے کار کرنا درست نہ ہوگا۔''[۳]

اقبال کی زندگی کے اس دور میں اُن کی سوچ میں پختگی پیدا ہوئی۔ اُن کے خیالات میں

مشرق و مغرب کا آپس میں تعلق، قوموں کے عروج و زوال، معاشی، معاشرتی اور سیاسی ترقی اُن کے تخیل کا حصہ بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ سے واپسی پر ہی اُن کی سوچ میں ایک انقلاب برپا ہوا اور اس انقلاب کا باقاعدہ اعلان دسمبر ۱۹۰۸ء میں ''مخزن'' میں شائع ہونے والی نظم ''عبدالقادر کے نام'' کی صورت میں ان الفاظ میں نظر آتا ہے۔

اُٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا اُفقِ خاور پر
بزم سے شعلہ نوائی سے اُجالا کر دیں

ایک فریاد ہے مانندِ سپند اپنی بساط
اسی ہنگامے سے محفل تہ و بالا کر دیں[۴]

''عبدالقادر کے نام'' نظم کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی نظم ان کے شعری مستقبل کا نصب العین ثابت ہوئی۔ اس نظم میں وہ ایک داعی اور پیامبر کا انداز اختیار کیے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ مشرق جو روشنیوں کا داعی ہے، جہاں نور کا منبع ہونا چاہیے تھا وہاں تاریکی اور اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ لہٰذا اقبال اِس نظم کے لیے اپنی آئندہ کی جدوجہد کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ نظم اقبال کی آنے والی شعری عظمت کی عمارت کی خشتِ اوّل ہے۔ اب وہ محض ایک تصوراتی اقبال نہیں بلکہ عملی اقبال بن کر سامنے آئے ہیں۔ اب وہ علاقائی، قومی اور تصوراتی حدوں سے نکل کر ہمہ وطنیت اور بین الاقوامیت کی آزاد فضا میں داخل ہو رہے ہیں۔ اب اُن کی شاعری کا مقصد محض مناظر فطرت کی عکاسی اور مقامی و قومی معاملات تک موقوف ہوکر نہیں بلکہ اس کی شاعری پیغمبرانہ منصب کی حدود میں داخل ہو رہی ہے۔ اس دور کی شاعری میں بنی نوع انسان کو ایک روحانی انقلاب کی جھلک دکھائی دے رہی ہے۔ فکری ارتقا کے تناظر میں اقبال نے جب اپنے پہلے اُردو کلام کے مجموعے بانگِ درا کو ۱۹۲۴ء میں ترتیب دیا تو اس میں سے بہت سا کلام جو ابتدائی دور کا تھا متروک کر دیا۔ کلام میں ہمیں سب سے زیادہ کاٹ چھانٹ ابتدا سے لے کر ۱۹۰۵ء تک کے کلام میں ملتی ہے۔

فکری ارتقا کے جائزے کے لیے ہمیں ''کلیاتِ اقبال'' (مرتبہ: عبدالرزاق) مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اس اشاعت کی مدد سے ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بانگِ درا کی ترتیب کے وقت

اقبال نے اپنے کن خیالات کو جگہ دی اور کن کو ترک کیا۔ ان دونوں معاصر اشاعتوں سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اقبال کے کن خیالات میں تبدیلی رونما ہوئی۔

بانگِ درا کی نظموں کے متروکات سے پتا چلتا ہے کہ اقبال نے کس زمانے کے کلام کو زیادہ ترک کیا اور کس زمانے کے کلام کو زیادہ اہمیت دی کہ اُسے بانگِ درا میں شامل کرلیا جائے۔ اس لیے زمانی اعتبار سے متروکات کا جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

نام نظم	سالِ اشاعت	متروک اشعار کی تعداد
ہمالہ	اپریل ۱۹۰۱ء (مخزن)	۱۲ (بارہ)
گلِ رنگیں	مئی ۱۹۰۱ء (مخزن)	۹ (نو)
عہدِ طفلی	جولائی ۱۹۰۱ء (مخزن)	۹ (نو)
مرزا غالب	ستمبر ۱۹۰۱ء (مخزن)	۳ (تین)
ابرِ کہسار	نومبر ۱۹۰۱ء (مخزن)	۱۸ (اٹھارہ)
خفتگانِ خاک سے استفسار	فروری ۱۹۰۲ء (مخزن)	۱۸ (اٹھارہ)
شمع و پروانہ	۱۹۰۲ء (مخزن)	۴ (چار)
عقل و دل	مئی ۱۹۰۲ء (مخزن)	۲۷ (ستائیس)
آفتابِ صبح	مئی ۱۹۰۲ء (مخزن)	۶ (چھ)
صدائے درد	جون ۱۹۰۲ء (مخزن)	۲۰ (بیس)
شمع	دسمبر ۱۹۰۲ء (مخزن)	۱۰ (دس)
ایک آرزو	دسمبر ۱۹۰۲ء (مخزن)	۱۰ (دس)
سیّد کی لوحِ تربت	جنوری ۱۹۰۳ء	۲۲ (بائیس)

انسان اور بزمِ قدرت	ستمبر۱۹۰۳ء(مخزن)	۲(دو)
عشق اور موت	نومبر۱۹۰۳ء	۳(تین)
پیامِ صبح	دسمبر۱۹۰۳ء	۳(تین)
زُہدرندی	دسمبر۱۹۰۳ء	۳(تین)
موجِ دریا	دسمبر۱۹۰۴ء(دکن ریویو)	۳(تین)
ہندوستانی بچوں کا گیت	فروری ۱۹۰۵ء(مخزن)	۲(دو)
نیا شوالہ	مارچ ۱۹۰۵ء(مخزن)	۱۰(دس)
داغ	اپریل ۱۹۰۵ء(مخزن)	۴اشعار
ابر	جون ۱۹۰۵ء(زمانہ)	۱۰اشعار
التجائے مسافر	اکتوبر ۱۹۰۵ء(مخزن)	۱۷اشعار
کنارِ وادی	نومبر ۱۹۰۵ء(مخزن)	۲اشعار
پیام	فروری ۱۹۰۶ء(مخزن)	۱۵اشعار
سوامی رام تیرتھ	جنوری ۱۹۰۷ء(مخزن)	اشعر
پرندے کی فریاد	فروری ۱۹۰۷ء(مخزن)	۱۹اشعار
طلبہ علی گڑھ کے نام	جون ۱۹۰۷ء(مخزن)	۶اشعار
وصال	اگست ۱۹۰۷ء	اشعر
عاشق ہرجائی	ستمبر۱۹۰۷ء	۴اشعار
پیامِ عشق	۱۹۰۸ء	اشعر
عبدالقادر کے نام	دسمبر۱۹۰۸ء	۱۵اشعار
صقلیہ	اگست ۱۹۰۸ء	۱۲اشعار

اس کے علاوہ چند ایسی نظمیں بھی ہیں جو کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) میں موجود ہیں لیکن بانگِ درا کی ترتیب کے وقت انھیں شامل نہیں کیا گیا۔نظموں کے نام درج ذیل ہیں:

نام نظم	سالِ اشاعت/سالِ تحریر	متروک اشعار کی تعداد
فلاحِ قوم	۱۸۹۶ء	۱۲۷اشعار
نالۂ یتیم	۱۹۰۰ء(انجمن حمایتِ اسلام)	۱۰۶اشعار
خدا حافظ	مئی ۱۹۰۰ء	۱۳۸اشعار
فریادِ اُمت	مارچ ۱۹۰۳ء	۱۳۶اشعار
		۴۷۳

بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اقبال نے زیادہ تر ۱۹۰۱ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک کے کلام میں ترامیم و اضافے کیے اور ایک بے مثال ناقد ہونے کا ثبوت دیا۔ انھوں نے بانگِ درا کی ترتیب کے وقت بڑا کڑا انتخاب کیا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اُن کا شعری ذوق مولوی میر حسن کی صحبت کی وجہ سے بچپن سے ہی بلند تھا اسی لیے اُن کے ابتدائی کلام میں بھی اُردو، فارسی اور عربی الفاظ وتراکیب کی حسین آمیزش نظر آتی ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا کے متون کے تقابلی مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کو اپنے شعری سفر میں کن، کن مقامات سے گزرنا پڑا۔ ان دو ابتدائی اشاعتوں کے بغیر ہمیں یہ اندازہ نہیں ہوسکتا کہ بالِ جبریل کی پختگی، جاوید نامہ کی آفاقیت زبورِ عجم کی موسیقیت تک پہنچنے کے لیے کتنی مسافتوں کو طے کرنا پڑا۔ بانگِ درا کی معاصر اشاعت کے توسل سے ہمیں اقبال قدم قدم پر لڑکھڑاتے، سنبھلتے اور ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر یہ اشاعت محفوظ نہ رہتی تو ہمیں اُن کی زبان و بیان کی لغزشوں، مصرعوں اور اشعار کی معمولی معمولی کوتاہیوں کا اندازہ نہ ہوتا۔ اقبال کے بارے میں یہ اندازہ لگانا کہ انھوں نے اس معاصر اشاعت کو اس لیے ناپسند کیا کہ اس سے بانگِ درا کی اشاعت متاثر ہوسکتی ہے قطعی غلط ہوگا۔ اس اشاعت سے بانگِ درا کی فروخت پر کوئی اثر نہیں پڑتا چونکہ بانگِ درا خود اقبال کا ترتیب دیا ہوا مجموعہ ہے اور عام طور پر اُسی کلام کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے جو خود شاعر نے مرتب کیا ہو۔ ناپسندیدگی کی اصل وجہ یہ تھی کہ ۱۸۹۳ء سے ۱۹۲۴ء تک اقبال کی فکر کئی ارتقائی مراحل طے کرچکی تھی۔ ان کی سوچ میں بہت سے تبدیلیاں رونما ہوچکی

تھیں اس لیے وہ اس فکری مقام پر پہنچ کر وہ تمام کلام حذف کرنا چاہتے تھے جو اب اُن کی فکر سے ۱۹۲۴ء میں مناسبت نہیں رکھتا تھا۔

اقبال کو فن کی بلندیوں تک پہنچانے کے لیے اصل میں وہ مسلسل محنت ہے جو وہ اپنے کلام میں کرتے تھے۔ بانگِ درا کی ترتیب کے وقت انھوں نے آفاقیت کو مدِ نظر رکھا، ایسے تمام کلام کو بانگِ درا سے خارج کر دیا جو مقامی یا صحافتی نوعیت کا تھا۔ اسی لیے جب بانگِ درا منظرِ عام پر آئی تو اس نے تمام جغرافیائی اور مذہبی سرحدوں کو عبور کر لیا اور تمام باذوق اور باشعور افراد کے دلوں کی دھڑکن بن گئی۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) سے ہمیں اقبال کے نظریات کے ساتھ ساتھ اُن کے تنقیدی شعور کا پتا بھی چلتا ہے کہ وہ اپنے کلام کے تمام تر نظریاتی اور فنی پہلوؤں کو کس طرح دیکھتے تھے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ جتنا بڑا شاعر ہوگا اُس کا تنقیدی شعور بھی اُتنا ہی اعلیٰ ہوگا۔ بانگِ درا کی متروکات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے کلام میں فکری پہلوؤں کے ساتھ ساتھ فنی پہلوؤں کو بھی خاص اہمیت دی تاکہ کلام میں موجود پیغام کو زیادہ سے زیادہ موثر بنایا جا سکے۔ اگر کسی جگہ بھی انھوں نے فنِ شاعری سے ناواقفیت کا اظہار کیا ہو تو وہ محض اُن کی انکساری ہے۔ اقبال کے یہاں کلام کو خوب سے خوب بنانے کا عمل ہر جگہ پر نمایاں نظر آتا ہے۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ ابتدائی کلام میں فنی نزاکتوں اور لفظی آرائش کا خیال زیادہ دکھائی دیتا ہے جب کہ آخری دور کی ترامیم و اصلاحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے کفایتِ لفظی اور رمزیت کو زیادہ ترجیح دی۔

اقبال اگر اصلاحِ شعر پر زور نہ دیتے اور اتنی محنت نہ کرتے تو اُن کی شاعری میں فکر کے ساتھ شاعرانہ چاشنی ختم ہو جاتی، کلام بوجھل ہو جاتا اور محض فلسفہ باقی رہ جاتا۔ آج جو تاثیر اُن کے کلام میں موجود ہے یہ اُسی محنت اور بار بار اصلاح کا نتیجہ ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے مطالعے سے ہمیں کلام میں بہت سی ترامیم ملتی ہیں۔ اقبال کے بارے میں یہ تاثر عام ہے کہ وہ جو کچھ لکھتے تھے اس میں ترمیم نہیں کرتے تھے اور وہ اوّل و آخر انھی خیالات کو اوّلیت دیتے تھے جو ایک خاص کیفیت میں ادا ہوتے تھے۔

لیکن بانگِ درا اور اُس کی معاصر اشاعت کلیاتِ اقبال مرتبہ عبدالرزاق کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال نے اپنے کلام میں بے شمار ترامیم کیں۔ کہیں لفظوں کو بدلا تو کہیں خیالات میں تبدیلی لائی، کہیں ضرورت کے مطابق مصرعوں کی کاٹ چھانٹ کی تو کہیں اشعار کو آگے پیچھے کیا اور کہیں تو پورے پورے بند اور نظمیں حذف کر دیں لیکن یہ کاٹ چھانٹ ہمیں ۱۸۹۳ء سے ۱۹۰۸ء تک کے کلام میں زیادہ نظر آتی ہے۔

علامہ اقبال کی عوامی سطح پر ملنے والی شہرت کی پہلی کڑی اُن کی نظم ''نالۂ یتیم'' ہے لیکن بانگِ درا کی ترتیب کے وقت انھوں نے اسے حذف کر دیا کیوں کہ اس نظم میں اقبال نے پیغمبرِ اسلام کی زبانی تیموں کے لیے چندہ مانگا تھا۔ بعد میں اقبال نے اس نظم کو بانگِ درا میں شامل نہیں کیا۔ اس نظم میں اقبال کی جولانیٔ طبع کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنی آسانی سے شعر کہتے تھے۔ دیکھا جائے تو یہ نظم آمد کی بجائے ''آورد'' معلوم ہوتی ہے، وہ اس لیے کہ انھوں نے یہ نظم ایک خاص مقصد کے تحت لکھی تھی۔ اس نظم کے ۳۳ بند اور ۱۰۳ اشعار ہیں۔ یہ نظم اقبال کا پہلا عوامی تجربہ تھا اس کے ساتھ اُن کی تخلیقی صلاحیتیں عروج پر تھیں۔ جس پلیٹ فارم پر انھوں نے یہ نظم پڑھی تھی وہاں نہ صرف لاہور کے عوام وخواص بلکہ بیرونِ لاہور کے گرامی القدر مہمانان اور بزرگانِ قوم شریک تھے۔

''نالۂ یتیم'' کو موثر بنانے کے لیے اقبال نے زیادہ سے زیادہ شاعرانہ خصوصیات کو مدِنظر رکھا۔ اس کے علاوہ بلند آہنگ اور فارسی تراکیب سے کام لیا مگر انھیں بلا ضرورت تراکیب اور بے محل اضافتوں کے استعمال سے اس نظم کا حسن ماند پڑ گیا، معنی کا پلّہ ہلکا رہ گیا اور اضافتیں اور تراکیب ہر جگہ نمایاں رہ گئیں۔

مندرجہ ذیل بند میں اضافتوں اور تراکیب کی بہتات کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

خارِ حسرت غیرتِ نوکِ سناں ہونے لگا
یوسفِ غم زینتِ بازارِ جاں ہونے لگا
دل مرا شرمندۂ ضبطِ فغاں ہونے لگا
نالۂ دل روشناسِ آسماں ہونے لگا

کیوں نہ وہ نغمہ صدائے رشک صد فریاد ہو
جو سرودِ عندلیب گلشن برباد ہو[۵]

مندرجہ بالا اشعار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تراکیب کی بھرمار کی وجہ سے شعریت مفقود ہو کر رہ گئی ہے۔ ''نالۂ یتیم'' کے ابتدائی چودہ بندوں میں قبال نے یتیم کی بدبختی اور لاچارگی کا مبالغہ آمیز پیرائے میں ذکر کیا ہے لیکن جب وہ ''یتیم ہاشمی'' کے آستانے پر پہنچتا ہے تو تمام تکلّفات کے پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ نظم کو موثر بنانے کے لیے شاعر نے قوم کو یتیموں کے حالِ زار کی طرف توجہ دلائی ہے اور یتیم ہاشمی کا واسطہ دیا ہے۔ پھر نظم کے آخری دو بندوں میں اقبال نے خود آنحضرتؐ کی زبانی قوم کو پیغام سنایا ہے۔ یہ نظم کا منتہیٰ کمال ہے۔ یہ نظم انجمن حمایتِ اسلام کے جلسے میں پڑھی گئی جس کا مقصد یتیموں کے لیے چندہ اکٹھا کرنا تھا۔ اس میں اقبال نے آنحضرتؐ کی زبانی یہ اشعار کہلوا کر دلوں کو گرمانے کا بھرپور اہتمام کیا:

یہ دُعا میدانِ محشر میں بڑی کام آئے گی
شاید شانِ کریمی سے گلے ملوائے گی
آتشِ عشق الٰہی سے تمہیں گرمائے گی
جو نہ موسیٰ نے بھی دیکھا تھا تمہیں دکھلائے گی

جس طرح مجھ کو شہیدِ کربلا سے پیار ہے
حق تعالیٰ کو یتیموں کی دُعا سے پیار ہے[۶]

اس نظم کے طویل ہونے کی وجہ سے اس میں کچھ فنی خامیاں بھی پیدا ہوئیں۔ اس میں شاعر کا قوتِ خیال ایک ہی کیفیت کے اظہار کے لیے نئے نئے پیرائے بیان تراشنے میں صرف ہوا۔ بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں غزل کی طرح بے ربطی کا احساس ہوتا ہے یعنی بعض خیالات کا نظم کے مرکزی خیال سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ مثلاً اس بند سے یہ تاثر نمایاں ہوتا ہے کہ اس کا یتیم کی فریاد سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ بند ملاحظہ ہو:

دوپہر کی آگ میں وقتِ درد دہقاں پر
ہے پسینے سے نمایاں مہر تاباں کا اثر

جھلکیاں اُمید کی آتی ہیں چہرے پر نظر
کاٹ لیتا ہے مگر جس وقت محنت کا ثمر

یا محمدؐ کہہ کے اُٹھتا ہے وہ اپنے کام سے
ہائے کیا تسکین اسے ملتی ہے تیرے نام سے[۲]

اس بے ربطی نے نظم کے مجموعی تاثر کو مجروح کیا ہے۔ ۱۹۲۴ء تک اقبال کی فکرونظر میں نمایاں تبدیلی واقع ہو چکی تھی۔ وہ اپنے کلام کے خود بہت بڑے ناقد بن چکے تھے اِسی وجہ سے جب انھوں نے بانگِ درا کو مرتب کیا تو بہت کڑا انتخاب کیا اور ہر جگہ اس بات کو ملحوظ رکھا کہ مقامیت کی جگہ آفاقیت کو اوّلیت دی جائے۔ لہٰذا ''نالۂ یتیم'' کے موضوع کو اپنے انتخاب کے شایانِ شان نہیں سمجھا اور پوری نظم کو انتخاب سے خارج کر دیا۔ اسی طرح اس نظم سے ملتے جلتے دوسرے عنوانات کے تحت لکھی گئی نظموں کو بھی حذف کر دیا جن میں ''دردِ دل'' یا ''یتیم کا خطاب ہلالِ عید سے'' متروک نظموں میں سے سب سے طویل نظم ہے۔ فنی اعتبار سے یہ نظم ''نالۂ یتیم'' سے بہت بہتر ہے۔ جس طرح ''نالۂ یتیم'' میں قوم کو یتیم خانہ انجمن حمایتِ اسلام کے لیے مالی امداد کی ترغیب دلائی تھی۔ اسی طرح اس نظم میں بھی اسی مقصد کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اقبال نے اس نظم میں بھی نہایت اثر انگیز پیرایۂ اظہار ملحوظ رکھا ہے۔ ہمارے مذہبی تہواروں میں عید کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس تہوار کا جوش و جذبہ ہلالِ عید کے نظر آنے پر ہے، عید کا چاند نظر آتے ہی مسلمان گھرانوں میں خوشیوں کا سمندر اُمڈ آتا ہے، ہر چہرہ شادماں نظر آتا ہے۔ خاص کر یہ چاند بچوں کے لیے ایک جشن کی سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے لیکن یہ وہ موقع ہوتا ہے جب یتیم بچے کے دل میں یتیمی کا احساس پہلے سے زیادہ اُجاگر ہوتا ہے۔ یتیم کی زندگی کے اس المیے کو زیادہ الم ناک بنا کر پیش کرنے کا اس سے بڑھ کر کوئی اور موقع نہیں ہوسکتا۔ شاعر نے اس نظم میں یتیم کو خود ہلالِ عید سے مخاطب کر کے اپنے احساسات اور تاثرات بیان کرائے ہیں۔ یہ ایک منظوم آپ بیتی ہے جسے خود یتیم بیان کر رہا ہے:

کیا ہنسی ضبط کی اُڑاتے ہیں
اشک آ آ کے چھیڑ جاتے ہیں

اِک بہانہ ہلالِ عید کا ہے
قوم کو حالِ دل سناتے ہیں

دیکھ اے زندگی مرے آنسو
یہ ترے نقش کو مٹاتے ہیں

ہاں بتا اے فلک کہ طفلی میں
درد کو کس طرح چھپاتے ہیں

خاک راہِ فنا میں اُڑتی ہے
منہ کفن میں چھپائے جاتے ہیں

وہ بھی ہوتے ہیں اے خدا کوئی
جو مصیبت کو بھول جاتے ہیں

اس طرح کی ہے داستان اپنی
ہے عیاں جس قدر چھپاتے ہیں

ہم نہ بولیں تو خامشی کہہ دے
یہ قیامت کے دُکھ اُٹھاتے ہیں

آبرو بڑھ گئی خموشی کی
یہ زباں بن گئی یتیمی کی[۸]

عید کا چاند سب کے لیے خوشیوں کا پیغام لیکن یتیموں کے لیے اضطراب کا پیغام لے کر آتا ہے۔ کسی نے ہلالِ عید کو محبوب کی حسیں کلائی کی ٹوٹی ہوئی چوڑی کہا ہے تو کسی نے اسے اسلامی سطوت کا نشان قرار دیا ہے لیکن اقبال نے اسے یتیم کے منہ سے ایک ایسا تیر قرار دیا ہے جو جگر کے آر پار ہو جاتا ہے۔ ہلالِ عید جو ساری دنیا کے لیے خوشی کی علامت ہے وہ ایک یتیم کے لیے کیا وقعت رکھتا ہے۔ ذرا ملاحظہ کیجیے:

عید کا چاند آشکار ہوا   تیر غم کا جگر کے پار ہوا[۹]

''نالۂ یتیم'' کے مقابلے میں مجموعی طور پر اس نظم کو فوقیت حاصل ہے لیکن بے جا طوالت،

بے شمار بھرتی کے اشعار اور تراکیب کی بھرمار نے اس نظم کے حسن کو مجروح کیا ہے۔ اس کے باوجود ہر بند میں چند ایک ایسے اشعار موجود ہیں جن میں نشتریت پائی جاتی ہے۔ مثلاً:

کس غصب کے نصیب ہیں اپنے
روتے آئے تھے روتے جائیں گے

عید آئی ہے اے لباس کہن
اب ترے چاک پھر سلائیں گے[۱]

''نالۂ یتیم'' اور ''ایک یتیم کا خطاب ہلالِ عید سے'' بالترتیب ۱۹۰۰ء اور ۱۹۰۱ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے پلیٹ فارم پر پڑھی گئیں۔ انجمن حمایتِ اسلام کے بنیادی مقاصد میں مسلمانوں کے مذہبی، اخلاقی، تعلیمی اور معاشرتی معاملات کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ مسلمان طلباء کی تعلیمی ترقی، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کرنا بھی شامل تھا۔ اس لیے ان دونوں نظموں کے عنوانات میں کافی حد تک یکسانیت ہے۔ دونوں نظموں میں فکری وفنی جھول کے ساتھ ساتھ موضوعات بھی ایک خاص وقت سے تعلق رکھتے ہیں۔ عنوانات اور خیالات میں مقامیت کا اثر غالب ہے۔ یہ نظمیں خاص مشن کے تحت لکھی گئی تھیں اس لیے آمد کی بجائے آورد کا غلبہ ہر جگہ نمایاں ہے۔ بانگِ درا کی ترتیب کے وقت یہ دو نظمیں اقبال کے معیار پر پورا نہیں اُتریں اس لیے انھیں متروک کر دیا۔

طویل متروکہ نظموں میں ''فریاد''، ''اُمت'' یا ''ابرِ گہربار'' کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ نظم ایک سو انتالیس اشعار پر مشتمل ہے۔ بانگِ درا کی ترتیب کے وقت صرف اس کا تیسرا بند نظم ''دل'' کے عنوان کے تحت شامل کیا گیا ہے اور باقی تمام نظم کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ نظم ۱۹۰۳ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے اٹھارویں اجلاس میں پڑھی گئی تھی۔ نظم کے مطالعہ سے احساس ہوتا ہے کہ یہ نظم کی بجائے غزل کے زیادہ قریب ہے۔ اس کے اشعار میں عاشقانہ رنگِ تغزل کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ اس کے بعد اشعار تو ضرب المثل کی حیثیت سے ہر خاص وعام کی زبان پر ہیں۔ مثلاً

ضبط کی جا کے سنا اور کسی کو ناصح
اشک بڑھ بڑھ کے یہ کہتا ہے کہ طوفاں ہوں میں

ہوں وہ مضمون کہ مشکل ہے سمجھنا میرا
کوئی مائل ہو سمجھنے پہ تو آساں ہوں میں

رند کہتا ہے ولی مجھ کو ولی رند مجھے
سن کے ان دونوں کی تقریر کو حیراں ہوں میں

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

کوئی کہتا ہے کہ اقبال ہے صوفی مشرب
کوئی سمجھا ہے کہ شیدائے حسیناں ہوں میں[۱۱]

مندرجہ ذیل اشعار پر بھی غزلیہ اشعار کا گماں ہوتا ہے: ؎

آسماں مجھ کو بجھا دے جو فروزاں ہوں میں
صورتِ شمع سرِ گور غریباں ہوں میں

دیکھنا تو میری صورت پہ نہ جانا گل چیں
دیکھنے کو صفتِ نو گل خنداں ہوں میں

کنجِ عزلت سے مجھے عشق نے کھینچا آخر
یہ وہی چیز ہے جس چیز سے نازاں ہوں میں[۱۲]

یہ نظم تین حصوں پر مشتمل ہے۔ شروع کے چار بندوں میں عارفانہ اور عاشقانہ سوز و مستی پائی جاتی ہے جن میں خودنمائی کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ دوسرے بند کے آخری چھ اشعار میں اقبال نے اپنی ذات کو موضوع بنایا ہے۔ تیسرا بند اقبال نے بانگِ درا میں نظم ''دل'' کے عنوان کے تحت شامل کیا ہے۔ پانچویں بند سے لے کر آٹھویں بند تک نعتیہ انداز ملتا ہے لیکن انداز غزل کا ہے۔ نویں بند سے بارہویں بند تک شاعر نے اُمت کی طرف سے فریاد کی ہے۔

چوتھے بند کو اس لیے شامل کیا گیا ہے کیوں کہ اس بند میں نظم کا معنوی ربط و تسلسل موجود ہے جب کہ باقی بند اس ربط سے محروم ہیں۔ تغزل سے بھرپور زبان و بیان کی غلطیوں سے پاک یہ نظم ابتدائی دور کی نظموں سے تو بہتر ہے لیکن معنوی ربط و تسلسل کے فقدان نے اس میں نقص

پیدا کردیا ہے۔ نظم کے مطالعہ سے یہ احساس ہوتا ہے کہ بہت سی غزلوں کو یک جا کر کے انھیں ایک نظم کا عنوان دیا گیا ہے جن میں قوافی کے ساتھ ساتھ ردیفوں کا التزام بھی موجود ہے۔ ربط وتسلسل کے فقدان کی وجہ سے اقبال نے اس نظم کو بانگِ درا میں جگہ نہیں دی۔

ابتدائی طویل نظموں میں ''تصویرِ درد'' اپریل ۱۹۰۴ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے انیسویں سالانہ جلسے میں پڑھی گئی تھی۔ اس نظم میں فکروفن کی پختگی نمایاں نظر آتی ہے۔ اس نظم کا ابتدائی متن کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے۔ اس نظم کے دس بند جن میں اشعار کی تعداد ایک سو اٹھائیس ہے۔ بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اس کے دو بند (تیسرا اور ساتواں) مکمل طور پر حذف کردیے گئے ہیں۔ اس نظم سے باسٹھ (۶۲) اشعار متروک کیے گئے۔ اس نظم کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے اشعار میں اگرچہ تغزل موجود ہے لیکن اس کے باوجود اس نظم کے مختلف اجزاء میں داخلی ربط موجود ہے۔

''تصویرِ درد'' میں اقبال کے فکری ارتقا کا احساس ہوتا ہے کہ وہ اب قوم کو ایک انقلابی پیغام دے رہے ہیں۔ پہلے بند میں انھوں نے اپنے درد وغم کا ذکر کیا ہے اور اپنے رونے کو گلستان کا رونا قرار دیا ہے:

مرا رونا نہیں رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گل ہوں میں خزاں ہر گل کی ہے گویا خزاں میری[۱۳]

''تصویرِ درد'' کا پانچواں بند اقبال کے اُس عزم کا آئینہ دار ہے جو وہ لے کر میدانِ عمل میں اُترے ہیں۔ اس بند میں اقبال کی بھرپور انانیت جلوہ گر ہے۔ نظم کے اس بند میں انھوں نے وہ کہا ہے جو وہ مستقبل میں کرنا چاہتے ہیں۔ اس بند میں ہندوستان سے وفا کا دعویٰ بھی ہے اور اپنی زندگی کو ملک ملت پر قربان کردینے کا عزم بھی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

تعصب نے مری خاکِ وطن میں گھر بنایا ہے
وہ طوفاں ہوں کہ میں اس گھر کو ویراں کر کے چھوڑوں گا
اگر آپس میں لڑنا آج کل کی ہے مسلمانی
مسلمانوں کو آخر نامسلماں کر کے چھوڑوں گا[۱۴]

ابتدائی دور کی نظموں میں سے اسے فنی اعتبار سے ایک بہترین نظم کہا جا سکتا ہے لیکن تغزل کے عنصر نے اس کے نظمیہ حسن کو ماند کر کے رکھ دیا ہے۔ مثلاً:

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
اُٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری[۱۵]

نظم کے ان اشعار میں اقبال نے لالے، نرگس کو اپنے کلیجہ کی علامت قرار دے کر اپنی داستانِ الم پورے چمن میں بکھیر دی ہے۔ حقیقت میں یہ انداز نظم کا نہیں بلکہ غزل کا ہے جو اس نظم کے مجموعی حسن کو متاثر کرتا ہے۔ اقبال نے اس نظم سے زیادہ تر وہ اشعار حذف کیے ہیں جن میں تغزل کا عنصر نمایاں تھا۔ کاٹ چھانٹ کے بعد انھی اشعار کو انتخاب میں جگہ دی جو اُس وقت اُن کی فکر سے ہم آہنگ تھے۔

۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۵ء تک لکھی جانے والی نظموں میں سے ''ہمالہ''، ''مرزا غالب''، ''ابرِ کہسار''، ''عقل و دل''، ''ایک آرزو''، ''دردِ عشق''، ''انسان اور بزمِ قدرت''، ''عشق اور موت''، ''شاعر'' اور ''دل'' ہی ایسی نظمیں ہیں جو بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اقبال کے معیار پر پورا اُتر سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر ثانی کے وقت اُن کے فکر و فن میں پختگی آ چکی تھی۔ اب اُن کے سامنے شاعری پیامبری کے منصب پر فائز دکھائی دیتی ہے۔

ابتدائی دور کی جن نظموں کو اقبال نے بانگِ درا میں شامل کیا اُن میں بھی بے شمار ترامیم و اضافے کیے۔ اگر اُن کی مشہور نظم جسے بانگِ درا میں ابتدائی نظم ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ''ہمالہ'' کا جائزہ لیا جائے تو اُس کا ابتدائی متن جو ط (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل ہے۔ اُس میں بھی بہت سے ترامیم و اضافے ملتے ہیں۔ بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اس کے صرف آٹھ بند شامل کیے گئے ہیں جب کہ اس کے ابتدائی تین بند جن کے اشعار کی تعداد بارہ ہے اُن کو شامل نہیں کیا گیا۔ بارہ اشعار کو حذف کرنے سے نظم کی فنی ساخت میں کافی بہتری آئی ہے۔ ان اشعار کو اگر نظم میں شامل کر لیا جاتا تو اس کا مجموعی تاثر بگڑ جاتا ہے۔ اس نظم

کے پہلے بند کا دوسرا شعر جو اس طرح سے ہے:

تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں[۱۶]

ترمیم سے پہلے اس طرح سے تھا:

تجھ پہ کچھ ظاہر نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے دورۂ شام و سحر کے درمیاں[۱۷]

دیکھا جائے تو ''دورۂ شام وسحر'' کی جگہ ''گردشِ شام وسحر'' کی ترکیب لانے سے شعر کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔ اسی طرح اس بند کے ٹیپ کے شعر میں بھی خوب صورت تبدیلی کی گئی۔ اس بند کی ٹیپ کا شعر پہلے اس طرح سے تھا:

تیری ہستی پر نہیں بادِ تغیر کا اثر
خندہ زن ہے تیری شوکت گردشِ ایام پر[۱۸]

بعد میں اس طرح تبدیل کیا:

ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے
تو تجلی ہے سراپا چشمِ بینا کے لیے[۱۹]

دیکھا جائے تو پہلے ٹیپ کے شعر کو حذف کر کے اس شعر کو لانے سے ایک مکمل ربط پیدا ہوگیا ہے۔ اب بند پہلے سے زیادہ بامعنی اور خوب صورت ہوگیا ہے۔

''کوہستانِ ہمالہ'' سے ''ہمالہ'' بنانے کے لیے اقبال نے اس نظم کے پانچویں بند میں بھی تبدیلیاں کی ہیں۔ پہلے پانچواں بند اس طرح سے تھا:

جنبشِ موجِ نسیم صبح گہوارہ بنی
جھومتی ہے کیا مزے لے لے کے ہر گل کی کلی
یوں زبانِ برگ سے کہتی ہے اس کی خامشی
دستِ گل چیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی

کہہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا
کنجِ خلوت خانۂ قدرت ہے کاشانہ مرا[۲۰]

بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اس بند کو یوں تبدیل کیا گیا: ؎

جنبشِ موجِ نسیم صبح گہوارہ بنی
جھومتی نشۂ ہستی میں ہر گُل کی کلی
یوں زبانِ برگ سے گویا ہے اُس کی خامشی
دستِ گل چیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی
کہہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا
کنجِ خلوت خانۂ قدرت سے کاشانہ مرا[۲۱]

دوسرے مصرعے میں ''مزے لے'' کی جگہ ''نشۂ ہستی'' تبدیل کیا گیا ہے۔ دیکھا جائے تو یہ تبدیلی مثبت ہے۔ اس کی جگہ نشۂ ہستیکی ترکیب نے شعر میں ایک سرمستی کی سی کیفیت پیدا کردی ہے۔ اسی طرح اس کے تیسرے مصرعے میں بھی ایسی ہی تبدیلی کی گئی ہے:

''یوں زبانِ برگ سے کہتی ہے اس کی خامشی''

کی جگہ:

''یوں زبانِ برگ سے گویا ہے اُس کی خامشی''

کرنے سے مصرعے کی خوب صورتی میں اضافہ ہوا ہے۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں ایک نظم ''ایثارِ صدیق'' کے عنوان سے شامل ہے جب کہ یہی نظم بانگِ درا میں ''صدیق'' کے عنوان سے موجود ہے۔ عنوان کی تبدیلی سے اس نظم کے موضوع میں وسعت پیدا ہوگئی ہے ورنہ یہ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شخصیت کے ایک پہلو ایثار کو ہی اُجاگر کرتی ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) اور بانگِ درا میں اس کے اشعار کی تعداد تیرہ (۱۳) ہے مگر بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اس کے متن میں چند تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

مثلاً یہ شعر پہلے اس طرح سے تھا: ؎

اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آ گیا
شاہد ہے جس کی مہر و وفا پر حرا کی غار[۲۲]

لیکن بعد میں اس شعر کو اس طرح تبدیل کر دیا گیا:

اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار[۲۳]

اس تبدیلی سے شعر میں صرف ایک پہلو کو اجاگر کرنے کی بجائے پوری شخصیت سامنے آ گئی ہے اور ''بنائے عشق و محبت'' کی ترکیب نے شعر میں روانی اور حسن بھی پیدا کر دیا ہے۔اس نظم کے آخری شعر میں بھی تبدیلی کی گئی ہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں یہ شعر اس طرح سے درج ہے:

پروانوں کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس[۲۴]

بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اس شعر میں بھی تبدیلی لائی گئی اور اس شعر کو یوں تبدیل کر دیا:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس[۲۵]

شعر میں تبدیلی سے روانی اور موسیقیت میں اضافہ ہوا ہے ورنہ ''عنادل'' بہت سنگلاخ لگ رہا تھا۔

نظم ''مرزا غالب'' میں بھی اقبال نے لفظی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ فکری تبدیلیاں بھی کی ہیں۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ:عبدالرزاق) میں اس کا عنوان ''غالب'' ہے جب کہ بانگِ درا میں غالب کے ساتھ مرزا لگا دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد ''مرزا اسد اللہ خان غالب'' ہیں۔ ورنہ خالی غالب سے ابلاغ پیدا نہیں ہوتا کہ غالب کیا چیز ہے؟

اقبال نے اس نظم کے جن اشعار میں تبدیلی کی اُس کا پہلا شعر ملاحظہ کیجیے:

فکرِ انساں کو تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مرغِ تصور کی رسائی تا کجا[۲۶]

جب کہ اب یہ بانگِ درا میں اس طرح سے موجود ہے:

فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا[۲۷]

اِس شعر میں ''کو'' کی جگہ ''پر'' لا کر اقبال نے اپنی اعلیٰ تنقیدی بصیرت کا ثبوت دیا۔ ان شعری باریکیوں سے اُن کے تنقیدی شعور کا ادراک ہوتا ہے کہ وہ بانگِ درا کی ترتیب کے وقت فکری شعور کے ساتھ ساتھ فنی شعور کی بلندیوں پر فائز تھے۔ نظم ''مرزا غالب'' کے پہلے بند کا ایک اور شعر جس کا پہلا مصرعہ انتہائی ڈھیلا ڈھالا تھا لیکن بعد میں ترمیم کر کے بہتر کر دیا گیا:

روح تھا تو اور تھی بزمِ سخن پیکر ترا
زیب محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا[۲۸]

بعد میں شعر کو اس طرح تبدیل کر دیا گیا:

تھا سراپا روح، تو بزمِ سخن پیکر ترا
زیبِ محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا[۲۹]

اِس تبدیلی سے شعر میں ایک جان سی آ گئی اور موسیقیت میں بھی اضافہ ہو گیا۔ ان تبدیلیوں کے باوجود اقبال نے اس نظم کے تین اشعار حذف کر دیے۔ اس نظم کے دوسرے بند کا شعر اقبال نے تضمین کیا تھا لیکن یہ تضمین اتنی پر اثر نہیں تھی حالانکہ اقبال کا فنِ تضمین اتنا پختہ ہے کہ جب وہ کسی شعر کو تضمین کرتے ہیں تو شاعر پس منظر میں چلا جاتا ہے اور اقبال شاعر کے منہ سے شعر ہمیشہ کے لیے چھین لیتے ہیں لیکن اس نظم میں تضمین کافی کمزور رہی۔ اس لیے ٹیپ کے اس شعر کو مکمل طور پر تبدیل کر کے اقبال نے ایک بڑا نقاد ہونے کا ثبوت دیا۔ ٹیپ کا شعر یہ تھا:

نقش فریادی ہے تیری شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا[۳۰]

بانگِ درا میں اس کو تبدیل کر کے یوں لکھ دیا گیا:

زندگی مضمر ہے تیری شوخیِ تحریر میں
تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں[۳۱]

''خفتگانِ خاک سے استفسار'' ۱۹۰۲ء میں پہلی بار ''مخزن'' میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم

کے ابتدائی متن میں بھی بہت سی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اس کے تین بندوں میں سے کئی اشعار حذف کر دیے گئے۔ تب اقبال کو اطمینان ہوا اور اس نظم کو بانگِ درا کا حصہ بنایا۔ اس نظم کے ابتدائی متن میں یہ اشعار بھی شامل تھے جن کو بعد میں نکال دیا گیا:

کھیت سے آتا ہے دہقاں منہ میں کچھ گاتا ہوا
پائے آلودہ گرد دیتے ہیں مسافت کا پتہ
کام دھندا ہو چکا اب نیند ہے آرام ہے
ہائے وہ آغازِ محبت جس کا یہ انجام ہے[۳۲]

دوسرے بند سے یہ اشعار نکال دیے گئے ہیں:

اے عدم کے رہنے والو تم جو یوں خاموش ہو
مے وہ کیسی ہے؟ نشے میں جس کے تم مدہوش ہو
وہ ولایت بھی ہمارے دیس کی صورت ہے کیا
شب وہاں کی کیا ہے صبح و شام کی رنگت ہے کیا[۳۳]

اس طرح کے زیادہ تر شعر حذف کر کے اقبال نے اس نظم کو اس قابل بنایا کہ وہ بانگِ درا کا حصہ بن سکے۔ یقیناً ان اشعار کے حذف ہو جانے سے نظم میں دل کشی پیدا ہوئی ہے۔ خاص بات یہ کہ بہت سے اشعار حذف کر کے اور مختلف ترامیم کے باوجود نظم کے مرکزی خیال پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اس نظم کا مرکزی خیال اقبال نے اس شعر میں بیان کیا ہے:

تم بتا دو راز جو اس گنبدِ گردوں میں ہے
موت ایک چبھتا ہوا کانٹا دلِ انساں میں ہے[۳۴]

اقبال نے اس نظم سے ایسے وہ تمام اشعار حذف کر دیے جن میں جز وقتی خیالات یا مقامیت کا عنصر تھا۔ اس نظم کے کل تینتیس اشعار تھے جن میں سے چھبیس کو بانگِ درا میں شامل کیا گیا ہے۔

''التجائے مسافر'' اقبال نے یورپ روانگی کے وقت دِلّی میں خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ پر کہی تھی۔ اس نظم میں سے بھی بہت سے اشعار کو حذف کیا گیا ہے۔ محذوف اشعار میں

بظاہر کوئی خامی تو نظر نہیں آتی مگر ایسے اشعار کو نکال دیا گیا ہے جن میں تکرار تھی۔ مثلاً:

خروشِ میکدہ شوق ہے ترے دم سے
طلب ہو خضر کو جس کی وہ جام ہے تیرا
رہوں میں خادمِ خلق خدا جیوں جب تک
نہیں ہے آرزوئے عمر جاوداں مجھ کو[۳۵]

ایسے اشعار کو بھی حذف کر دیا گیا جن میں مقامی رنگ نمایاں تھا جو بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اقبال کی سوچ سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔

اقبال نے اپنی شہرہ آفاق نظم ''جواب شکوہ'' میں بھی بہت سی ترامیم کی ہیں بلکہ بعض جگہوں پر اشعار کی ترتیب تبدیل کر دی گئی ہے۔ اِن ترامیم و اضافوں سے نظم کے مجموعی حسن میں اضافہ ہوگیاہے۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں اس نظم کے ایک سو تئیس (۱۲۳) اشعار شامل ہیں جب کہ بانگِ درا میں صرف ایک سو آٹھ اشعار کو شامل کیا گیا ہے۔ جن اشعار کو تبدیل کیا گیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

آئی آواز غم انگیز ہے افسانہ ترا
مے فریاد ہے معمور ہے پیمانہ ترا[۳۶]

بانگِ درا میں اس طرح سے شامل ہے:

آئی آواز غم انگیز ہے افسانہ ترا
اشکِ بے تاب سے لبریز ہے پیمانہ ترا[۳۷]

دوسرے مصرعے میں ''مے فریاد'' کی جگہ ''اشکِ بے تاب'' کی ترکیب آنے سے معنوی اعتبار سے شعر میں حسن پیدا ہوا ہے ورنہ ''مے فریاد'' کی ترکیب مہمل سی لگتی ہے۔ اقبال کا تنقیدی شعور اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ انھیں اپنے کلام میں جہاں کہیں کسی بھی اعتبار سے کوئی خامی نظر آئی اُس کو دور کیا۔ اسی وجہ سے بانگِ درا جب منظرِ عام پر آئی تو ہر خاص و عام حلقے میں مقبول ہوئی۔

بانگِ درا اور اس کی معاصر اشاعت (کلیاتِ اقبال مرتبہ: عبدالرزاق) کے متون کے تقابلی مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے بانگِ درا میں جو غزلیات شامل کیں اُن

میں بھی خاصی کاٹ چھانٹ کی ہے، جوغزلیات ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ نظموں کی طرح غزلیات میں بھی ارتقا دکھائی دیتا ہے۔ متروکہ غزلیات میں زیادہ تر وہ غزلیں شامل ہیں جو اقبال نے بطورِ شوق ''طرحی مصرعے'' کے تحت یا فرمائش کے طور پر لکھی تھیں۔

ابتدائی غزلیات میں داغ دہلوی کے رنگ میں معاملہ بندی کے اشعار ملتے ہیں۔ اقبال نے ایسے تمام اشعار حذف کر دیے جن میں خلوص کی جگہ تصنع اور مضمون بندی کی کوشش نمایاں تھی۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل سولہ اشعار کی غزل جس کا پہلا مصرعہ:

''نگاہِ عاشق کو دیکھ لیتی ہے پردہ میم کو اُٹھا کر''

ہے۔ یہ غزل بانگِ درا میں شامل نہیں کی گئی: ؂

کرے کوئی کیا کہ تاڑ لیتی ہے لاکھ پردوں میں شفاعت
رکھے تھے ہم نے گناہ اپنے ترے غضب سے چھپا چھپا کر
ہنسی بھی کچھ کچھ نکل رہی ہے مجھے بھی محشر میں تاکتی ہے
کہیں شفاعت نہ لے گئی ہو مری کتابِ عمل اُٹھا کر[۳۸]

ان اشعار میں جہاں روایتی خیالات کو پیش کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ ''تاڑ لیتی ہے'' اور ''تاکتی ہے'' جیسے الفاظ بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اُن کے شایانِ شان نہیں رہے تھے چنانچہ اس پوری غزل کو بانگِ درا میں شامل نہیں کیا گیا۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو: ؂

بیابانوں میں اے دل اہلِ درد کی جستجو کیسی
کریں جو پیار انساں سے وہی اللہ والے ہیں[۳۹]

حقیقت یہ ہے کہ یہ غزلیات روایتی دردمندی اور عشق مستی کے جذبات سے بھرپور تھیں اس لیے اقبال نے انھیں قابل التفات نہ سمجھا اور ان کو بانگِ درا کے انتخاب میں شامل نہیں کیا۔

ابتدائی دور کی غزلوں میں نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں جن کو اقبال نے بانگِ درا میں شامل نہیں کیا۔ اقبال کے فکر وفن میں محبت کے ارتقائی مراحل بھی بڑے واضح ہیں۔ اگر چہ اُن کی غزل کے رومانی تجربات میں جنسی تشنگی کا احساس بھی کارفرما نظر آتا ہے لیکن یہ احساس اخلاقی حدود وقیود کے دائرے میں نظر آتا ہے۔ اس احساس کا یہ نتیجہ سامنے آیا کہ وہ صرف اور

صرف جنسی کیفیات میں ڈوب کر نہیں رہ گئے بلکہ ایک مسافر کی طرح ایک دل کش سفر کے تمام تر نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے قدم بہ قدم آگے بڑھتے نظر آتے ہیں۔ نعتیہ اشعار میں سے انھوں نے وہ اشعار متروک کیے جن میں عامیانہ الفاظ کی آمیزش تھی اور اُس وقت اُن کی سوچ سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ مثلاً ان اشعار کو ملاحظہ کیجیے:

نگاہِ عاشق کو تاڑ لیتی ہے پردہ میم کو اُٹھا کر
وہ بزمِ یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ چھپا چھپا کر
شہید عشقِ نبی کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے زندہ باشی ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر
شہیدِ عشقِ نبی ہوں میری لحد میں شمع جلے گی
اُٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغِ خورشید سے جلا کر[۴۹]

ان اشعار میں دیکھا جائے تو ''تاڑ لیتی ہے''، ''زندہ باشی'' وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جو اقبال کے شایانِ شان نہیں اس لیے انھوں نے ان اشعار کو ہی بانگِ درا میں جگہ نہیں دی۔

اقبال اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں غالب اور حالی کی شاعری سے بھی متاثر نظر آتے ہیں لیکن یہ سلسلہ ایک جگہ جامد نظر نہیں آتا بلکہ انھوں نے اپنی فکری منزل کی جستجو اور اپنی ذات کی تلاش کو بھی اپنے ساتھ رکھا لیکن جلد ہی یہ احساس ہوا اور بانگِ درا کی اشاعت کے وقت وہ کلام بھی متروک کر دیا جس میں رسمی، جز وقتی یا تقلیدی خیالات کی ذرا بھی آمیزش تھی۔

کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) میں شامل پانچ اشعار پر مشتمل یہ غزل مکمل طور پر متروک کر دی اس کو بانگِ درا میں شامل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس ردیف و قافیہ میں مولانا الطاف حسین حالی کی مشہور غزل ہے۔ اقبال نے تقلید کی اس روش کو ترک کر کے بانگِ درا میں اس غزل کا کوئی شعر شامل نہیں کیا۔ غزل کے اشعار یہ ہیں:

ہو شگفتہ ترے دم سے چمنِ دہر کی صورت
سیر اس باغ کی کر بادِ سحر کی صورت

نام روشن تو رہے عمر ہو گو برقِ خرام
زندگی چاہیے دنیا میں شرر کی صورت

یہ تو بتلا دے موذّن کہ تری آنکھوں سے
کیا مروّت بھی گئی خوابِ سحر کی صورت

جوشِ زَن بحر محبت تھا مگر دل اپنا
صاف نکلا نگہِ دیدۂ تر کی صورت

لطف جب آتا ہے اقبال سخن گوئی کا
شعر نکلے صدفِ دل سے گہر کی صورت[۴۱]

اسی ردیف میں حالی کی یہ غزل ملاحظہ ہو:

اس کے جاتے ہی یہ کیا ہوگئی گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ دَر کی صورت

کس سے پیمانِ وفا باندھ رہی ہے بلبل
کل نہ پہچان سکے گی گلِ تر کی صورت

ہے غم روز جدائی نہ نشاط شب وصل
ہو گئی اور ہی کچھ شام و سحر کی صورت

یوں تو آیا ہے تباہی میں یہ بیڑا سو بار
پر ڈراؤنی ہے بہت آج بھنور کی صورت[۴۲]

اقبال نے اس غزل کے کسی شعر کو بانگِ درا میں شامل نہیں کیا کیوں کہ اب اُن کا مسلک تقلید نہیں بلکہ جداگانہ راہوں کا انتخاب اور اپنی ذات کا انکشاف تھا۔ چنانچہ اسی لیے وہ خود تقلید کی روش کو خودکشی سے تعبیر کرتے ہیں:

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے[۴۳]

الغرض کہ متروکات کی روشنی میں اقبال کی فکر میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی واقع

ہوئی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ جب وہ ہندوستان میں تھے تو اُن کے سامنے مسائل کی نوعیت کچھ اور تھی۔ انگلستان جانے کے بعد اُن کے خیالات میں وسعت پیدا ہوئی، وہاں اُنہیں مختلف تجربات سے گزرنا پڑا۔ وہاں انھیں اساتذہ کی ایسی صحبتیں میسر آئیں جن کی وجہ سے اُن کی سوچ میں مقامیت کی جگہ آفاقیت نے لے لی۔ مطالعہ کی وسعت اور مشاہدے نے اُن کے ذہن وفکر کے زاویے بدلے اور وہ مغربی تہذیب سے گزر کر اسلام کے سرچشمۂ ہدایت تک پہنچے۔ اِس سفر میں اُن کی فکر اور فن بھی نئے آہنگ اور انداز سے ہم آشنا ہوتے رہے۔

اِسی وجہ سے جب بانگِ درا کی اشاعت عمل میں آئی تو اُس وقت اُن کے تخیل کی پرواز بہت بلند تھی، ذہن کی پختگی میں کوئی کسر باقی نہیں تھی۔ اِسی وجہ سے اپنے ابتدائی اُردو کلام میں سے تقریباً پچپن (۵۵) فی صد کلام متروک کر دیا۔ اگر یہ تمام کلام بانگِ درا میں شامل کر دیا جاتا تو اس کی ضخامت بہت زیادہ ہو جاتی۔ اقبال نے بانگِ درا کے لیے جو انتخاب کیا اُس میں خیالات کی پاکیزگی کے ساتھ لفظوں کی تقدیس کا بھی خیال رکھا۔ انھوں نے ہر جگہ اس بات کا خیال رکھا کہ ایسے کلام کو بانگِ درا میں جگہ دی جائے جو مفہوم وخیالات کے اعتبار سے حیاتِ انسانی کے لیے مفید ثابت ہو اور جن کے اثر سے انسانی حیات اعلیٰ مقاصد کی طرف گامزن ہو۔ اقبال کے سنجیدہ کلام کی نسبت اگر ظریفانہ کلام کا مطالعہ کیا جائے تو وہ خاصا غیر مؤثر محسوس ہوتا ہے۔ اکبرالٰہ آبادی کی پیروی میں جو قطعات کہے ہیں وہ ویسا اثر پیدا نہیں کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی سنجیدہ شاعری کا لب ولہجہ اتنا پُراثر ہے کہ ظریفانہ کلام اُس کے سامنے بالکل غیر مؤثر لگتا ہے۔

اگرچہ اقبال نے قطعات میں ''موضوعات'' اور لفظوں سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ اس کوشش میں خاطر خواہ کامیاب دکھائی نہیں دیتے۔ اُن کے مزاحیہ نشتر کند معلوم ہوتے ہیں نہ تو اُن کی چبھن محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی وہ گدگداتے ہیں۔ اقبال نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اکبرالٰہ آبادی جیسا مزاح پیدا کرنا اُن کے بس میں نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل قطعہ ملاحظہ ہو:

ہند کی کیا پوچھتے ہو اے حسینانِ فرنگ
دل گراں ہمت سبک، ووٹر فزوں روزی تنگ

بے ٹکٹ بے پاس بھارت کی سیاسی ریل میں
ہو گیا مسیتا بھی مع اسباب بک
''لک و دن'' کا حکم تھا اس بندۂ اللہ کو
اب یہ سنتے ہیں نکلنے کو ہے مسلم اوٹ لک
کیا عجب پہلے ہی لیڈر میں یہ کر دے آشکار
کس طرح ''آیا'' کو لے کر اُڑ گیا صاحب کا کک
ختم تھا مرحوم اکبر پر ہی یہ رنگ سخن
ہر سخن ور کی یہاں طبع رواں جاتی ہے رُک
قافیہ اِک بھی اچھا تھا لیکن کیا کریں
کر دیا متروک دِلّی کے زباں دانوں نے لفظ ٹُک[۴۴]

اقبال کی ظریفانہ شاعری کے ضمن میں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کا کہنا ہے کہ:

''اقبال اور اکبر کے طرزِ سخن میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اقبال نے محض اکبر کی تقلید یا نقالی کی ہے بلکہ اس سے دو عالی دماغ شاعروں کے اندازِ فکر کی یکسانی کا ثبوت ملتا ہے۔''[۴۵]

مندرجہ بالا قطعہ اقبال کے شاعرانہ منصب کے شایانِ شان نہیں لگتا۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے توسل سے یہ بات سامنے آئی کہ ان کے ابتدائی کلام جس میں کسی قسم کی فکری وفنی کمزوری تھی۔ اقبال نے بانگِ درا کا حصہ نہیں بنایا حتیٰ کہ انھوں نے بعض نظموں کے عنوانات بھی تبدیل کیے۔ چند نظمیں جن کے عنوانات تبدیل کیے گئے ہیں حسبِ ذیل ہیں:

بانگِ درا کی ترتیب سے پہلے کے عنوانات	بانگِ درا میں شامل عنوانات
کوہستانِ ہمالہ	ہمالہ
ایثارِ صدیق	صدیقؓ
غالب	مرزا غالب

ڈھب مجھے قوم فروشی کا نہیں آتا	نصیحت
ترانہ	ترانۂ ملّی
صبح	نویدِ صبح
شالامار باغ	عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں
حیدر آباد (دکن)	نمودِ صبح
زوالِ حمیت	غلام قادر روہیلہ
ہلالِ عید رمضان	غرۂ شوال
ترنم اقبال	میں اور تو
مسافرانِ حرم کو ظالم، رہ کلیسا بتا رہے ہیں	قطعہ
لا مکاں کا مکاں	سلیمیٰ
کنجِ تنہائی	فراق
حسن اور زوال	حقیقتِ حال
غم	فلسفۂ غم
خاموشی	ایک شام
بیراگ	رخصت اے بزمِ جہاں
شب و شاعر	رات اور شاعر
شجر ملت	پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ
فلسفۂ اسیری	اسیری
خطاب بہ مسلم	خطاب بہ جوانانِ اسلام
نوائے اذاں	بلالؓ

الغرض اقبال کا خود مرتب کردہ مجموعہ اُردو بانگِ درا ستمبر ۱۹۲۴ء میں منظر عام پر آیا تو یہ

ایک کڑا انتخاب تھا جو ہر خاص و عام میں مقبول ہوا۔ اس تمام ارتقائی سفر میں ایک بات بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ اگرچہ اقبال کی شاعری کے موضوعات میں تبدیلی آتی رہی، کبھی غزل کی طرف رجحان رہا تو کبھی نظم کو ذریعۂ پیغام بنایا لیکن اُن کے یہاں ایک جذبہ ہر دور میں کارفرما رہا وہ جذبۂ انسانیت سے محبت کا جذبہ ہے۔ اقبال نے چاہے جس زمانے میں وطنیت کو موضوع بنایا ہو یا ملت کی طرف راغب ہوئے ہوں وہ بہر حال انسانیت کے شاعر رہے۔

ابتدائی دور کی نظموں اور غزلوں میں جہاں انھوں نے اپنی نئی منزل کے لیے نئے راستوں کی نشان دہی کی وہاں بھی انسانیت سے محبت کا جلوہ ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ جس طرح قرآن کا موضوع انسان ہے۔ اسی طرح اقبال کی شاعری کا مرکز ومحور بھی انسان ہے۔ اقبال کے ''سوز و ساز'' اور ''گریۂ جاں گداز'' کا سبب انسانیت ہے جسے انھوں نے اپنے نغموں اور نالوں میں سمو کر افرادِ ملتِ اسلامیہ کے قلوب میں منتقل کیا ہے۔ انھیں اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ ملتِ اسلامیہ ہی عالم گیر اخوت اور انسانیت کے بلند ترین مقاصد کو اپنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ قیامِ یورپ اُن کے ذہنی انقلاب کا ایک خاص زمانہ تھا۔ اسی زمانے میں انھوں نے مغرب کے تصورِ وطن اور قومیت کا جائزہ لیا اور پھر اُس کے مقابلے میں ملت کا تصور دیا۔ اقبال کو اس بات کا ادراک تھا کہ اسلام نے تمام رنگ و نسل کے بتوں کو توڑ کر صرف کلمہ طیبہ کی بنیاد پر دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ یورپ جانے سے پہلے وہ ذہنی طور پر اسلام کی حقانیت کا شعور تو رکھتے تھے لیکن یورپ جا کر وہ قلبی طور پر اسلام کی حقیقی روح سے آشنا ہوئے۔ انھوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ مسلم اقوام بھی وطنیت پرستی کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہیں۔ انھیں اپنی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی کوئی خبر نہیں۔ یہی احساس تھا جس نے اقبال کی فکر و نظر میں تبدیلی برپا کی اور اُن کے جذبات و خیالات کا دھارا وطنیت سے ملت یا بین الاقوامیت کی طرف مڑ گیا۔ اقبال نے ابتدائی دور کے خیالات اور تصورات کو بانگِ درا کے نام سے موسوم کیا اور اشارتاً ہمیں یہ بتایا کہ اس دور کی شاعری غافلوں کے لیے پیغامِ بیداری ہے۔ اسی دوران اُن کی فارسی کے ساتھ بھی وابستگی رہی جس کا فائدہ یہ ہوا کہ اُن کی زبان و بیان میں بھی آفاقیت کا رنگ اُبھرا اور بانگِ درا کی اشاعت کے وقت وہ عہدِ رفتہ کی

شاعری سے تمام تر خامیاں اور کوتاہیاں نکالنے میں کامیاب رہے۔

دوسرا اُردو مجموعہ تقریباً گیارہ سال بعد یعنی ۱۹۳۵ء میں منظر عام پر آیا تو اقبال اُس میں ایک پختہ شاعر اور مفکر کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اس زمانے میں فکری اعتبار سے بہت بلند نظر آتے ہیں۔ وہ فطرت پرستی یا وطن پرستی کا سہارا لیے بغیر آگے بڑھتے نظر آتے ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں اُن کا تیسرا اُردو مجموعۂ کلام ضربِ کلیم منظر عام پر آیا۔ اس دور میں جاوید نامہ کی تخلیق نے اُن کی تخلیقی قوتوں کو مضمحل کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود ضربِ کلیم فکر وفن اور شعریت سے بھرپور مجموعہ کلام ہے بلاشبہ اقبال کا فکری وفنی ارتقا اگرچہ بہت پہلے مکمل ہو چکا تھا لیکن اس کی مکمل جھلک ہمیں ضربِ کلیم میں ہی نظر آتی ہے۔ ضربِ کلیم میں اگرچہ بانگِ درا اور بالِ جبریل کی نسبت شعریت کی چاشنی کم ملتی ہے لیکن حقیقت میں اقبال کے فکر وفن کا منتہائے کمال ضربِ کلیم ہی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات، حواشی وتعلیقات

۱۔ اقبال، بانگِ درا، کریمی پریس، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۲۴ء، صفحہ ۱۸۳

۲۔ اقبال، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۷ء، صفحہ ۹۳

۳۔ اقبال، بانگِ درا، دیباچہ ''ل''

۴۔ ایضاً، ص ۱۴۰

۵۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، عماد پریس، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۲۴ء، صفحہ ۱۵۹

۶۔ ایضاً، ص ۱۶۷

۷۔ ایضاً، ص ۱۶۵

۸۔ احمد دین، مولوی، اقبال، مرتبہ: مشفق خواجہ، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۶ء، صفحہ ۳۶۴

۹۔ ایضاً، ص ۳۶۱

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۱۷۰
۱۲۔ ایضاً
۱۳۔ ایضاً،ص۱۴۷
۱۴۔ ایضاً،ص۱۵۱
۱۵۔ ایضاً،ص۱۴۷۔۱۴۶
۱۶۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۳
۱۷۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۳۶
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۳
۲۰۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۳۷
۲۱۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۴
۲۲۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۹۷
۲۳۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۲۵۰
۲۴۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۹۷
۲۵۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۲۵۰
۲۶۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۵۴
۲۷۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۹
۲۸۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۵۴
۲۹۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۹
۳۰۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۵۴
۳۱۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۹
۳۲۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۱۰۱
۳۳۔ ایضاً
۳۴۔ ایضاً،ص۱۰۳
۳۵۔ ایضاً،ص۱۳
۳۶۔ ایضاً،ص۱۹۱
۳۷۔ اقبال،بانگِ درا،طبع اوّل،صفحہ۲۲۰
۳۸۔ عبدالرزاق،مولوی،(مرتب) کلیاتِ اقبال ،صفحہ۷
۳۹۔ ایضاً،ص۱۲

۴۰۔ ایضاً، ص ۷
۴۱۔ ایضاً، ص۱۲
۴۲۔ الطاف حالی، مولانا، دیوانِ حالی، صفحہ۱۸۴
۴۳۔ اقبال، بانگِ درا، طبع اوّل، صفحہ۱۱۴
۴۴۔ عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، صفحہ۳۲
۴۵۔ قاضی احمد، میاں اختر جوناگڑھی، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص۱۷

☆☆☆☆☆

کتابیات

۱۔ ابوالحسن ندوی، سیّد، نقوشِ اقبال، مجلسِ نشریات، کراچی، ۱۹۷۳ء

۲۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، ملفوظاتِ اقبال، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷ء

۳۔ احسن محمد، اقبال کا کلام و پیام، مکتبہ احسن، گجرات، ۱۹۷۰ء

۴۔ احمد اختر میاں جونا گڑھی، اقبالیات کا تنقیدی جائزہ، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۵۵ء

۵۔ احمد دین، مولوی، اقبال، مرتبہ: مشفق خواجہ، اقبال اکادمی پاکستان، طبع چہارم، ۲۰۰۶ء

۶۔ اقبال، ڈاکٹر، بانگِ درا، کریمی پریس، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۲۴ء

۷۔ اقبال، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۷ء

۸۔ اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال مرتبہ: مولوی عبدالرزاق، عماد پریس، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۲۴ء

۹۔ اقبال، علامہ، ڈاکٹر کلیاتِ اقبال، مرتبہ: مولوی عبدالرزاق، (تعارف و تقدیم ڈاکٹر فرمان فتح پوری)، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۰۷ء

۱۰۔ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، شذرات فکرِ اقبال، اقبال اکیڈمی، لاہور، س۔ن

۱۱۔ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، عروجِ اقبال، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۸۷ء

۱۲۔ اکبرالٰہ آبادی، کلیاتِ اکبر الٰہ آبادی، اسرار کریمی پریس، الٰہ آباد، ۱۹۴۰ء

۱۳۔ الطاف حسین حالی، مولانا، دیوانِ حالی، خزینہ علم وادب اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۱ء

۱۴۔ انجم خلیق، ڈاکٹر، متنی تنقید، ادارہ خرام پبلی کیشنز، دِلّی، ۱۹۶۷ء

۱۵۔ این میری شمل، ڈاکٹر، شہپر جبرئیل، مترجم: ڈاکٹر محمد ریاض، گلوب پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۷ء

۱۶۔ ایوب صابر، ڈاکٹر، اقبال کی فکری تشکیل، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء

۱۷۔ بشیر احمد ڈار، (مرتب) مضامینِ اقبال، احمدیہ پریس، حیدرآباد (دکن)، ۱۳۶۲ھ

۱۸۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے اصول، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

۱۹۔ تصدق حسین تاج، (مرتب) مضامینِ اقبال، احمدیہ پریس، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۶۲ھ

۲۰۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، اپنا گریباں چاک، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، فروری ۲۰۰۳ء

۲۱۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رُود (جلد اوّل، دوم)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۵ء

۲۲۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، شذرات فکرِ اقبال، مترجم: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، اقبال اکادمی، لاہور، س۔ن
۲۳۔ چراغ حسن حسرت، (مرتب) اقبال نامہ، تاج کمپنی، لاہور، ۱۹۳۸ء
۲۴۔ حمزہ فاروقی، محمد، (مرتب)، حیاتِ اقبال کے چند مخفی گوشے، ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۸ء
۲۵۔ حنیف شاہد، محمد، اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام، کتب خانہ انجمن حمایتِ اسلام، لاہور، ۱۹۷۶ء
۲۶۔ حنیف شاہد، محمد، مفکرِ اقبال، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷ء
۲۷۔ خالد نذیر صوفی، اقبال درونِ خانہ، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۷۱ء
۲۸۔ رشید حسن خان، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۸ء
۲۹۔ سلطانہ بخش، ڈاکٹر، (مرتب) اُردو میں اصولِ تحقیق، (جلد اوّل دوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء
۳۰۔ سلطان محمود خان، ڈاکٹر، اقبال کی ابتدائی زندگی، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۸۶ء
۳۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، (مرتب) علامہ اقبال، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء
۳۲۔ صابر کلوروی، ڈاکٹر، کلیات باقیاتِ شعر اقبال، اقبال اکادمی، پاکستان، ۲۰۰۴ء
۳۳۔ طاہر فاروقی، محمد، سیرتِ اقبال' قومی کتب خانہ، لاہور، طبع سوم، ۱۹۴۹ء
۳۴۔ عطاء محمد، شیخ، (مرتب) اقبال نامہ، اقبال اکادمی، پاکستان، ۲۰۰۳ء
۳۵۔ عابد علی عابد، شعر اقبال، بزمِ اقبال، لاہور، جون ۱۹۷۷ء
۳۶۔ عبدالسلام ندوی، اقبال کامل مکتبہ ادب، لاہور، ۱۹۷۸ء
۳۷۔ عبدالمجید سالک، ذکرِ اقبال، بزمِ اقبال، لاہور، س۔ن
۳۸۔ عبداللہ قریشی، محمد، اقبال بنام شاد، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۶۰ء
۳۹۔ عبداللہ قریشی، محمد، حیاتِ اقبال کی گم شدہ کڑیاں، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۸۲ء
۴۰۔ عبداللہ قریشی، محمد، مکاتیبِ اقبال بنام گرامی، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۸۱ء
۴۱۔ عبدالواحد معینی، سیّد، ''باقیاتِ اقبال، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۷۸ء
۴۲۔ عبدالواحد معینی، سیّد، نقشِ اقبال، آئینہ ادب چوک مینار انارکلی، لاہور، ۱۹۶۹ء
۴۳۔ عروج عبدالرؤف، اقبال اور بزم اقبال، حیدرآباد (دکن)، س۔ن
۴۴۔ عروج عبدالرؤف، رجالِ اقبال، نفیس اکیڈمی اُردو بازار، کراچی، ۱۹۸۷ء
۴۵۔ غلام دستگیر رشید، آثارِ اقبال، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۴۴ء
۴۶۔ غلام رسول مہر، اقبالیات، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۸۰ء
۴۷۔ غلام رسول مہر، (مرتب) سرودِ رفتہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س۔ن
۴۸۔ غلام حسین ذوالفقار، اقبال کا ذہنی اور فکری ارتقا بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۹۸ء
۴۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اقبال سب کے لیے، اُردو اکادمی، کراچی، ۱۹۷۸ء

۵۰۔ گوہر نوشاہی، (مرتب) مطالعہ اقبال، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۷۱ء
۵۱۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، ابتدائی کلامِ اقبال، طبع دوم، حیدر آباد (دکن)، ۱۹۹۳ء
۵۲۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، ابتدائی کلامِ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۴ء
۵۳۔ محمود نظامی، ملفوظاتِ اقبال، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۵۵ء
۵۴۔ مشفق خواجہ، تحقیق نامہ، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء
۵۵۔ مظفر حسین برنی، سیّد، کلیاتِ مکاتیب اقبال (جلد اوّل تا سوم)، اُردو اکادمی، دہلی، ۱۹۹۳ء
۵۶۔ ممتاز حسین، ڈاکٹر، (مرتب) اقبال اور عبدالحق، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۳ء
۵۷۔ نذیر نیاز، سیّد، اقبال کے حضور، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۸۱ء
۵۸۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اُردو، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۰ء
۵۹۔ نظر حیدر آبادی، اقبال اور حیدر آباد دکن، اقبال اکادمی، کراچی، ۱۹۶۱ء
۶۰۔ وحید الدین فقیر، سیّد، روز گارِ فقیر (جلد اوّل، دوم)، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۸۶ء
۶۱۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، (مرتب) علامہ اقبال کی تاریخِ ولادت، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۹۴ء
۶۲۔ یوسف حسین، ڈاکٹر، روحِ اقبال، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۶۹ء

انسائیکلو پیڈیا:

۱۔ اُردو انسائیکلو پیڈیا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۷ء
۲۔ اُردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز، لاہور، چوتھا ایڈیشن، ۲۰۰۵ء

رسائل وجرائد:

۱۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، (مدیر) میثاق، مرکزی انجمنِ خدام القرآن، لاہور، اپریل ۱۹۷۴ء
۲۔ بدر الدین حسن، (مدیر) نیرنگِ خیال (اقبال نمبر)، دفتر رسالہ نیرنگِ خیال، لاہور، ۱۹۷۷ء
۳۔ جمیل الدین عالی، (مدیر) قومی زبان، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، اپریل ۱۹۷۴ء
۴۔ حمید الدین، خواجہ، (مدیر) سب رَس (اقبال نمبر)، ایوانِ اُردو، کراچی، دسمبر ۱۹۷۷ء
۵۔ ستار طاہر، (مدیر) سیارہ ڈائجسٹ (اقبال نمبر)، سیارہ ڈائجسٹ، لاہور، مارچ ۱۹۷۷ء
۶۔ طفیل، محمد، (مدیر) نقوش (اقبال نمبر)، ادارۂ فروغِ ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء
۷۔ عبدالقادر، شیخ، (مدیر) مخزن، لاہور، اپریل ۱۹۰۱ء
۸۔ عبدالقادر، شیخ، (مدیر) مخزن، لاہور، اکتوبر ۱۹۰۵ء
۹۔ عبدالقادر، شیخ، (مدیر) مخزن، لاہور، دسمبر ۱۹۰۶ء
۱۰۔ عبدالقادر، شیخ، (مدیر) مخزن، لاہور، ستمبر ۱۹۰۷ء

۱۱۔ عبدالقادر، شیخ، (مدیر) مخزن، لاہور، مارچ ۱۹۰۸ء
۱۲۔ عبدالقادر، شیخ، (مدیر) مخزن، لاہور، اگست ۱۹۰۸ء
۱۲۔ عبدالقادر، شیخ، (مدیر) مخزن، لاہور، اکتوبر ۱۹۰۸ء
۱۳۔ عبداللہ قریشی، محمد، (مدیر) ادبی دنیا، (اقبال نمبر)، مئی ۱۹۷۱ء
۱۴۔ فضل قدیر، (مدیر) ماہِ نو (اقبال نمبر)، ادارہ مطبوعۂ پاکستان، کراچی، اپریل ۱۹۷۰ء
۱۵۔ محمود اختر، (مدیر) الاقرباء (بیادِ اقبال)، الاقرباء فاؤنڈیشن، اسلام آباد، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۲ء
۱۶۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، (مدیر) اقبال (اقبال نمبر) مجلس ترقیٔ ادب، لاہور، ۱۹۷۳ء

لغات:

۱۔ اُردو لغت تاریخی اصول پر، مرتبہ: اُردو لغت بورڈ، کراچی
۲۔ تاج اللغات از تاجور نجیب آبادی
۳۔ جامع اللغات از خواجہ عبدالحمید
۴۔ سرمایہ زبان اُردو از جلال لکھنوی
۵۔ علمی اُردو لغت از وارث سرہندی
۶۔ نور اللغات از مولوی سیّد احمد دہلوی
۷۔ فرہنگِ آصفیہ از مولوی سیّد احمد دہلوی
۸۔ فرہنگ اقبال از حضرت نسیم امروہوی، اظہار سنز اُردو بازار، لاہور

☆☆☆☆☆